

الحق المبين

جواب

إمبات المؤمنين

حصّول

مؤلف

جناب مولانا مولوی غلام قادر صاحب توفیق

نویسندہ سیالکوٹ پتھریاں پڑیاں کالج جے نمبر ۱۱

حسب فرمایش

منشی کریم بخش پتھریاں پڑیاں سیالکوٹ

۱۳۱۵ھ

مطبوعہ مفید عام پریس سیالکوٹ

دنیا میں پہلی طرز کا قرآن مجید

۸۶۶۲

پہلی طرز کا قرآن شریف باحوالہ جس کی نظیر نہ تھی تعلیم میں نہیں جس میں ۱۳ خدایاں مبرور باقی جاتی ہیں
(۱) قطع میں نہایت عمد اور نرون جو یعنی ۵ اچھے پوری ۳ اچھے پوری جو جیب میں آسانی ہو سکتی ہو۔ اور
شاید کلام مجید ہر وقت اچھا پس کہہ سکتا ہو (۲) ترجمہ حایل شریف بالمقابل نسخہ چھپا لیا ہو ایک صفحہ پر
اسی متن اور دو صفحہ پر ایک ترجمہ کہ ترجمہ مذکور گچ ہو جاوے متن و ترجمہ نہایت صفائی کے ساتھ ہو
جائے (۳) صفحہ پر ایک آیت نہ دیکھ سکے ہیں تاکہ ترجمہ دیکھیں کوئی وقت نہ ہو (۴) ہر صفحہ کے
آخر پر آیت اور ہر کا ترجمہ ختم ہوتا ہو جس سے آیت کے لئے قرآن شریف کا متن انسان نہیں پڑتا ہو غرض
آج تک کسی مترجم قرآن شریف میں نہیں ہے (۵) عربی فارسی ترجمہ نہایت اعلیٰ درجہ کی ہو پوری ہی خوش رقم
و خوش قلم حایل شریف ہے (۶) ترجمہ میرزا یحییٰ و زبان حال کے اردو کو موافق کر دیا گیا ہے۔ ترجمہ ایسا
ثابتہ اور لطیف ہو کہ خواہ مخواہ پڑھنے کو چاہتا ہے اور تمام معذرات و معذوفات ترجمہ کو اندر خطوط
و صفائی میں لکھ دینا ہر جیت تفسیر کی تفسیر اور ترجمہ کا ترجمہ ہے اور بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہو (۷)
اس حایل مقدس شریف میں سپاہوں اور سو تو کئی فہرست دیکھی ہے جس سے جہت سپاہ اور سو تو نکال
سکتے ہیں (۸) شروع میں قرآن شریف کو مضامین کی فہرست ہو جو ان سطحوں خطیبوں اور تمام مسلمانوں
کے لئے نہایت کارآمد ہے۔ نماز کرکے ممبر شریف وغیرہ تمام امور کے متعلق ایک ہی جگہ الگ لکھ دیکھ سکتے ہیں نماز
کا لفظ و کچھ اور قرآن شریف میں جہاں جہاں نماز کا ذکر آیا ہو تمام مقامات معادلہ سو تو و رکوع ایک منٹ
میں دیکھ لو (۹) اسکا اسکا تمام باب کا ذکر قرآن شریف میں جہاں جہاں آیا ہو انکی نسبت ہی ایک جگہ اس
حوالہ لکھ دیئے ہیں ابراہیم یالوج وغیرہ کا لفظ لکھا اور جہاں جہاں قرآن شریف میں لکھا نصاً یا جو وہ سب
مقامات دم بہر میں دیکھ لو (۱۰) کا فہرست تفسیر کی لکھا گیا ہو جس سے حایل شریف کا جو ہی اندازہ ہو نہیں
پڑا (۱۱) جلد فاضل نہری مرصع کا نہایت سبک معزوزہ کر لائی گئی ہے اسکو اور قرآن شریف کا لفظ
اور لایہ الا الطور سنہری مزین ہو (۱۲) باوجود ان سب جو کہ قیمت نہایت کم یعنی مفصل ذیل رکھی
گئی ہے قیمت بیکھ لکھ نہایت جلد یعنی ۵۰ روپے ڈاک بدرغیر (۱۳) پہلی دفعہ یہ حایل شریف دینا
میں بالکل فروخت ہو گئی تھی اب طبع دوم میں لطیف لیاں ہیکر پیش کی گئی ہے۔ شاید فیق نہایت مبالغہ
فزاویہ امر و مودتہ تہہ ہو گئے اور میں درندہ سے ایڈیشن تک انتظار کرنا پڑ گیا۔

کل درخواستین: بنام محمد ابراہیم و محمد اسماعیل مالکان جنرل لکچر الحسین علی لکڑ آئی چاہئے

دِیَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ رَحْمَةِ الرَّسُوْلِ الْكَرِیْمِ

کتاب اُتہات المؤمنین جو ڈاکٹر احمد شاہ صاحب شایق عیسائی نے حال میں تالیف کی ہے۔ اس قدر نفرتی۔ ناشائستہ اور دلازا کتاب ہے کہ محض اس کو خلاف تہذیب اور نفرتی ہونے کی وجہ سے اسلامی دنیا میں ایک زلزلہ برپا ہو گیا ہے۔ عیسائیوں نے اسلام اور ہائے اسلام کی نفرت میں کوٹریوں کٹھ میں بنائی ہیں لیکن ایسا غوغا کسی کتاب پر نہیں ہوا جس قدر اس نایاک کتاب کی تعینیت پر ہوا ہے۔ اگر کسی وجہ یہ نہیں کہ مصنف اُتہات کی منطق ایسی زبردست یا کتاب ایسی لاجواب ہے جس کا جواب کسی مسلمان سے ہو نہیں سکتا۔ بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کی عبارت نہایت خلاف تہذیب۔ طرز نہایت گندی۔ پمیزا یہ کمال بھونڈا۔ اور الفاظ بے کراخت ہیں جس کے دیکھنے کو بھی کسی غیور وطن مسلمان کا جی نہیں چاہتا۔ مصنف اُتہات نے جا بجا اُس سید المظہرین و امام المعصومین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس کے شان میں بزرگواریم و تعظیم الکتاب والحکمۃ دنیا کو مقدس جاتا ہے اور اُن کو کتاب و حکمت سمجھتا ہے (ع) مار دیا ہے۔ صریح الفاظ میں گالیاں دی ہیں۔ اور سخت ناشائستہ

اور ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس کتاب کے جواب دیئے گئے ہیں کوئی اسی نطق کا آدمی ہوتا
چاہے تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمد شاہ شایق ہے۔ لیکن انہوں نے بغوا ۱۳۷۱ فی سبیل ربک بللحکۃ
والموعظۃ الحسنۃ وجادتم بالتی ہی احسن کے اسلام میں کوئی شخص اس قدر گندہ و مارغ
اور ہتہذیب نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ڈاکٹر موصوف ہے۔ اگرچہ نکلی ہے کہ اس ناپاک کتاب
کا جواب کئی اور صاحب بھی لکھ رہے ہیں لیکن مسلمانوں کا سخت جوش اور اضطراب بیکھر
خاک شہزادہ کیا۔ کہ بطور عجز و التواضع کسی قدر غامد فرمائی کروں۔ تاکہ ان کا جوش اشتعال
وجہ ہو جائے۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے اندر ہی اس کا **جواب** خاک شہزادہ لکھ کر دیا۔ اور
پھر چھپنا شروع ہو گیا۔

خاکسار کی مرضی تو یہاں رسال ہی جواب لکھ دینے کی تھی۔ لیکن ایک میں اس
انتظار میں رہ کر شاید کوئی اور باجمیت مسلمان اس کا جواب لکھ دے تو خاکسار سبکدوش
ہو جائے۔ اور دوسرے یہ کہ کوئی ایسا بندہ بیت مہمان کو اس کا جواب چھو کر مصنف شایع کیا جائے
جس طرح پر کہ عیسائیوں نے مفت شایع کیا ہے۔ سو اگرچہ غریب مسلمانوں میں تو یہ بہ اشتعال
ہو جائے۔ لیکن خدا کا شاک ہے کہ اس قدر چند ہو گیلیں۔ کفر با اور داخلین کو یہ کتاب مفت تقسیم
کی جاسکتی ہے جو لوگ غفلت و غیبت سے ہوں۔ وہ اس کا محنت سے بیکھر بچے لکھے ہو
تھے پر خاکسار مصنف سے گفتائیں اور مذہبی تطاعت کو نصیحت دے کر میان کر کے خوش
حاصل ہو کر یہ دعویٰ پر نہیں کیا کہ اس کے طلب فرمائیں۔ فقط۔

خاکسار

غلام قادر ازبند وریاں۔ ملک بار۔ چک نمبر ۱۳۳

سابق مدرس مشن سکول ظفر وال مصنف کتاب آسمانی توپ آسمانی کرک وغیرہ
اس کتاب کے شروع میں تیمنا و تبرکات مولوی محمد فیروز الدین فیروز
دسکوی کی مسدس تفسیر جرج قرآن شریف زریب اندراج کی جاتی ہے۔

مَسَدِّسْ اَرِفِر وُرْدِ سِکُو مِی

دَر مَدَحِ قُرْآنِ شَرِیف

کلام پاک لوق کی عجب عظمت عجبتاں ہے	کہ شل مہرتاں چرخِ رفعت پر درختاں ہے
نجومِ آسمان کی طرح ہر اک نقطہ رخشاں ہے	مثالِ کھکشاں ہر ایک سطر لٹکی نایاں ہے

جمال و نور قرآن نور جان ہر مسماں ہے	قمر ہے چاند اُڑون کا ہمارا چاند قرآن ہے
-------------------------------------	---

کلام پاک ربانی ہے جگ میں گوہر یکتا	چمک میں آفتابِ آسمان ہرگز نہیں لیا
زمین و آسمان میں جگمگاتا نور ہے اسکا	ہر اک اک لفظ میں لکھیا عیاں اللہ کا جلوہ

نظیر اس کی نہیں جتنی نظر میں فکر کر دیکھا	بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے
---	---

نہیں ایسا درخت پر شکرِ باغِ قدرت میں	جو خوشبو اس میں ہرگز نہیں لہا و جنت میں
یہ ہر اک پھول جو نہ لہ گیا خوشبو و جنت میں	معطر ہو گئے سارے داغ اسے ہیں ساعت میں

بہارِ جاوداں یہ اجڑا سکی ہر عبارت میں	نہ وہ خمیلی چمن میں ہے نہ اس کوئی بُستاں ہے
---------------------------------------	---

کہیں حق کے گلستاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز	کہیں اس باغِ وُستائے کوئی ثانی نہیں ہرگز
کہیں اس مہرتاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز	کہیں اس مہرِ رخشاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز

کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز	اگر لولوئے عاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے
--	--------------------------------------

زیں پر کوئی ہو نورِ صداقت یا خلک پر ہو	نہ اس نورِ شیدتاں کی کبھی وہ نورِ باہر ہو
یکساں چہاں کا قول کوئی کتنا بڑھ کر ہو	کلامِ پاک رحماں کے نہ پہر گز وہ ہمسر ہو

	خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو وہاں قدرت یہاں در ماندگی فریق نمایاں ہے	
بشر کتنا لگاؤ و نور اور کوشش کرے کتنی نہ اس کے قول کو نسبتِ کلامِ حق سے پہنچی	مرد کو وہ بلاؤں ساتھ اپنی سب جہاں کو بھی کو نسبت آفتابِ چرخ کو درہم ہو جتنی	
	ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لا علمی سخن میں اس کی جتنی کہاں مقدور انسان ہے	
نظر آنا نہیں قرآن سا نورِ نظر ہرگز نظیرِ مسمی نہ کوئی لاسکے جن و بشر ہرگز	نہ ایسا چشمِ دل کو ہے کوئی محلِ البصر ہرگز نہیں دنیا میں ایسا چاند کوئی جلوہ گر ہرگز	
	بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑی کا بشر ہرگز تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُسہ آساں ہے	
کلامِ حق کو کہنا افزا اور جمل اور جھوٹا یہہ ایسا بول تمکو بولنا ہرگز نہیں زیبا	بلا شک ہے خدا کو عرش کو یہ قولِ لہرِ آتا کلامِ پاک کی بکھریب یوں کرنا نہیں چہا	
	ارے لوگو کرو کچھ پاسِ شانِ کبریا کی زباں کو تمام جواب بھی اگر کچھ بوجوایاں ہے	
مقابل میں کلامِ اللہ کے کیا تورات کی شان ہے جو بد بے ثمر ہے۔ اُسیں کیا تھا تمہیا جاں ہے	یہ انجیل محرت کب کلامِ حق کو شایاں ہے تقرت ہو بشر کا اُنیں اور یہ قولِ حاس ہے	
	خدا سے غیر کو بہتا بنانا سخت کفراں ہے خدا سے کچھ درو یا رو یہہ کیسا کذبِ بہتاں ہے	
معارف اور حقائق میں فقط قرآن ہے یکتا خدا کی ذاتِ واحد کا نہیں جس طرح بہتا	نظیرِ مسمی نہیں ممکن تصویں کبھی اصلا کلامِ پاک کا بھی کوئی ہمسر ہو نہیں سکتا	
	اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہا شرک پنہاں ہے	
خدا کے پاک قرآن جو جو نہ پھیرا جو تم سمجھتے	جو اس میں محرتِ کلامِ حق ہو تم سمجھتے	

جو دیر و ژند کو مانو کلام حق جہالت سے مخالف ہو گئے تم جو کلام پاک مہاں کے

یہہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے

خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ بندہاں ہے

محبت میں ہوا قرآن کے فیروزہ دیوانہ
ہر اک کو چاہئے اس شمع کا ہو جا بجا پروانہ
یہی کہتا ہے ہر اک کو کہ ہر سچا بیہ پروانہ
نہ پروا کی تھی کہ جسکو ہر کچھ اس کی پروانہ

ہمیں کچھ کیس نہیں بجائیو نصیحت ہو غربانہ
کوئی جو پاک دل ہو کو دل و مہاں آپہ قربانہ



اس پیشتر کہ ہم مشہور دلائل کتاب اُتہات المؤمنین نامی کا جواب خود کریں
اپنے برا و بران اہل اسلام و غیر کی خدمت میں یہ عرض گئے دیتے ہیں کہ اگر یہ ہمارا اصلی منشا
تو بالکل تحقیقی جوابات دینو کا تھا۔ لیکن چونکہ جواب کی تکمیل الزامی اور تحقیقی
دو نوع قسم کے جوابوں سے ہوتی ہے۔ بلکہ بعض طبائع کے لئے الزامی جواب بھی ممکن ہو جاتا ہے۔
اور ہے بھی یہی کیونکہ جب ایک اس ایک فرد میں موجود ہونے کے باوجود عیب اندر قیاس نہیں خیال
کیا جاتا۔ تو دوسرے فرد میں وہی امر کیوں عیب اندر قیاس خیال کئے جائے گا اور محل طعن ہونے لگا
اسی لئے ہے اس کتاب میں یا ہر فرد پر کئے تحقیقی جوابات کے باسجا الزامی جوابات
بھی دیئے ہیں۔ تاکہ منصف مزاج طبیعتوں کو معلوم ہو جائے کہ جب وہی انسانی کمالات میں خود فرد میں

موجود ہیں تو دوسروں کے وہ کس طرح ملن و میلاؤں سے ہر اہل ایمان شہید ہوتے ہوئے ہر
کاتب کا کیوں دیکھا جاتا ہے ؟

مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ جو کچھ اس کتاب میں عیسائیوں کے مسیح کی نسبت ہوگا
وہ سب بطور الزام کے اور اُن مسیح کی نسبت ہوگا جسکو یہ محرف اور مبطل اناجیل
پیش کرتی ہیں۔ گویا الزامی جوابات میں یہ سمجھنا چاہو کہ وہ مسلمانوں کے مسیح نہ ہوگا
بلکہ عیسائیوں کے مفروضہ مسیح ہوگا۔

اس بات کے اشتہار و اظہار کی یہ ضرورت پیش آئی کہ جب انجیلی سیوع کی نسبت بطور
الزام کچھ کہا جاتا ہے اور عیسایا عیسیٰ مسیح اناجیل مردہ پیش کرتی ہیں جب انکی نسبت کو مٹی
اور تراش کیا جاتا ہے تو بعض مسلمان جو فن مناظرہ و واقف نہیں ہوتے یہ سمجھ لیتے ہیں
کہ اس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور بے ادبی کی گئی ہے۔

عاشا اور تو یہ کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے ادبی کریں۔ وہ ہماری آنکھوں کا نور
اور دل کا سرور ہیں۔ اور انوار العزم انبیاء میں سے ہیں۔ وحیہا فی الدنیا والاخرۃ
ومن المقربین وہ دنیا و آخرت میں وحی عزت اور خدا کے خاص الامخاص بندہ ہیں۔
انجی والدن سریر برتر مطہ اور قدس عورت تھی جسکی مغفرت و عفت کا اقرار ہر ایک مسلمان
کا فرض ایمانی ہے۔ پس جو کچھ اس کتاب میں مسیح کی نسبت تحریر کریں گے۔ وہ سب بیابان
کے مفروضہ اور خود تراشیدہ مسیح کی نسبت ہوگا۔ جس کی یہ انجیلیں پیش کرتی ہیں۔ نہ حضرت عیسیٰ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت جو مسلمانوں کے پاک اور مقدس رسول ہیں۔ اور
یہ فرق ہر ایک مسلمان اور عیسائی کو یاد رکھنا چاہئے۔

فاک رعلام تاجدار زندیادیاں تحصیل خلفوال ضلع سیالکوٹ۔

الزامی جوابات

اہم بات المؤمنین کے دیا چہ کے صفوں میں معصفت اُتہات الزامی جوابوں کے گہرا کر سید پیش بند کرتا ہے کہ مسلمان لوگ معترضین عیسائیوں کے بزرگوں کی سوا افلاقی دکھلا کر سید ہر کر کے سنا چھوٹا چاہو ہیں مگر اُن میرا باپ کا ناتھا تیرا بھی کا ناتھا یہ بات بالکل غلط ہے۔ الزامی جوابات کا فائدہ تو حضرت مسیح بھی انجیل میں ظاہر فرما چکے ہیں۔ جہاں وہ فرماتے ہیں کہ دوسروں کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنے شہتیر کو نہیں دیکھتا۔ یعنی جس بات کو انسان عیب سمجھتا ہے۔ جب اپنے اندر وہ شہتیر کے برابر عیب پاتا ہے۔ تو دوسروں کے تنکے سے یعنی اُس نے عیب کو انسان کیوں دیکھو۔ پس اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جن باتوں کو خدا کٹر احمد شاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت منسوب کر کے قباہ اور عتاب کی حد میں داخل کیا ہے۔ جب اس قسم کے باتیں بلکہ اس سے بڑی کجیاں اپنے بزرگوں خصوصاً خدا کریشیہ مسیح اور یسوع کے آبا و اجداد میں جو انبیاء اور رسول بھی تھے۔ پائی جاتی ہیں اور انکی نبوت اور شان میں کوئی فرق نہیں آسکا۔ تو اس قسم کے اعتراضات شایق صاحب کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام پر نہیں کرنے چاہئے تھے۔ لیکن اُس نے غلط اور واپس بات روایات کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسے اعتراض کر کے حضرت مسیح کے اس قول کی عمدہ مخالفت کی۔ کہ تم دوسروں کے تنکے کو دیکھتے ہو اور اپنے شہتیر کی طرف خیال نہیں کرتے۔

شایق صاحب کی یہ مثال مکمل کر میرا باپ کا ناتھا تو تیرا بھی کا ناتھا۔ یہ مثال مذہبی معاملات میں بھیک نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب مذہبی معاملات میں کسی امر میں تشارک پایا جائے تو اس امر کو قبح اور عیب ہی کی حد میں داخل نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ جو شخص اس قسم کے مشارک فی الذہب امر کو قبح اور نقص کی حد میں داخل کرنا چاہے

کچھ نہیں پڑتا۔ اپنی عیب پوشی کی تدریس مرث اسی میں ہو جاتی ہے۔ کفلان مذہب کے بزرگ پر لعن کریں۔
 کفلان کی نہی اڑائیں۔ کفلان کے تنکے کو شہتیر بتائیں۔ بس انہی باتوں پر انکا گناہ۔ اور اہی باتوں
 پر ان کے دین کی اشاعت کا سہارا ہے۔ ورنہ یہ اپنا مذہب کی خوبی کو بھی نہیں دکھا سکتے۔ اور سچ
 ہے کہ جس سبب میں خدا خود اہل کو چھوڑا ایک کی جگہ تین خدا مانے گئے اور پھر تین ایک میں اور ایک تین
 میں تو بدیہی گئے۔ اور انیوں کی اس ذات و صفات و خواص والے خود و اور پھر ایک ایک جس مذہب
 میں رہ جان ہی کا تماشا ہو۔ اس مذہب میں اور کسی خوبی کی کیا گنجائش ہے؟

جس مذہب میں تقویٰ طہارت فضول شریعت پر عمل کرنا غیر ضروری۔ برائیوں سے بچنا نیکی کا کرنا۔
 سب لغو شریعت پر ہم سہ موجب لعن اس مذہب میں سوا عیب مینی اور کھٹک مینی کے کوئی فضیلت
 یا صداقت تلاش کرنا بید سے بھل اور بھاؤ کے درخت سے انجیریں ڈھونڈنا ہے۔

عیسائی لوگ یہ جانتے ہیں کہ انکا خدا اور ابن اللہ بڑا کھانا۔ اور شرابی آدمی تھا حتیٰ ابابا۔
 بھوکے طور پر شراب بنا کر اڑھے پیلے پیل اپنا جلال ظاہر کیا۔ شراب کے نشہ میں ناکی گستاخی کرتا تھا۔ بابا
 باجوہ بچہ ہونے کے وہ۔ نیم گد لینی سے محبت کرتا۔ اور اس فحاشی کو دہر پادا۔ غیر عورت مانوس
 رہتا تھا۔ اب وہ ان باتوں کو جواب ہرگز ہرگز نہیں دے سکتے۔ ایک شرابی۔ کھانا۔ محض آدمی
 باوجود محبت عورت فاحشہ وغیرہ کے کس طرح پاک امن اور عفت رہ سکتا ہے۔ پیش بندی کے طور
 پر ان باتوں کے دفعیہ کی یہ سو بھی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر باقرض کر دیا۔ کہ ان کے نکل میں
 چند ایک بیویاں تھیں اور انہوں نے کسی وقت آنحضرت وسلم سے عرض کی کہ ابدا میں میں حضور
 کے ساتھ نکل کی خواہاں تھیں۔ ورنہ اگر وہ غور کرتے۔ تو غلی سمجھ لیتے۔ کہ کیا وہ شخص جو مجھ سے
 شراب بنا بیٹا۔ اللہ کے ایک پیرو والا اور باوجود اس ام الخبائث کے پیچھے کے اٹھتی ہوئی جوانی کی
 آہنگ اور نشہ کے ترنگ میں اس ام کا زیادہ تر متنی ہے کہ انکی نسبت ایک قیاس کرنا والا آدمی
 قطعی طور پر یقین کرے کہ وہ پل چلن کا۔ اور نہ تھا یا اس آدمی کی نسبت جس نے سا۔ ہی عمر
 اس ام الخبائث کی صورت دیکھ نہیں تھی۔ او۔ فیہ نرم سے اس اختلاط پیا ہرگز ہرگز ثابت ہی نہیں
 یوں عقیدہ کے طور پر سچ کو پاک پاک اور نہ صوم معصوم پکارتا ایک امر دیگر ہے جو محض خوش افتاد
 پر مبنی ہے۔ ورنہ ایک جوان مجرّم۔ کھانا اور اللہ الی آدمی کا غیر محرم اور فاحشہ جولان اور خوبصورت

عورت تک سہ اختلاط رکھ کر کامی اور بد چلنی سے مجتنب رہنا اس امر کو کوئی عقلمند باور نہیں کر سکتا۔ انبیاء سابقہ کے دستور کے موافق بعض مصالح کی وجہ سے کسی ایک نکل کر لینا اس امر کو کوئی شخص بھی عیاشی قرار نہیں دے سکتا۔ لیکن ایک شخص کا شراب خوار ہو کر بیگانہ عورت سے اختلاط اور ان سے عطر ملونا اس امر کی عیاشی چھوٹیں کوئی ذی عقل آدمی بھی تامل نہیں کر سکتا۔ شراب خوار ہی یہ حال تھا لازماً وحی تہ بدرجہا برکت مند چلنی اور عیاشی کا موجب ہے۔ پس شایق مصطفیٰ کا اپنی بیوی سے کوئی معصوم فرادینا اور اس سید المعصومین و امام المہرین کو غیر معصوم قرار دینا محض انہی اپنی عیاشی طبع کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

عیسائی لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ نبیوں کے بعد احمد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور انبیاء بنی اسرائیل کے بعد نبیوں کا حضرت یحییٰ بن ادریس کے یسوع مسیح کے آقا و اجداد حضرت داؤد و سلیمان اور بے شمار انبیاء کثیر الازدواج تھے۔ اور یہ کہ کسی نبی کو اس قدر کثرت ازدواج سے نہیں روکا۔ بلکہ بہتوں کی برکت کا وعدہ دیا۔ پس انہی کی طرف سے تو کوئی حذر صحیح نہیں کر سکتے۔ اور فرض سمجھنے کے لئے سید اکابر انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلم کی کثرت ازدواجی کو محل اعتراض ٹھیکر کر اس آئین اپنے تئیں سچا مانا اور چمکا راپا نا چاہتے ہیں جس قدر اعراضات مصنف اچھات لے اسخفت م کے چال چلن اور ازدواج مطہرات پر کئے ہیں۔ اگر ان سب روایات سے کوئی مسلمان یک لخت انکار کرے تو مسلمانوں کے لئے کیا حرج کیا نقصان ہے۔ کیونکہ نہ روایات کلام باطن نہیں بلکہ وادی تباہی روایات کتابوں میں مندرج ہیں اور ان کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر اکثر احمد شاہ صاحب کے خلاف روایات خدا کے چال چلن کی نسبت جو ان کی تقدس کتاب (انجیل) میں عطا ہو رہا ہے۔ شایق صاحب کو کہاں جرات ہو کہ اسکا انکار کر سکیں۔

۱۔ اسخفت مسلم کی نبوت اور اصول و عقائد میں دیروغے اثبات کے لئے قرآن شریف کافی ہے اور فریضی مسائل کے لئے سلسلہ تواتر و تعامل کافی ہے۔ واپسی تباہی روایتوں کے ذمے سے جن کا مفسر قرآن شریف و حدیث صحیح ثابت میں کوئی پتا نہیں۔ مسطور کوئی راجع نہیں ہے۔

تجربہ کہ ایک شرابی اور کھٹو پیو دستی (باب ۱۹) کو شہوت پرست نہ کہا جائے۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اُت کو جو محض اپنی کربھی اور سخاوت اور نیا ضی کی وجہ سے جو کی روٹی سیر جو کہ بھی بہت کم کھاتے بلکہ بارہو بھوک کے پیٹ پر پتھر باندھ رکھتے۔ اُن کو شہوت پرست کہا جاتا ہے۔ یہ بھی عجب تاریخی کا زمانہ ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو غلط اور غیر معتبر روایات کی بنا پر چونکہ تسلیم کرنا ہمارے فرض نہیں ہے۔ اور جو ہمارے لئے کوئی قرآن وحدیث نہیں۔ تنہا اعتراضات کر دے اور اپنے خدا یسوع صاحب کی طرف کچھ خیال نہ کیا جس کی حالت بدستور کے قابل ہے اور ہمارے مسلمان مقدس کتاب انجیل جسکے چال چلن کا نقشہ اس طرح کھینچتی ہے کہ باوجود عین حالہ شباب اور بچہ ہونے کے وہ ایک زانیہ عورت کو یہہو تو قودیتا۔ کہ عین جوانی اور حسن کی حالت میں شگے سرسٹ لکھتی تھی اور نہایت ناز اور خرم سے اُسکے پاؤں پر اپنے بال ملتی۔ اور حراسکاری کے عطرت اُسکے سر پر لاش کرتی۔ اگر یسوع کا دل بد خیالات سے پاک ہوتا تو وہ ضرور اب کبھی عورت کو نزدیک آنے سے منع کرنا۔ مگر ایسے لوگ جنکو ہر کار عورتوں کے چھوٹے میں مڑا ہوا ہے۔ وہ ایسے نفسانی موقع پر کسی نامح کی نصیحت بھی نہیں سنا کرتے۔ دیکھو یسوع کو ایک غیر متبرجہ گئے نصیحت کے طور پر روکنا چاہا۔ کہ ایسی حرکت کرنا مناسب نہیں۔ مگر یسوع نے اُس کے چہرہ کی ترش روئی سے سمجھ لیا۔ کہ میری اس حرکت سے یہ شخص بیزار ہے تو حیلہ گردوں کی طرح اعتراضات باتوں میں ٹال دینا اور عند گناہ بدتر از گناہ کے طور پر کہا تو یہ کہہ کیا۔ کہ یہ کبھی بڑی اخلاص مند ہے ایسا اخلاص تو تجھ میں بھی پایا نہیں گیا۔ سبحانہ و تعالیٰ یہ کیا عہدہ جو اب یسوع صاحب ایک ناکام عورت کی تعریف کو ہے ہرگز نہ بڑی نیک بخت ہے۔ دعویٰ خدا می کا اور کام ایسے بھلا جو شخص ہر وقت شراب سے مست رہتا ہے اور کبھی تو اس میل جول رکھتا ہے اور کھاتے بیٹے میں بھی ایسا اول بکر ہے جو لوگوں میں کام ہی یہی پڑ گیا ہے۔ کہ یہ کھاؤ پیو ہے اس سے کسی تقویٰ سے اور نیک بختی کی امید ہو سکتی ہے۔ ہمارے سید و مولا افضل الانبیاء وخیر الامم صلی اللہ علیہ وسلم کا تقویٰ دیکھئے۔ کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھ ہی نہ تھے نہیں ملتے تھے جو پاکر امن اور نیک بخت ہوتی تھیں اور بیعت کرنے کے لئے آتی تھیں۔ بلکہ اور شکار مرث بنانی تلقین تو یہ کرتے تھے۔ مگر کون عقل مند اور پرہیزگار ایسے شخص کو پاک باطن پر چھوگا

جو جوان عورتوں کے چھوٹے سے پرہیز نہیں کرتا۔ ایک بھری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے۔ گویا
 بخل میں ہو۔ کبھی ہاتھ لبا کر کے سر پر غفل رہی ہے۔ کبھی پیروں کو بچرتی ہے اور کبھی
 اپنے خوشنما اور کالے کالے بالوں کو پیروں پر رکھ دیتی ہے اور گود میں تاشا کر رہی ہے۔ یسوع صلیبی
 اُس حالت میں وہ جہیز میں بیٹھی ہیں۔ اور کوئی اعتراض کرنے لگے تو اسکو جھڑکے ہیں۔ اور طرفیہ کہہ کر
 جوان اور شراب پیچنی کی عادت۔ اور شراب بنانے کا ہی معجزہ کرنے والا اور پیر محمد۔ اور ایک خوب صورت
 کبھی عورت سامنے پڑی ہے۔ جسم کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔ کیا یہ نیک آدمیوں کا کام ہو اور
 اسپر کیا دس ہے کہ اُس کبھی کے چھوٹے سے یسوع کی شہادت جنبش نہیں کی تھی۔ افسوس
 کہ ایسی حالت میں یسوع کے منہ سے یہ بھی نہ نکلا کہ اے حرامکار عورت مجھ سے دور رہ۔ بلکہ باتیں
 بنانے لگ گیا۔ اور اعتراض کو باتوں میں ٹال دیا۔ اور یہ بات بخل سے ثابت ہے۔ کہ وہ عورت
 طوائف میں سے تھی اور نہ کاروباری کی ساکشہ میں مشہور تھی۔ فقہ کلامی یا اولیٰ الکالباب ۷

مصنف اہمات کے ابتدائی اعلان پر ایک نظر

مصنف اہمات المؤمنین نے اپنی کتاب کے شروع میں اعلان شدہ کے ضمن میں اپنی اس کتاب
 پر جو اس گند و دل اور گندہ طبیعت کا نتیجہ ہے۔ تراخ کیا ہے اور بڑا نکلی ہے کہ گویا یہ رسالہ اور
 اسکی طرز انکسلاں جدید اور ایک شیشر مدید ہے۔ چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ یہ کتاب ایک بڑا پہاڑ
 ہے جو مسلمانوں کے سر پر لگا (اہمات صفحہ ۱۱) اور کہ دارالاسلام میں کوئی مولوی موجود نہیں کہ اس کتاب کی
 جواب لکھ سکے (ٹائٹل صفحہ ۴) بیشک وہ کہتے ہیں جس کا یہ کیا وقت صرف اسی مد تک ہو کہ مسیح
 کا پہاڑی و غلط پڑھ کر کسانوں یا بادشاہت میں یونانی یا حضرت موسیٰ اور داؤد و غیرہ سے
 بڑھ جاتے ہیں (مقی ۱۱ باب ۱۱) کہ وہ تو ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب کو واقعی ایک لوسے کا قطعہ
 سمجھے ہوں گے۔ اور ڈاکٹر صاحب کی اس دینگ اور تعلی سے بے خوش ہو گئے ہوں گے۔

کہو اتنی ڈاکٹر صاحب نے یہ رسالہ سنگلاخ قلعہ بنا دیا ہوگا اور شاید اس تعلی سے ڈاکٹر صاحب کا پادریوں کے نزدیک منصب بھی بڑھ جائے لیکن جو لوگ اہل بعیرت ہیں اور عیسائیوں میں سے بھی باخبر آدمی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ سچے اس کے یہ رسالہ چند ایک عیسائی مصنفات اور مسلمانوں کی اکثر مضموع و ضعیف روایات کا مجموعہ ہے جو جس کے مسلمان لوگ ایک آن میں کر سکتے ہیں وہ ڈاکٹر ثانی صاحب کے اس پہاڑ کی گھاس بھوس بھی زیادہ منزلت نہیں سمجھتے چونکہ ڈاکٹر صاحب کی یہ پہلی ہی تصنیف ہے اور اس میں انہوں نے ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی افراط میں گالیاں دی ہیں اور نہایت ہی بد تہذیبی اختیار کی ہے جس کی حضرت مسیح نے بھی لعنت کی ہے۔ اسی لئے انہوں نے جو مرض جل کر کئے جو انکی طہنیت میں مرکوز معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی لیا۔ کہ مسلمان تو ایسی گندی اور نفرتی کتاب کو دیکھیں گے ہی نہیں اور جواب تک کہانی مت آئے گی۔ پہلو شیخ علی کی طرح بڑا نمک لیں۔ اور پادریوں میں فخر کا نمونہ حاصل کر لیں۔

ورنہ اہل بعیرت لوگ سنجی جانتی ہیں کہ یہ ہی باسی باتیں ہیں جن کا جواب مسلمان بارہا دیکھ چکے ہیں تحقیقی اور الزامی ہر طرح کے جواب با صواب دیکر عیسائیوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ کوئی نئی بات اس میں نہیں ہے۔ پھر گے آپ بڑے جوش میں آکر فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کے اکھاڑے میں سیسوں مرد میدان موجود ہیں جو معارضہ کر سکتے ہیں سخت افسوس کی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو اب تک یہ بھی معلوم نہیں کہ مسلمان شیخ عیسائیوں کا ناطقہ کہاں تک بند کر رکھا ہے کہ معارضہ تو ایک طرف مسلمانوں کے سامنے وہ کھڑے تک نہیں ہو سکتے۔ پادریوں اس بے سوسامانی اور عدم توجہی اہل اسلام کے عیسائیوں کی طرف کوئی کتاب شایع نہیں ہوتی۔ جس کے کسی کسی جواب مسلمانوں کی طرف سے شایع ہوتے ہوں کاش اگر یہ ڈاکٹر صاحب کتاب پیغام محمدی کے تہذیبی کتب مناظرہ اہل اسلام کی فہرست دیکھتے تو ایسی بڑے نہ ہکتے۔ پادری عماد الدین دصفدر علی وغیرہ موجود قیدیات میں ہونے کے اپنی کتابوں کا جواب الجواب نہیں دے سکے اور منہ میں گنگنایاں اٹا کر بیٹھ رہے ہیں۔

سخت افسوس کی بات ہے اور بد بختی سے شرم کی بات ہے کہ پادریوں کے مسلمان لوگ صد ہا بار ان باتوں کو رد کر چکے۔ الزامی و تحقیقی مفصل جوابات دی چکے۔ اس پر بھی ڈاکٹر احمد شاہ صاحب

کی تسلی نہ ہوئی اور پھر انہیں پرانے اعتراضات اور باسی باتوں کو اکٹھا کر کے پیش کر دیا۔
ہمیں اس کتاب کے مطالعہ سے یہاں تک معلوم ہوا ہے۔ اس کتاب میں کوئی جدت
نہیں اور ڈاکٹر صاحب کی ہر دعویٰ کے بعد رسالہ بالکل ایک نیا رسالہ ہو۔ مگر صحیح طور پر معلوم ہوتا ہے
سب وہی اعتراضات ہیں جو پادری فنڈرہ عماد الدین۔ صفدر علی وغیرہ وغیرہ
کر چکے ہیں اور ندان شکن جواب پا کر دم بخود ہو چکے ہیں اور اسی لئے اس کتاب کے جواب کی کوئی
ضرورت نہ تھی۔

اللہ ڈاکٹر صاحب کے یہ محال ضرور کیا ہے کہ ان متفرق اعتراضات کو ایک جگہ اکٹھا کر کے
بسی سہ سہائی میں سرخوشی حاصل کر لی ہے اور نام مشہور ضرور کر لیا ہے۔ جس امید ہو کر عیسائی
دنیا میں اس کی کچھ عزت بھی ہو جاوے اور کوئی منصب اعلیٰ بھی نصیب ہو جاوے۔ مگر اس مقدس رسولؐ
کو صحیح الفاظ میں حرام اور ذرا لکھ کر اور جا بجا گالیاں دیکر اور ہشی خول کر کے اپنی
عاقبت بھی ضرور سنواری ہے جس کی جزا آپ کو قیامت کے دن خود اس حکم الحاکمین کے حضور میں
ملے گی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اس سے پیشتر
اہل تشیع میں سے ہونگے۔ کیونکہ تبرا اور گالی گلوچ اور کتب تواریخ کے رطب و یابس
روایات کی بنا پر طعن ادا کر کے ہا ہنی لوگوں کا کام ہے۔ اس سے پیشتر آپ کے
تبرا بازی اور سب وطن کے صحابہ کرام متحہ مشق ہونگے۔ اب کہ آپ اپنے نئی زندگی حاصل کی اور مسیح
کی عیسائی موت اور لعنتی قربانی (خلیق) پر ایمان لائے اور ایمان سے خارج ہو کر وہی تبرا بازی
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت شروع کر دی اور مسیح کے اس فعل پر عمل کر دیا کہ دوسروں
کا متکاؤ نظر آتا ہے پر اپنا شہیتہ کیونکہ نہیں سمجھتا۔

اس زمانہ میں عیسائیوں کا کچھ عجیب حال ہو رہا ہے۔ سکہ بجائے اس کے کہ اپنے دین کی خیریا
ظاہر کیا کریں اور دین عیسوی کے محسن خلق اللہ سامنے پیش کر کے عیسائیت کی دعوت کریں۔
انکا سامان و ساری طاقت اسی بات میں صرف ہوتی ہے کہ دیگر ایمان کے قبايح و نقائص
بیان کیا کریں۔ مصل رہ نقص ہوں یا نہ ہوں مگر انہوں نے یہ ٹھیکہ ضرور لے رکھا ہے کہ دوسرے کی
خیریاں کو بھی نقائص کے پیرا پر غلام کر دیں اور انہیں کو بھی قبیح کی شکل میں دکھائیں۔

اپنا شہریت لگو کبھی نہیں سوچتا پر دوسروں کا تھکا دیکھتا فرود ہے۔ اگر کسی مذہب کی آسانی کتاب
 میں کوئی نقص بھی ملے تو ان کے مذاہب کی مطلب دیاس روایات و عہدہ و عہدہ کر ان میں
 نقائص نکال نکال پیش کر دیتے ہو گاش! یہ لوگ اگر اپنے دین کی خوبیاں لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے
 تو کس قدر خوبی کی بات ہوتی۔ لیکن ان کو تو خدا کی خود کشی نے ایسا دلیر کر رکھا ہے کہ اب
 انہیں نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ عقبتے کا ڈر۔ نیک اعمال کی تو انہیں مزدت نہیں۔ گناہ سے
 بچنے کی حاجت نہیں۔ ان کے گناہ اور خطا۔ خدا کا مظلوم بنیا۔ مسیح مصلوب پہلے اٹھا چکا
 اب جو چاہیں بکے جائیں۔ جتنا چاہیں کوسیں۔ کوئی پوچھنے والا اور حساب لینے والا نہیں۔
 خدا لگو یہ لوگ غور کرتے اور اپنے عقل خدا داد سے کام لیکر تیر کو کام فرماتے تو بخوبی سمجھ
 لیتے۔ کہ وہ مذہب جس میں خدا خود کنواری کے پیٹ میں گھس گیا روح القدس سے وہ بچا رہا
 حاملہ پائی گئی خدا کا بیٹا عام لوگوں کی طرح فوہا تک خون حیض کھاتا رہا۔ اور پھر مدت معبود کے
 بعد مکان مخصوص پر آمہر اوسا کے بعد ساری عمر کھانا پیتا۔ لہل ہلا کرتا۔ فاحشہ عورتوں سے
 حطر طوتا۔ عورتوں سے پیار کرتا۔ یہودیوں کے ڈر کے مار چھپتا اور بھاگتا رہا۔ اور بالآخر یہودیوں کے
 اعتقادات اور انبیاء سابقہ کے نجات کے بالکل برخلاف خدا کی کا دعویٰ کر کے کفر کے جرم
 میں ہلاک ہو گیا۔ غلطی اور کوڑے کھانے اور بالآخر صلیب پر چڑھ کر رہی گیا۔ لعنتی بھی کہلایا
 اور تین دن دوزخ کی بھی ہوا کھائی اور اس حد تک ذلت اور بے عزتی اٹھائی کہ خدا دشمنوں
 کے بھی نصیب نہ کرے۔ خدا مانا جا رہا ہے۔ اُسے دوسرے پر اقرار کرنے کا کیا آخر حاصل
 ہے۔ لیکن سچ ہے ایسے دُعا دہ لوگوں کے پاس شرم بھی نہیں بھٹکتی۔ اگر خدا کے بیٹے کی خود کشی
 ملے ان کو گستاخ اور دلیہ کر دیا۔ تو بارے دینا ہی کی شرم انہیں دامنگیر ہوتی۔ کہ ایسی لامعنی ہو اس
 نہ کہتے۔ لیکن یہ لوگ تو بولوس کے اس اصول کے موافق کہ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہو۔ ہر
 ایک گناہ مجرم۔ طعنہ زنی۔ عیب بینی۔ تکبر یعنی۔ لعنت ملامت کو شیر باد کی طرح حلال و جائز
 سمجھتے ہیں اور کوئی جرم اور گناہ ان کو ضرر نہیں کر سکتا۔ تو سے۔ طہارت۔ چھائی۔ اور انصاف
 بالکل چھوڑ دیئے ہیں۔ ورنہ اگر ان لوگوں میں کچھ بھی انصاف ہوتا تو اس بات میں اچھی طرح تدبیر
 کر کے لیتے کہ جن کے مذہب کی اپنی مقدس کتابیں یہاں تک گل کھلے ہوئے ہیں کہ اس کے بغیر

اور بزرگ نہ صرف کثرت ازواج کے پیور ہے۔ بلکہ خاص اپنی میثوس زنا کرتے رہے (پیدائش ۱۹ باب ۳۰-۳۸) احنا پھر بھی اُنکا فعل ناپاک نہ سمجھا گیا۔ بلکہ راستبازی کا نمونہ قرار دیا گیا (دوم بطرس ۲ باب ۷) پھر تپنی پنی کر نشہ کی حالت میں مادر ز اور ہمنہ ہوتے رہی (پیدائش ۱۹ باب ۸) اپنی بیویوں کو بہن کہتے رہے (پیدائش ۱۲ باب ۱-۱۶) اور پھر اپنی بہنوں سے متعلقہ روار کہتے رہے (پیدائش ۲۶ باب ۷) اپنے باپ کی حروس (یعنی ماؤں سے) زنا کرتے رہے (پیدائش ۲۵ باب ۱۲) افس ۴۷ (۱۲) کو دیگر مذہب پراعتراض کر نیکا کیا حتیٰ حاصل ہے۔

اُن کے خدا کے بیٹے کے دادا ایود ابن یعقوب اپنی بیوہ نامار سے زنا کیا جس کے نطفہ مبارک سے فارص ولد الزنا پیدا ہوا جس کی نسل مقدس ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا خدا اور خدا کا بیٹا یسوع پیدا ہوا (پیدائش ۳۸ باب ۱۴) (لوقا ۳ باب ۱) اُن کے خداؤں یسوع کے سر پرینہ خود نازداد اجنا ب داؤد نے اور باکی عورت سے زنا کیا اور پھر اُس کے خداوند کو قتل کر دئے (اسکی عورت کو گھر میں قتل لیا اور نہ اُس نکاح کیا نہ کوئی جہیز دیا۔ بلکہ خود ہاشد ہیشہ اُس زنا کاری کو رار اور اُس زانیہ عورت کے حضرت سلیمان کو جس کی مقدس نسل سے عیسائیوں کا خدا پیدا ہوا (۲ سمویل ۱۱ باب ۴) اور اگرچہ معمولی طور پر بائبل میں اس کے آگے لکھ رکھا ہے کہ حضرت داؤد کا یہ نسل خداوند کی نظر میں برا ہو لیکن اُسکا کچھ اعتبار نہیں۔ بلکہ یہ عقو کسی دیندار کی طرف سے پیچھے لایا۔ ہر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ داؤد نے تو کبھی نہ ارت کر کے خدا سے منہ نہیں مڑا اُس کے سوا حکم اُس کے زیر نظر ہے۔ وہ بدکاری سے باز رہا اُس نے خداوند کی راہوں کی محافظت کی اور ہمیشہ وہی کیا جو خداوند کی نگاہ میں اچھا تھا (دیکھو زبور ۱۸ باب ۴) (۲ سمویل ۱۱ باب ۲۲) (لوقا ۳ باب ۳۶) پس یقیناً داؤد کا یہ نسل (زنا) خداوند کی نظر میں بد تھا جسے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا شرنا یا نکل فضول ہے (امہات صفحہ ۱۱۹) کیونکہ خدا تو اس نسل کی تقدیس تحسین کر چکا اور اُسی حقیقہ روزگار سے ڈاکٹر صاحب کا خدا پیدا ہوا۔

پھر عیسائیوں کے خدا کے جدا جدا داؤد کے بیٹے ابلی سلو م نے اپنے باپ سے باغی

ہو کر اپنے باپ کی باندیوں سے قصر کی چھت پر ٹھیک کھرا کر کے نہا گیا (۴ سمویل ۶ باب ۲۰-۲۳) ہر وسیع
 نیکی کی عیسائیوں کے خدا سے آپ ایک فاحشہ عورت سے محبت رکھنے کا پاک حکم دیا (ہر وسیع ۲ باب ۱) عیسائیوں
 کے والد اسلیمان جو مہبطہ جی اور خدا کے برگزیدہ نبی تھے (اسلاطین ۶ باب ۱۱) (۱) تواریخ ۲۸ باب
 ۵-۶ ہزار جو رواں کھین اور آفرانیا ایمان بھی جو عودوں کی نذر کیا۔ محبت عورتیں میں بت پرستی
 کر کے اپنے خدا کو بھی چھوڑا (۴ سمویل وغیرہ) عیسائیوں کا خدا آپ صیہوں کی بیٹیوں کی چاندیوں
 کو گنجی کڑا سے اور انکو انعام نہانی کو دکھانے کا شایق (یسعیاء ۵۵ باب ۱۷) بلکہ نغاب اتار اور
 ناگنگ مٹکی کر کر یوں کو بھی تنگ کر کے کا عاشق (یسعیاء ۵۷ باب) صورت کی گردن کش اور شوخ چشم
 رنڈیوں کو خرچی لیے پر بجا سے والا اور اس خرچی کو اپنے لئے اور اپنے پاک بندوں کو مقدس
 قرار دینے والا (یسعیاء ۴۴ باب) خرقیل نبی کو انسان کے گوشت سے نہ لے اچکا کر کھلائے والا۔
 (خرقیل ۵ باب ۱۲) ہزاروں تنگ پھرت کو اعلیٰ تہذیب کے نمونہ قرار دے والا اور اس فعل کا شکر
 (یسعیاء ۴۰ باب ۵) بنفس نفیس ٹھنڈی ہانوں میں پھرنے کا شایق (دیدائیش ۳ باب ۱۸)۔
 انسان کے بنے ہوئے برج بابل کو دیکھنے کے لئے آتے والے (دیدائیش ۱۱ باب ۴) اور مارحی خدا اور
 رشک اور دوسرے بولیوں میں اختلاف ڈالنے والا (دیدائیش ۱۱ باب ۴) اور عقیقہ کے کٹنے والے
 والا اور انکی ران کو تنگ کر دینے والا جس کی یاد گاریں بنی اسرائیل ران کے بھتیجی کی نس میں حاصل
 نہیں کھاتے (دیدائیش ۴۲ باب) ڈاکٹر احمد شاہ کے خدا کے پاؤں کے تلے جسے یلیم کے
 پتھر کی گچھکاری اور اس کی شفا فی جرم آسمان کی اندر جس کے ساتھ بنی اسرائیل نے کھایا پایا۔ (خروج
 ۴۴ باب ۹) بلکہ رنگ یشب اور عقیق کی مانند (مکاشفات یوحنا ۴ باب ۲) یوسف کی جو رو
 روح القدس عالم ربانی گئی (متی ۱۸ باب) خدا کا ایک جزو کو تکریم کے لئے آتش کی مانند (متی ۱۸ باب
 ۴) اعمال ۳ باب) سبت کے حرمت کو ذاتی غرض کے لئے توڑنے والا (انجیل ۲ باب ۲) مجر دی کی
 حالت میں مرتھا اور اس کی بہن کو پیار کر مٹنے والا بلکہ بہتری عورتوں سے خدمت لینے والا
 (متی ۲۴ باب) فاحشہ عورت کے مال اور خرچی سے فائدہ اٹھانے والا (لوقا ۱۶ باب ۳) لوقا
 ۷ باب ۳۹) بلکہ ایک کچھری کے بدن سے بدن لگانے والا اور عطر ملوانے والا (متی ۲۶ باب
 لوقا ۴ باب ۴) پر لے درجہ کا عہد شکن (شمار ۱۴ باب ۴) بلکہ تعاقبت اندیشی کی وجہ سے

انسان کو پدا کر کے پچھتاوے والا (پیدائش ۶ باب ۶) اور کام کرنے کو تنہا چھوڑنے والا (خروج ۱۳ باب ۱)
پس جن میں ہر ایک پیشواؤں - مقدس نبیوں - خود خدا کے بیٹے کا یہ حال ہو - وہ کہہ
منصب یا کیا جی رکھتے ہیں - کہ دوسرے شخص پر کسی قسم کا بھی کوئی اعتراض کر سکیں - سخت افسوس
اور بڑے ہی تاسف کی بات ہو کہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب سلام علیہ مقدس مذہب کو
سلام کر کے ایسی مذہب میں چلے گئے - جس کے انبیاء - بلکہ خود خدا کے دادا اور دادی شریف اُن کو
شرمتے ہیں اور شرم کے ماری اُن کو سز نہیں اُٹھانے دیتے - اور اصل تو یہ ہے کہ بس مذہب میں
ایک عاجز انسان کو خدا بنا رکھا ہو اُس سے بدتر مذہب اور کیا ہوگا اور اس مذہب کو تو کسی
پر کسی قسم کا اعتراض کرنے سے سخت شرمانا چاہیے - اور آپ کا یہ شعر ہے

سنے سمجھنے کو بات حق نے دینے گوش بولگھ
جنی بظرف جس کے ہوا آج نہ ہو چموش
اول تو آپ کی لیاقت علیہ اور مہارت عروضیہ کو ظاہر کرتا ہے - جو تقطیع وصحت الفاظ اور
لغات کے رو سے بالکل غلط اور امیہات ہیں اور آپ کی جہالت کو طشت از باہم کرتا ہے اور دوسرے
یہ کہ مسلمانوں کو خدا نے گوش حق نبیوں عطا فرمائے ہیں اور وہ عیسائیت کی انگویت کو اچھی طرح
ظاہر کر چکے اور دین مبینی کو پاؤں میں تار چکے ہیں - پس آپ کی یہ تعلی بالکل فضول ہے کہ کون
مسلمان ہے جس کے گوش ہوش اس بات کو حق سمجھ سکیں کہ تین خدا بالکل ذات و صفات میں
ایک دوسرے کے مساوی اور پچھتینوں ایک ہوں - اور پچھتریں ایک میں اور ایک تین میں - اور پھر
کون مسلمان ہے جو یہ نہیں سمجھ سکتا - کہ ہر شخص اپنا اعمال کا آپ جواب دہ ہے کسی کا پچھانسی پاناہ
اور نہ کہ مجرم کفر میں دین خدا کہلا کر دوسرے کے گناہوں میں کچھ خفت نہیں کر سکتا - ایک شخص کی
بیماری دوسرے شخص کے سر نہ پڑنے سے کبھی نہیں با سکتی - اور پھر کون مسلمان ہے جو نہیں
جانتا کہ دنیا گناہ کرے اور میچ سزا اٹھائے - نانی ختم کرے دو تہا چٹی بھرے - ایسا کبھی نہیں
ہو سکتا - اور یہ ہر عقل و نقل اور نظام فطرت کے بالکل برخلاف ہے - اور پھر کون مسلمان ہے
جس کے گوش حق نبیوں اس بات کو نہ سمجھ سکتے ہوں کہ مسیح کے سارے احکام جیسے مال کا بالکل جمع
نہ کرنا - کل کی نذر کرنا - ایک گال پر تاجہ کما کر دوسری گال بھی اُدھر کرنا وغیرہ احکام محض ثنائی
اور بالکل ناقابل التعلیل ہیں - جس پر نہ کبھی کسی نے عمل کیا نہ کبھی کوئی کر سکتا ہے ورنہ غواؤں بھٹی کے

وانت کھانے کے آؤ دکھانے کے آؤ دنیا کے تمام عیسائیوں کا ہمیشہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اور پھر نون مسلمان ہے جو یہ بات نہیں سمجھتا کہ عیسائیوں میں تقویٰ دگن ہوتی ہے۔ اور طہارت (نیک کرنا) اور اعمالِ سنہ بالکل فضول قرار دے گئے ہیں۔ اور نجات محض ایک اسی بات کی تسلیم پر ہے۔ کہ مسیح ہمارے واسطے مصلوب و ملعون ہوا۔ پس اب سستے چموتے۔ نہ بڑا کرنا کی ضرورت ہے نہ بدی سے بچنے کی حاجت۔ ساری شریعتیں لغو۔ سب احکام ناقابلِ تعمیل بنی بدی محض ناپیشی ہے۔ فقہ کروایا اولی الا لباب x

لاپچی عیسائی

مولوی محمد حسین صاحب بنالوی نے اپنا اشاعت السنہ میں نئے عیسائیوں کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ٹکڑا کھا کھا کھانے کے لئے عیسائی ہوتے ہیں۔ اپنے معتق اہلِ باطن بہت بگڑا ہے اور سخت بیچ و تاب کھایا ہے اور اس غصہ میں اور پل کے نو مسلموں کو دینِ فروغ کا خطاب دیا ہے۔ مگر مسلمانوں پر یہ خاصہ آپکا بالکل بیجا ہے۔ آپ کی تو انجیل پہلی اظہارِ مہم ہے کہ شروع عیسائی مذہب کی بنیالہ اذہم پر ہے اور ساری عیسائی اپنی زبان سے قرار کر رہی ہیں کہ عیسائی ابتدا ہی یہ دھم طبع اور لاپچی تھے جو محض دنیاوی لاپٹ سے ایمان لائے ہوئے تھے۔ چنانچہ ولیم میور صاحب صاف اپنی تواریخ کلیسیا میں اقرار کرتے ہیں کہ مسیح کے حواریوں کا نسبت ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی امید میں لگا ہوا تھا۔ مسیح کے گرفتار ہونے ہی سب فروغ ہو گئے۔

پس اگر انجیل کا یہ مقولہ ٹھیک ہو گا تو اپنے استاد سے ڈرنا نہیں ہوتا تو یہ عیسائی لوگ حواریوں کے کس طرح بڑھ سکتے ہیں۔ انکا ایمان بھی حضورِ لایح اور طبعِ دنیاوی پر مبنی ہونا چاہیے۔ اور ہے بھی ایسا ہی۔ یہ ہزار ہا چورسے چار جگہ دامنِ فریب میں لاکر ہادی لوگ عیسائی بنا رہے ہیں۔ اسکا اصلی سبب لاپچہ نہیں تو اؤد کیا ہے۔ یہ ہر منیکروں پادری جو ہزاروں روپیہ تنخواہ پاتے ہیں اور جنگلوں میں مڑے اڑاتے ہیں اگر دنیاوی مغرض سے نہیں تو اؤد کوئی بات انکو اس بات کی طرف براہِ گنجشہ لکھ رہی ہے۔ توجہ ہی سب کی خواہیں اؤد کوئی جائیں۔ پھر کوئی شخص مسیح کا سچا منورہ جائے۔

تو ہم نہیں۔ اگر مصنف کا یہ بیہوشی صحیح ہے کہ مسیحی صرف روٹی کھا کر کھانے کے واسطے بتسہا نہیں
پلٹے اور فی الواقعہ سچے دل سے عیسائی بنتے ہیں تو مصنف اسکا تجربہ کر دیکھیں۔ چھ ماہ کے لئے مشن کا
کام بند کر دیں اور سب پادریوں اور کئی کئیوں اور مشن ہتھالوں کے ڈاکٹروں کو قیلم موقوف کر دیں
پھر اگر عیسائی عیسائی رہ جائیں۔ تو کل دنیا جان سکے گی کہ عیسائی روٹی کے واسطے عیسائی نہیں
ہوئے۔ اگر مشن بند نہیں ہو سکتا تو خود ہی مشن کی نوکریاں چھوڑ کر سرکاری ملازمتوں کی تلاش اور
تجارت و دیگر کاموں کے وہ سچے عیسائی ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ وہ سچے عیسائی ہی نہیں وہ
کیونکہ کیا کریں گے۔ اچھا کچھ نہ کرو۔ استدہا ہی اعلان کرو۔ کہ عیسائیوں پر بلا اعتراض امداد لازم
کر دو روٹی کھانے کے واسطے عیسائی ہوتے ہیں۔ اسلئے مشن اعلان کرتا ہے۔ کہ آئینہ وہ
عیسائی ہیں جن میں داخل ہونا چاہی۔ وہ سچے دل سے ہوں اور روٹی و مشن کی غرض سے نہ ہو۔ کیونکہ مشن
کی طرف اسکی پرورش نہ ہوگی۔ پھر اگر کوئی یہ سنا ہی ہو گیا۔ تو ہم مان لیتے۔ کہ موری صاحب کا قتل
جھوٹ اور پادری صاحب سچے ہیں۔

اجی میاں تم وہ سر سے کر چنوں کو کیا کہتے ہو۔ اور تو اوردہ منہا رمی فخر مولانا مولوی علی علیہ السلام
صاحب بھی محض طمع دنیاوی سے یسوع پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ کے بھائی بند ہی اسکا اقرار کر رہے
ہیں۔ چنانچہ پادری صاحب کو شکش کا احباب مطبوعہ امریکہ مشن پریس لکھنؤ ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء
نمبر ۱۵ جلد ۱ میں لکھتا ہے کہ نیاز مار جسک مصنف صفحہ ۱۷۱ پر عیسیٰ صاحب ہیں عیسیٰ صاحب کی ہند
نفرتی نہیں کہ جس میں لیاں لکھی ہوئی ہوں اور اگر شکہ کی مانند چہرہ نہ ہوا۔ تو اس شخص کی یہ زبانیں
اور یہ ہونے کیوں ہوگا۔ جب ان کو باہر ہندو روپیہ کو کبھی نہ پرچے اور مشن کے شکر روپیہ یا ہوساری
اور کوٹھی لے۔ جسکے احاطہ کے اندر چاہیں تو تیل نکالنے کا کولہو بھی بنالیں۔ ایسے لہجیوں کو کیا
کہنا چاہئے۔

اب آپ کو یقین آیا یا نہیں کہ عیسائی محض طمع دنیاوی سے ایمان لگا ہوئے ہیں اور سچا
ایمان داران لوگوں میں النامہ کا معدوم کا حکم رکھتے ہیں۔ اور اخبار نور افشاں مطبوعہ ۱۳
دہریہ ۱۸۹۵ء نمبر ۱۷ جلد ۱ میں جو انڈیشنل پپر کھلتے لکھا ہے کہ وہ پادری اعلیٰ حکام کی مدد سے
کچھ ہی کر کے دین عیسوی کا متزلزل ہو رہے تو مسیائیوں کا شمار انہیں کم ہوتا جاتا ہے۔ اور

سچ تو یہ ہے کہ کبھی کبھی رفیل خاندان کی کوئی بیوہ اس گروہ میں شامل ہو جاتی۔ ان بانوں سے
صاف ظاہر ہے کہ دین عیسوی میں صنعت آتا جاتا ہے۔ اخبار نویس ملنے ہیں کہ ہم یہ خبر لیں
ہندوستانی دوروں کو سناتے ہیں کہ اب ان کو دین عیسوی کے روکنے کے لئے کچھ بدو جہد
کرنے کی ضرورت نہیں انکی کوشش ہے فائدہ ہوگی۔ اسلئے کو دین عیسوی پر نازل کا فتویٰ
ہو گیا۔ خواہ پادری صاحبان کچھ ہی کیوں نہ کریں۔ اس ملک میں کچھ تاثیر ہوگی۔ پس انہیں وی
کرنے اور لوگوں کو سناتے دو۔ اہل ہند کے لئے کچھ اندیشہ کا مقام نہیں۔

مصنف اُمہا کے دیباچہ پر ایک نظر

تام دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں کے مذہب کی اصل کتاب صرف قرآن کریم ہے۔ جب
حرف حق گنا ہوا۔ نقطہ نقطہ شام کیا ہوا۔ اور لفظ لفظ سلسلہ تو اس سے ثابت ہے۔ اس کے
کسی حرف کسی لفظ میں موافق و مخالفت کو اختلاف نہیں ہے۔ اس کے سند سلسلے کی یہ مثال
ہے کہ آنحضرت م کے زمانہ میں متواتر سنیکڑوں حافظ کلام ربانی چلے آئے۔ اور سکتا بی ہوا
حال ہے کہ آنحضرت م کے زمانہ سے برابر سنیکڑوں۔ ہزاروں اور لاکھوں اہل دنیا و اسلام
کے ہر ایک قصہ ہر ایک کاؤں اور ہر ایک محلہ میں شیعہ پذیر ہیں۔ پس ساری دنیا میں صرف ایک
کتاب قرآن شریف ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا سلسلہ اس دیباچہ تک متصل مسلسل
اور متواتر رکھتا ہے۔ کہ اس کے کسی لفظ کسی حرف کی قطعیت میں کسی قائل کو ذرہ شک نہیں
ہو سکتا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو امور حلام کے تعلق یا آنحضرت م کے اخلاق کی زینت و زان
شریف میں لکھے ہیں وہ اہل حدیث پر تعمی اور عینی دلیل پر پانچ کے قابل ہیں۔ کہ کوئی وہ نہ حضرت
کے زمانہ میں ہی دشمن اور دوست۔ موافق و مخالف میں پھیل جاتا۔ اور ہر ایک شخص۔ کون کا ان میں
پہنچ جاتے تھے۔ ان واقعات کی تسلیم میں کسی دشمن و دوست اس زمانہ میں ہی مان نہیں
کیا۔ نہ آنحضرت م کے زمانہ میں کسی مخالف نے ان واقعات کی تردید میں ایک حرف نہ کہا
بلکہ اس یقیناً وہ واقعات خواہ آنحضرت م کی حالات زندگی کے متعلق ہوں خواہ اہل علاقے کے

متعلق اول مدبر پرانے کے لائق ہیں اور جو اس کے بر خلاف ہونگے وہ یقیناً جعلی بناوٹی اور قطعاً انکار کرنے کے لائق۔ پس مسلمانوں کی یہ اعتقاد ہے کہ جو حدیث نص قرآنی کے مسخ یا مخالفت ہو۔ اور کسی طرح پر قرآن شریف سے اسکی تطبیق نہ ہو سکے وہ یقیناً یقیناً موصوف اور بناوٹی ہے۔

اس تہذیب کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ص کی صفت میں یہ الفاظ فرمائے ہیں کہ اِنَّكَ لَعَلَّ خَلْقٍ عَظِيمٍ کہ تو یقیناً اعلیٰ مدبر اخلاق پر مخلوق ہوا ہو۔ تیرا کوئی خلق کوئی عادت شریعت الہی اور اخلاق اعلیٰ کے برخلاف نہیں۔ اور جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ص کا خلق قرآن کریم تھا۔ آنحضرت ص کا کوئی فعل کلام یا بانی کے برخلاف نہیں تھا۔ آپ کے تمام عادات و اخلاق اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق اور قرآن الہی کے زیرِ حکم تھے۔ پس آنحضرت ص کی بعثت کی ابتدائی عمر (یعنی ۴۰ سال کی عمر تک) کی چال چلن کی شہادت تو اسی آیت سے ظاہر ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَقَدْ لَبِثْتُ اَعْمَارًا مِّنْ قَبْلِهِ۔ میں اس نزول قرآن شریف سے پیشتر ۴۰ سال تک تم پر رہ چکا ہوں نہ میری راستبازی۔ صداقت۔ اعلیٰ چال چلن سے کوئی توقف نہیں۔ ساری عمر میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کوئی امر راستبازی۔ عفت۔ عصمت بر خلاف نہیں کیا۔ پس جب ۴۰ سال تک میں پرے درجہ کا راستباز۔ نیک نام صادق۔ امین نہیں مشہور رہا۔ تو اب وہ اللہ تعالیٰ پر اتر آکر نئے نئے۔ اور الہام الہی کا جھوٹا دعویٰ کرنے لگا۔ اور دعویٰ نبوت کے بعد اچھے چال چلن کی اعلیٰ شہادت وہ آیت ہے۔ جو سورہ لون میں ہے۔ اور جس کا ذکر پیچھے کیا گیا۔ کہ اِنَّكَ لَعَلَّ خَلْقٍ عَظِيمٍ کہ تو یقیناً یقیناً اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق سے متعلق امرا حسن صفات سے موصوف ہے۔

یہ تو قرآن شریف کی شہادت آنحضرت ص کی ساری عمر کے چال چلن کی نسبت ہے جس کے برخلاف نہ کبھی انہوں نے کیا اور نہ بحیثیت ایک مصلح کامل ہونے کے جس کا آپ کا اقرار ہے (امہات صفحہ ۵) وہ کبھی کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس شخص کی تعلیم کا ذکر لوگوں پر کبھی اثر نہیں ہو سکتا جو آپ ص پر مسخ اس تعلیم کے برخلاف کرے۔ بچے بچوں اور مصلحین کا سب سے بڑا

فرض یہ ہوتا ہے کہ پہلے اس تعلیم پر آپ عمل کر کے نمونہ قائم کریں جسکو وہ لوگوں کو سکھایا جائے تو
 میں پس اگر آنحضرت مسلم اچھی شریعت کا ایسا ہی خلاف کرتے۔ یا جعلی آیات بنا کر لوگوں کے
 روبرو غدر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق بنتے۔ تو آپ کی تعلیم کس طرح چل سکتی۔ اہل اس
 ریفارمیشن میں آپ کا میاب کس طرح ہو سکتے۔ پس اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ آنحضرت
 نے جو کچھ کیا حکم الہی سے کیا اور آپ کے پیچھے متبعین کو بھی کبھی اس بات کا شبہ نہیں ہوا۔ کہ آپ اپنی
 مطلب کے موافق آیتیں ٹھہراتے ہیں۔

ہمارا قطعی یہ عقائد ہے کہ جو کچھ کلام باطنی یعنی قرآن کریم میں لکھا ہے۔ وہی
 قطعیت اور یقین کا حکم رکھتا ہے۔ علاوہ بکراں شریعت کا جس قدر حصہ سلسلہ تو اتر سے پائے
 ہے۔ وہ بھی قطعیت کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن وہ احادیث جو صحیح قرآن شریف کے برخلاف ہیں
 یا احادیث کہ کسی عقیدہ یا اصول نہ ہو گئے قائم کرنے کے لئے بکار آمد نہیں ہو سکتیں اور
 نہ ہی انکی تائید یا رد مذہب پر کسی شخص کو اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے۔ بلکہ قرآن شریف
 کے میرے برخلاف احادیث یا روایات تو یک نخت رو کرنے کے لائق ہیں۔

ہمارے دین کی سلسلہ کتابوں کا سلسلیوں ہے۔ کہ سب سے اول قرآن شریف قابل تسلیم
 اور ہر گاہ ہر لحاظ اور ہر حکم میں یقین ہے۔ اس کے بعد اصح الکتب بعد
 کتاب اللہ سچا ہی شریف بشرطیکہ اس میں کوئی حدیث کوئی بیان میرے قرآن شریف
 کے بیانات کے نقیض واقع نہ ہو۔ اس کے بعد مسلم شریف بشرطیکہ قرآن شریف
 اور بخاری کے برخلاف اس کا کوئی بیان نہ ہو۔ اس کے بعد ترمذی۔ ابن ماجہ
 موطا وغیرہ کتب احادیث بشرطیکہ قرآن شریف اور بخاری و مسلم کو صحیح
 برخلاف ان کا کوئی بیان نہ ہو۔ اور باقی ان کتب احادیث میں جو حدیث ضعیف یا احاد
 روایات سے ہو۔ وہ بھی کسی دینی مسئلہ اور دینی عقیدہ کے پیدا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتی
 پس جبکہ ہماری دینی کتابوں کا سلسلہ یہی ہے تو بعد زید و عمرو کی کتابوں اور بکر و خالد کی روایات
 کی بنا پر اسلام اور باطنی اسلام پر اعتراض کرنا صحیح انصاف کا خون کرنا اور ایسا ہی ہے جیٹ
 کوئی شخص عیسائیوں کی مختلف معاملات سے عیسائی مذہب پر اعتراض کرے جس کو عیسائی

نو کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ اور پران۔ مہابارت وغیرہ کی بنا پر آدمیوں پر اعتراض کرے جسکو
بہت بوجھ سی آریہ لوگ تسلیم نہیں کرتے۔

جب یہہ اصول تجویز ہو چکا۔ قراب ہم کہتے ہیں کہ خواہ کوئی قول روضۃ الاحباب
میں سمجھا ہو اور خواہ مایج النبوت میں خواہ حیات القلوب میں۔ اور خواہ تالیف ابو الغدایا میں اور
وہ نفسیہ کہہ میں اور خواہ عالم التنزیل میں۔ سب وہ قرآن شریف اور حدیث میثیہ ثابۃ کے
یضات ہو گا۔ یک لخت رد کر دیا جائیگا۔ کوئی قول اس وجہ قابل قبول نہیں ہو سکتا کہ وہ مایج النبوت
الذیہ کہہ میں ہے۔ بلکہ صرف اسی وجہ کہ وہ قرآن کریم یا حدیث میثیہ ثابۃ کے مطابق ہے۔ مسلمانوں کے
ذہن کی اصلی نگاہیں قرآن شریف اور احادیث میثیہ ثابۃ میں نہکتب تواتر کی امداد یا ضعیف
روایتیں ہیں۔ اس اکثر قرآن و حدیث صحیح کے بھی صریح یا غلات ہیں۔

اصل یہہ ہے کہ علمائے اسلام (خدا ان پر رحم کرے) سادگی سے سب روایات کو کتب
تاریخ اور تفسیر میں دیکھ کر گئے ہیں۔ ان کی متقیق اور تنقید کا خیال نہیں کیا۔ انہوں نے کبھی یہہ
دعویٰ نہیں کیا کہ ہماری یہہ سب روایات و گزارشات من اولی الے آخرہ صحیح اور کالوجی و مسلمہ
ہیں۔ چنانچہ مصنف امہات بحالہ نافعہ سے شاہ عبد العزیز دہلوی نے کہا کہ قول جو صفحہ ۸ میں نقل کیا
ستہ۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ وہ روضۃ الاحباب کو بشرطہ الحاق و تحریف سرفالی ہو
نہ نہ ازہرہ تصانیف ابن ابی بختہ ہیں کیونکہ شیعہ وغیرہ ان کتابوں میں اپنے اپنے مطالب کے لئے
الحاق اور تحریف بھی کرتے پئے آئے ہیں۔ جیسا کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے صفحہ ۸ تا ۱۰ میں بھی
اس امر کو بڑی تفصیل کے ساتھ ثابت اور بیان کیا ہے۔ پس جو کتاب امہات اور احادیث
میثیہ ثابۃ کے۔ نو کوئی کتاب بالکل تحریف سے خالی ہو نہ بکلی غلط و استقام سے مراد ہے۔
پس محقق امہات کہ ہو تو تاریخی واقعات انکار کر جائے کا طعن کرنا (امہات مضموم)
اور یہہ کہہ کہ ہم ان روایات کے بغلات بھی انہی لوگوں کی زبان سے سنا چاہیں گے۔ جسکو ان
بزرگ علماء اسلام بزرگتر ہونے کا دعویٰ ہو۔ اور نیز ان کے اقوال کے غلط ہونے پر کوئی دلیل
لانے کا ارادہ

یہہ پیش بندی اس وقت مفید ہو سکتی ہے۔ اگر ان بزرگ علماء نے یہہ دعویٰ کیا ہو۔

کہ ہماری ساری روایات من اولہ الی آخرہ نقلاً و تہذیباً و تواتراً یا صحیح ہیں۔ پس جب ان بزرگوں کو اپنی ساری روایات کے صحیح یا الہامی ہونے کا خود دعویٰ نہیں تو اگر کوئی شخص ان کے کلام کو تنقید و تنبیح کرے غلط اور صحیح روایات کو جدا اور ممتاز کر دے۔ یا غلط روایات کو رد کر دے تو اس میں ان بزرگوں کی کلام کو کیا و مصداق نہ کہ ہے یا ان لوگوں کا دعویٰ گویا کم علم یا جاہل یا دشمن اسلام ہونا کیونکہ ثبات ہو سکتا ہے جو روایات میں یک نیتی سے سب کی سب انہوں نے اپنی کتابوں میں درج کر دیں۔ اور امانت کو بطور پرہیز گاری نہ لیا۔ یہ اگے ایک محقق یا مجدد کا کام ہے کہ وہ حکم اور امام ہو کر صحیح کو غلط سے اور ضعیف کو قوی روایات سے جدا اور ممتاز کرے۔ اور ان بزرگوں کے بعض اقوال کے غلط یا غیر معبر ہونے کے ذیل جو آپ پوچھتے ہیں تو وہ ہم نے ابھی بیان کر دی۔ جسکے ماننے میں کسی اہل عقل کو ذرا تاثر نہیں۔ نہ کہتے ہیں کہ وہ روایت کلام ربانی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ثابتہ کے (جو سب اسلام کے اصل ماخذ ہیں) برخلاف ہے اسلئے قابل قبول نہیں۔ ان لوگوں کا ادب و تعلیم اور احسان عاقلانہ ہم پر ثابت ہے۔ اور ہم ان بزرگوں کی جوئی کی سبی بزرگی نہیں کر سکتے لیکن ان کو جو روایات میں ہر اہل ادب و معصوم اور ان کے اقوال کو کالوسی من السامعین نہیں سمجھتے، جو بشری تھے اندر ان روایات میں ذاتی راہیں ان کی بھی غلطی ممکن ہے وہ کوئی رسول یا مہم تو نہیں تا ان کی ساری باتیں من اولہ الی آخرہ آسمانی کلام کی طرح قابل محبت سمجھی جائیں۔

اور ان بزرگوں کے سب اقوال کے نہ ملنے پر جو آپ بطور پیش بندی ہم کو یہ مسئلہ ہیں کہ ان لوگوں کی روایات نہ ملنے سے سہماں لوگ تو کہیں کہ اپنے اور پارہ نہ ہائیں گے اور سہماں گراہیں گے اس کے جواب میں یہ گزارش ہے کہ اگر ہم تحقیق کو کام میں لائیں تنقید و تہذیب کسی روایت کو رد کر دیں تو ہم پر بھڑکنا آپ جسے طینت سے آدمی کے کوئی شخص جس سکا ہے ہمارے دین کا اصلی ماخذ ہے اسے اول درجہ پر قرآن شریف ہے اور من بعد ان ذلت علیہ اور صحیحہ۔ تہذیب تو اگر ہم کسی کتاب یا تواتر کی مندرجہ روایت کو قرآن وحدیث کے رخصاف یا ترکیب محنت رد کر دیں تو آپ ہی فرمائیں ہم پر کون شخص منہ نہیں سکتا ہے نہ اسلئے کہ ان روایات قرآن و احادیث صحیحہ ثابتہ ہیں نہ تواتر کی کتابیں مثلاً وہ جو اپنے حضرت زینبؓ کے عشق کے متعلق مختلف روایات میں اپنی احادیث میں صحیح فرمائی ہیں۔ آپ ہی فرمائیں کہ اگر ہم یک وقت رد کر دیں تو کہیں ہم غیر لوگوں کو اپنے اور

الہامی کتابوں کی طرح ہیں پس یہ حال ہے۔ تو مرنے والے تقابلیں کی بنا پر کوئی اعتراض قابل ملاحظہ نہ
 جن کی ہر ایک روایت کو جو کوئی مسلمان کا کوئی منہ لگا کر نہیں سمجھتا۔ کس قدر ظلم اور انصاف
 سے برضا و طوع ہے ہمارا تو اس کتابوں کے معصوم پر بھی خواہ شیخ عبدالحی دہلوی ہوں یا ملا باقر
 مجلسی یا قاضی خاں ہے کہ ہر دائیں ان مفسرین نے کہاں سے لیں۔ جن کا کتاب و بحث میں کہیں نہ
 ہیں تو جو لوگ ان روایتوں کو بنا پر اسلام یا بائنی اسلام پر اعتراض کریں ان کا اعتراض کرنا کفر
 انصاف سے بعید ہو گا۔ ایسا ہی تفاسیر کا حال ہے۔ بیشک بعض تفاسیر بعض تفاسیر معتبر ہیں۔
 لیکن اس کے معنی ہرگز نہیں کہ وہ تفاسیر میں اولہ الی آخرہ بالکل قابل تہم اور الہامی ہیں۔ ان
 میں بھی بعض جگہ غلطی ہو سکتی ہے۔ دایاں بعض جگہ ضعیف بعض جگہ محض شانِ منزل پیدا کرنے کے لیے قیاس
 و روایات بھی منہ رومی کی ہیں۔ بعض جگہ تحفہ راسخ میں جن کے ماننے کے لیے ہر شخص مجبور
 نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف سارے پڑھے۔ احادیث جو وہیں متفق آدمی آپ پڑھا کر سکتا
 کچھ دیکھ لے سہی کہ سکتا ہے۔ غرض کہ خواہ کوئی وادع ہو خواہ تفسیر بہ کسی امر کی نسبت شبہ
 پیدا ہو گا۔ تو مرنے والے حد اور منزل کی تکمیل پر حوالہ کر کے اس کی صحت کی حاجت کیجا علمی جیسا
 کہ ائمہ تعالیٰ و اہل سنت و جماعت نے فرمودہ اللہ والرسول اگر ہم میں کسی بات میں جھگڑا ہے
 تو اتنے اسناد و رسول کی طرف تشریح کرو۔ اس بات کی بڑی دلیل کہ ہم لوگ ان تفاسیر یا نواریں
 میں سے معتبر تھیں کہ صرف بہت نبوی عمہ اور بہتر قرار دے سکتے ہیں۔ نہ کہ ہر ایک
 روایت اور ہر ایک بیان کو۔ یہ ہے کہ اگر ہم ان تفاسیر وغیرہ کی ہر ایک تفسیر اور ہر ایک بیان
 کو الہامی کتابوں کی طرح معتبر سمجھیں۔ تو ہمارے لئے بڑی وقت یہ ہوگی۔ کہ ان تفاسیر و نواریں
 کی کتابوں میں بہت سے بیانات ایک دوسرے کے برخلاف اور متضاد واقع ہیں۔ کافر
 ایک کو مانا جائے۔ تو دوسری کتاب کا بیان اسے رد کرنا ہے پس اگر ان تفاسیر وغیرہ کو من
 اولہ اے آخرہ ہمارے کا سنا معتبر اور معتبر سمجھیں تو گویا ہم عیسائیوں کی طرح ایک ہی سنت
 متضاد باتوں پر ایمان لے لے۔ اور ایک دوسرے کے برخلاف بات کے ماننے والے ٹھہریں
 سہ جس طرح عیسائی اناجیل کے مختلف بیانات کو مانتے ہیں۔ چنانچہ وہ سب کے سب
 ایک دوسرے کی حد اور بعض درجہ ہیں +

گئے۔ اور یہ ملاحظہ باطل ہے۔ پس محالہ یہ ان روایات کی تفسیر ہی کے لئے مجبور ہوں گے۔
اور جس روایت کو مصحف نقل کے مطابق پائیں گے اسے مان لیں گے۔ اور اس کے برخلاف
روایت کو یک لخت رو کر دیں گے۔

اگر ہر ایک تفسیر اور ہر ایک تواریخ من اولیائے آخرہ مستند اور ہادی من السماء سمجھی جائے ضروریہ
تو پھر عیب یا بطل کے لئے بھی بڑی وقت واقع ہوں۔ کیونکہ حاشیہ ان کی تفسیر و تواریخ میں ضروریہ
اختلاف ہے۔ حتیٰ کہ خود بائبل بلکہ انجیل میں بھی سخت و بڑا تضاد ہے۔ پس ضروریہ ہو گا کہ دوہری
ہر ایک بات ہر ایک امر کو کالوچی من السماء سمجھیں۔ شذائت سیم و م انجیل میں ایک جگہ جہاں ان کی
ماں مریم شراب کی قلت کی شہادت کرتی ہے۔ ماں کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اے عورت۔
مجھے سمجھ سے کیا کام۔ اس قول کی تفسیر میں مفسر بائبل جلد اول ۲۱۹ میں کہتے
ہیں کہ بلاشبہ مسیح مہرے جہاں ماں کی بہت گستاخی کی۔ ایسی کہ اس سے بڑھ کر کوئی کلمہ مشتمل
بر ضرارت نہ ہو گا۔

پس عیسائیوں کو چاہئے۔ کہ مسیح مہرے اس قول لی تاویل کریں۔ بلکہ اس گستاخی کو نہ دل سے نفین
کریں۔ اس کے گناہ کے قائل ہوں۔ اور کفارہ سے ماتہ و مونس۔ پس ضروریہ ہو گا کہ ہر ایک تفسیر و
تواریخ کے بیان کو مانعہ ہی پر حوالہ کیا جائے۔ اور اب مئی کتاب پر عرض کیا جائے۔ اگر وہاں سے
اس کی تصدیق ہو۔ تو ان ہیں۔ وہ نہ صاف انکار کر دیں میں جبران ہوں۔ کہ شائق صاحب نے ان کو اس
کی بنا پر کیوں آنحضرت معلوم پر اعتراض کرنے شروع کر دیے۔ اور تاریخی واقعات سے آنکھ بند کرنے
کا الزام ہم کو کیوں دیا۔ (امہات المؤمنین صفحہ ۲) تاریخی واقعات سے تو کس کج انکار نہیں۔ مگر اس امر
سے کس کو شک ہے کہ ان تاریخی واقعات کا سب سے پہلا ذمہ قرآن شریف ہے۔ جس میں آنحضرت
کی نسبت۔ اِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٌ عَظِيْمٌ۔ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ہے۔ پس ایک
ربنا پر خاص کر ایسے بڑے دین کا بانی جو حکام الہی کے نزول کا بھی ساتھ ہی دعویٰ کرتا ہے۔
اسلام ہی کی اشاعت کے لئے سخت سی سخت مصیبتیں برپا ہونے لگیں۔ کسی ممکن نہیں کہ کم از
کم اپنے تئیں اخلاقِ شیعہ سے بھی باز نہ رکھے اور اگر وہ سیاسی کرے صرف لوگوں کو نیک چلنی کی
تائید کرے تو اس کی بات کو کون مان سکتا ہے۔ اور اس کا مذہب کٹس چل سکتا ہے۔ کیا آنحضرت
لے قرآن میں آپ ہی ہو دو یہ طاقت نہیں لی۔ آما ورون اناس بالبر و تودون انفسکم و انتم تطولون

اكتساباً فلا تقفون - یا ایہا الذین آمنوا تم تقولون ما لاتفعلون - کہ تم متاعند امتد ان تقولوا ما لاتفعلون
 پس اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام ہدایات کے ماننے والے اول المؤمنین اور اول المسلمین آنحضرت مسلم
 ہی تھے۔ اسے دیکھ کے مکارم اخلاق کے شتم۔ پس جس تاج میں اس نے ایسا تاج مانتا تھا مانتا تھا
 رجب ہوں۔ خواہ اس کے کھنسنے والا کیسا ہی باعتبار کیوں نہ ہو کبھی مانی نہیں جاسکتی۔ کیا آپ
 نہیں جانتے کہ اگر اس میں تواریخ کو کالوج میں الساتر سمجھ کر ان کو بالکل اپنا دار ایمان بنالیں تو ہم ایک ہی
 وقت کو دو یا کسی متضاد اقوال اور روایات کے ماننے والے ٹھہریں گے اور یہ بالکل خلاف عقل ہے۔ پس
 ثابت ہوا کہ مجھ سے اواد تعارضات قطا کے ان مختلف روایات کو یک لخت رد کر دیر آگے اور
 اصل بیان کو ذرا ان وجد ہم سے سلسلے عرض کر کے اس کی تیقح و تنقید کریں گے مثلاً زید و زید
 کے معاملہ میں بڑا پتے یہ اقوال نقل کیے ہیں۔ صفحہ ۱۷۰۔ ابن بابویہ و دیگر اہل سند ہائے معتبر از
 حضرت امام رہنما رواست کردہ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم روزے برائے کارے برفا
 زید بن حارث برفت۔ حوٹ داخل خانہ زید شد۔ زید بن اور اوبہ کہ غسل ہے کند۔ پس حضرت
 فرمود کہ سبحان اللہ فی غلغلا۔ چون زید بخانہ برگشت۔ زینش خبر داد کہ رسول خدا آمد جنس
 سختی گفت و رفت۔ زید گمان کرد کہ حضرت اس سخن بار برائے اس گفتہ است کہ سن او حضرت را خوش
 آمدہ یا تعلق بہ ۲۷۷

اور پھر صفحہ ۱۷۰ میں علامہ عبدالرحمن الصفوری اثباتی کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں گانت
 بیضا جریلیہ میں زینب رنگ کی گوری حسین و جبریم تھی۔ پس اس کو نبی مسلم نے دیکھ پایا
 چلے دوں بعد زید کے گھر میں۔ پس حضرت کو ذہ بھلی لگی پس کہا۔ سبحان اللہ مغلب القلوب اور
 یہ آنحضرت کے خصایص میں سے تھا کہ جب کسی عورت کو دیکھ پائے اور وہ آپ کو بھلی لگ جاتی
 تو وہ حرام ہو جاتی اپنے شوہر پر۔ اور حرام ہو جاتا شوہر پر اس عورت کا کہنا۔ زینب سلمی تھی
 اور اس نے بیس سن پائی۔ پس اپنے شوہر کو فرمادی۔ اس بات کی پس اس نے کہا کہ یا رسول اللہ
 مجھ کو اجازت دو تو میں اپنی عورت کو طلاق دوں حضرت نے فرمایا اپنی عورت کو اپنے پاس
 اور ڈرا مت رہے اب دیکھو ان دونوں قصوں میں کس قدر اختلاف ہے۔ کہاں عورت کا ننگی غسل کرنا

اگر بولے ہوئے دلچا ہے اور فاضل صاحب نے اس سے یہاں جو کچھ لکھا ہے سارا احوال مرث اس سلسلے میں کہ زینب
 کو بیس عزت تھی وہ کہتا تھا۔ مگر برسہا سال کے نہ دیکھا + اہات معلوم +

اور کہاں اس کے سوتے ہوئے کہاں سبحان الہی مختلف کہنا اور کہاں سبحان اللہ
مقلوب کہنا اور اسی طرح جس جس دیگر کتاب میں یہ قصہ ہے۔ بڑے اختلاف کے ساتھ
درج ہے۔ جو اس کے بنا دلی اور موضوع ہونے کی صاف دلیل ہے۔ اور کسی صحیح حدیث میں تو اس
کا ذکر ہی نہیں۔ قرآن شریف کے اصل مضمون کے برخلاف ہے۔ جس کا کسی قدر ذکر آگے کیا
جاوے گا۔ اس وقت ہمارے عرض یہ ہے کہ اگر ان کتب تواریخ کو منبر لہ بابل یا قرآن کے ہم پائا یا ان
یا دینی اصل قرار دیں۔ تو ہم ہم ایک ہی وقت میں متضاد خیالات مختلف روایت۔ ربط باہیں
حکایات پر ایمان لائے دے پھریں گے۔ جس طرح کہ عیسائی لوگ ان مختلف انجیلوں پر ایمان
رہے ہیں + +

سنت افسوس کی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے مولوی فیروز الدین صاحب کی تاریخ
محمدی کو بھی دیکھا۔ مگر ان سے اس نوٹ کو ملاحظہ فرمایا۔ جو تاریخ محمدی کے جلد کے اول صفحہ ۳
۴ میں ٹھہرتا اس سے پیشتر یہ حق کر کے انہوں نے عیسائیوں کو ایسا متنازعہ کہہ دیا۔ مثلاً
یعنی قرآن و حدیث صحیحہ پر اعتراض کریں یا تمام بغاوت و تاریخ کو ہلے اعتراض نہ قرار دیا کریں
چنانچہ وہ نوٹ یہ ہے۔ معنی یہ ہے۔ کہ کتاب و سنت الاحباب جو تواریخ محمدی پر درج علماء الدین کا
ماخذ ہے۔ کوئی اتنی بڑی کتاب نہیں ہے۔ اور نہ صرف روایت الاحباب بلکہ جس قدر سند فارسی
کی بلکہ عربی کی بھی تاریخیں ہیں۔ ساری بالکل ماننے کے قابل نہیں۔ بلکہ کئی جگہ صرف عام
مورخانہ بیان ہے ان تاریخوں کو بہت مجموعی خود مختار سند نہیں سمجھتے۔ وہی تاریخ نبوی
قابل اعتماد ہو سکتی ہے جو جس کی روایات کو مصنف نے احادیث صحیحہ سے اخراج کر کے درج کیا
یا محدثین نے پرکھ لیا ہو۔ رسول خدا کی حدیث کا سچا ماخذ قرآن و حدیث ہے۔ اس لئے ہر
جس پر مخالفین نے اعتراض کیا ہو۔ قرآن اور احادیث صحیحہ کی کوئی ٹپر پرکھ لینا چاہیے۔
اور اس کے بعد جواب دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ عیسائیوں کو بھی
مناسب ہے کہ وہ ماخذ قرآن و حدیث پر جو چاہیں اعتراض کریں۔ بے پسوج سمجھے۔ ہر ایک طلب
ویا پس تاریخ یا تفسیر کی بات پر متعرض نہ ہوں۔ کہ اعتراض مسلمات پر قابل التفات ہوتا ہے
اور مجھے یقین ہے کہ قرآن و حدیث پر کوئی بھی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے۔ انتہی حاشیہ مصنف

کی کٹری ہوئی اور انہیں ۔ ہر لڑکی کی حاکمیتیں ۔ جہاں تجارت کے مسئلے نے اصل جہاں میں کوئی نہ

تقصیر پیدا نہیں کر سکتے تو دنیا بہ غیر منصفہ و غیر محققہ روایات کتب تواریخ و تفاسیر بھی اسلام
اور بانی اسلام پر کوئی حرف پیدا نہیں کر سکتیں ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چند ایک حور زوں سے
نکل کر اس بار میں کسی مسلمان کو ناہل نہیں اور جس میر محمد قرآن شریف سے ثابت ہے سوا اس کی
نسبت اس قدر کداز ہے کہ اگر مسلمانوں میں صرف ایک جہاں سے کثرت اردوئی ہے ۔ تو آریوں میں
دونوں طرف سے کثرت اردوئی ثابت ہے ۔ وہ کہ کو دیکھو اس میں کبھی کسی علم و دین کے ایک
ایک عورت کو دوسری مرد تک سے ہو کر لے کا حکم ہے ۔ اور پھر یہ بتا جاوے کہ ہر تہ بنے ہر
مرد سے مباشرت کرنا ثابت ہے اور دوسرے میں کچھ انتہا ہی نہیں ۔ چنانچہ ہڈت و یاننگ و بپتہ
بھوسکا سم ۲۱۱۔ انتہا تہ پر کاش جلد ۲۱۶ میں سب کچھ بوزو ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ عا دے مرد
جائے یا اس کچھ بار پڑنے سے عورت دوسرے مرد سے یا مرد دوسری عورت سے اولاد کی حاکمیت میں
نیوگ کرے ۔ ویسا ہی دوسرے مرد کے مرنے اور بیمار ہو جانے کے وقت تہ ہے ۔ دے کے ساتھ بول کرے ۔
اسی طرح دوسویں تک نوٹ چنپی دے ۔ یہ وید کا حکم ہے اسی طرح مرد کے واسطے بھی کہ عورت سے
مر جائے پر یہ عورت کے ساتھ نیوگ کرنے کی اجازت ہے اور یہ وہ یہ مرد کی ہوا دے یا
جائے تو نیوگ جنانے کے لئے دوسویں عورت تک نیوگ کرے +

پھر یہ ہے تعجب انگیز نیوگ کا قاعدہ ۔ حوالا واپس لیا فطرت اور فطرتی عینیت کے بھی ۔ خلاف ہے
کہ اپنا خاوند خندوست مباشرت کر سکتا ہے ۔ صرف اس کی نفی قابل توجہ ہیں ۔ اس انت
وید مندرس کا حکم ہے ۔ اپنی چاہتی اور پر ۔ بیوی کو صرف اولاد کی خاطر ۔
ساتھ ملاوے ۔ اس کا نظریہ دے اور اپنا نیوگ دے +

ایسا ہی عامہ عورت ایک سال تک محبت ذکر کرنے کی حالت میں مرد یا عورت سے رہا جائے
تو کسی سے نیوگ کر کے اولاد میں نکود عورت کا خاوند دھرم سیکھنے کے خاطر سفر میں گاہو ۔
تو اٹھ برس علم و فن سیکھنے تو چھ سال تجارت کی خاطر گیا ہو تو عین ۔ مال خاوند کا انتظار کیے
نیوگ کرے ۔ جب اپنا خاوند سفر سے گھر لو آوے ۔ بیوی کو چھوڑا اپنے خاوند ۔
مل جائے اور بھی کئی سالوں میں نیوگ کرنا مرد می ہوتا ہے جیسے کسی شخص کی بیوی کا یا منجھ

تو آٹھ سال انتظار کر کے - نئی اولاد حاصل ہو۔ تو دس سال انتظار کر کے - سدا رکھ لیاں ہی پیدا ہوتی ہوں۔ تو گیارہ سال انتظار کر کے - عورت دنگ فاد کرنی ہو۔ تو فوراً امت مہلک ہو جائے اور بچہ کر کے بیٹے بن جائے ہمارے آریہ بھائیوں میں ہیں۔ پس تعجب ہے کہ وہ مسلمانوں کے صرف کثرت ازواج بر جو موزوں اور حویلی ہو ہیں کہ نہیں ہے بلکہ حق مصلحت اور تکمیل نسبت کے لئے ہے اعتراف کر رہے ہیں اور اپنا شہرہ نہیں دیکھتے ۹

انہیات المؤمنین کا اجمالی جواب -

ساری کتابیں مصنف انہیات کے آنحضرت م کے چال چین کی نسبت معصوفہ ہیں
 برے اعتراض میں - ۲ اس سے زیادہ اور کتنی ہیں - (۱) آنحضرت نے بہت سی نبویوں کے عیاشی و عیبت پر سختی کی دلائی (۲) آنحضرت نے بعض نبویوں سے عیبت فرمایا جو غریب سے نکاح کیا - (۳) بعض بات میں آپ اپنے انصاف و حکمت کی اور باقی امت کے لئے دوسری چیز کے احاطہ کرتے - ان باتوں کا اجماع جواب یہ ہے کہ آنحضرت پر کثرت ازواج کی وجہ سے عیاشی کا اعتراض اس وقت فوجہ کے قابل ہے جب آپ ثابت کر دیں کہ آپ ہم کی قوم میں کثرت ازواج کا رواج نہیں تھا۔ اور آپ ہم سے ملکی رواج کے برخلاف زیادہ عورتوں سے نکاح کر کے اپنے لئے وسعت پیدا کر لی۔ یا آپ یہ ثابت کر دیں کہ ان کے اگھے نبیوں میں کثرت ازواج کا رواج نہیں تھا۔ یا رواج تو تھا۔ پر ان سے کناہ اور - سدا لٹ اور انہی پر فخر نہیں تھا اور نہ انداز رواج اس کا تم تھا۔ لیکن جب آنحضرت نے دیکھا کہ آپ کے رواج کا نام رواج اور ایک معمولی بات بھی جاتی تھی۔ اور ان کے انہیات اور امتوں میں بھی یہ دستور جاری رہا۔ اور نہایت بالکل بت نہیں۔ تو پھر آپ کثرت ازواج کی نسبت اعتراض جواب دینے کے لائق تو ایک طرف تو جلی لائق بھی نہیں۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ تم اپنی کتاب میں خود آنحضرت کی نسبت لکھتے ہو کہ اب تو حضرت عریکے بلوٹا دیکھے (انہیات صفحہ ۱۰۱) پس جو شخص ایک قوم کا بادشاہ ہو۔ اسے

مکر یا فریب یا جبر کی کیا ضرورت ہے۔ بادشاہوں کو اگر چاہیں تو جو دس کی کیا کمی ہو سکتی ہے۔ اگرچہ جالیس وغیرہ بادشاہوں کی طرف خیال کر دو۔ خوشامد کی مار سے بہتہ ذریعہ آپ بیٹیاں دے جایا کرتے تھے۔ پس ایک شخص جس کے قوائے بھی اعلیٰ درجہ کے مستند اور صحیح ہوں۔ خوبصورت بھی اول درجہ کا ہو۔ قوم کا بادشاہ بھی ہو۔ نبوت کا بھی دعویٰ ہو۔ مقدس بھی تسلیم کیا جائے۔ اُسے لوگ کیا خوشی سے بیٹیاں نہیں دے سکتے۔ جو مکر یا فریب یا جبر وغیرہ کی ضرورت پڑی۔ اس بات کو خیال میں لاؤ اور پھر خیال لاؤ کہ اس قسم کی سب روایتوں کی تردید کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ ایک شخص جو ہم سال پہلے صداق مصروف امین منرا اور ممتاز قوم کا مرتبہ وادائے رہ چکا ہو۔ اور دین جی خاطر ۱۳۴ برس تک سخت ستم مصیبتوں میں رہا ہو اور بادشاہ بنے مال و دولت اکٹھا کرتے اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان کی عورات سے نکاح کرنے وغیرہ کی کچھ پروا نہ رکھتا ہو۔ اور ساری جوانی خدا کی یاد و عبادت شاد۔ ریاضات و مجاہدات تبلیغ رسالت و اشاعت توحید میں صرف کر دی ہو۔ کیا ٹبر یا پے میں تپ کر دیس میں جا کر وہ ایسے چال چلن کا ہو سکتا ہے جیسا کہ تم ظاہر کر رہے ہو۔ بلکہ آخر عمر تک تو انسان ٹبر اسبغیدہ اور متین ہوتا۔ اپنے چال چلن پر کسی قسم کا درصہ لگانے سے بچتا اور اپنے تئیں اپنی قوم کی نظر میں مسند ممتاز۔ متعسطن طعربا نا چاہتا ہے۔ پس کچھ شبہ نہیں ہے کہ عورات کے سب اطمینان کسی شخص سے ذرا بھی آپ م پر طعن نہیں دھرا۔ نہ کسی کے عقائد میں فرق آیا جس سے اطمینان الشمس ہے کہ اندوای کے معاملہ میں آپ م نے جو کچھ کیا ہو گا۔ خواہ وہ بہت کم ہو یا نہ ہو۔ یا نہیں۔ بالکل ملکہ قانون کے موافق اور بناوٹ سے دور ہو گا۔ اور اس سے اس قسم کی سب وایتوں کا جو آپ کے تقدیس کے برخلاف ہو رہی ہیں۔ غلط اور نامعتبر و نابریہ البتہ ہے (۱) **تیسرا** امر کے جواب میں یہ گزارش ہے کہ کسی امر میں آپ م نے اپنے لئے حصہ میث نہیں رکھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیوں کی طرح آپ کو بعض امور میں خاص خاص اجازت دی اور خاص خاص احکام نازل کئے۔ بے شک ہم آپ م پر اپنی مشیوع کے برخلاف کرنے کا عزم بڑے زور سے لگاتے۔ اگر قرآن شریف میں احکام خدا کی طرف سے آپ کے لئے خاص ہو جائے۔ یعنی قرآن شریف میں ان کا کوئی ذکر نہ ہوتا اور

پر ایک ٹوٹا پور آپ بیان کر دیتے۔ کہ یہ حکم میرے لئے خاص ہو چکے ہیں۔ لیکن جب کہ جو حکم امت کے لئے ہیں۔ وہ بھی قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اور جو آپ اس کے لئے خاص کئے گئے ہیں۔ وہ بھی قرآن شریف ہی میں ہیں۔ تو آپ کو اس بات کے اعتراف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی شیعہ کے برخلاف کیا۔ جو حکم آپ کی امت کے لئے ہوا۔ وہ امت کے لئے شیعہ ہے۔ جو آپ کے۔ ہوا۔ وہ آپ کے لئے شیعہ ہے۔ پس آپ پر شرع کی مخالفت کا الزام کسی شخص کو نہیں پہنچتا۔ اس زیادہ سے زیادہ یہ جو سنت ہے۔ کہ وہ اس کی وجہ دریافت کئے کہ آنحضرتؐ کو کون سے امور میں خصوصیت کیوں دی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ دستورِ کلی اور سنتِ قدیمہ کے موافق چند ایک نکاح کر چکے۔ تو ارادہ الہی اس امر کی طرف متوجہ ہوا۔ کہ بسطِ اسلام میں اس پر ہر اور احکام کی تکمیل کی گئی ہے۔ اس وجہ **ازواج** کے معاملہ میں بھی ایک تکمیل اور حلیت کر دی جائے۔ تو خدا نے ایسا کیا۔ کہ باقی امت کو تو چار ازواج تک نکاح کرنے کا حکم دیا۔ مگر اس میں یہ شرط رکھی گئی ہے۔ کہ ان میں سے ایک جو مرد مر جائے۔ تو وہ ان کے بے سے میں دوسری جو مرد کر سکتا ہے۔ آنحضرتؐ کی ازواج کو بوجہ اس حقیقی زوجہ سے علیحدہ وصال و السلام کی وجہ پر چکے۔ تعظیماً وادباً جو کہ کوئی شخص بھی پیش لا سکتا۔ اور اسی وجہ سے خدا نے بھی مخالفت کر دی۔ کہ آنحضرتؐ کی ازواج کو آپؐ کے وفات کے بعد کوئی شخص نکاح نہیں کرے۔ سو اس کی جگہ آنحضرتؐ کو آپؐ کے بعد سے عورت کرنے یا بدلنے کی مخالفت کی گئی۔ اور چونکہ آنحضرتؐ کی تعداد ازواج میں زیادہ یہ مصیبت بھی تھی۔ کہ **زوجہ** کی اشاعت میں ان سے دوسرے اس لئے ان کے پاس باری باری رہنے کی بھی قید نہ رکھی گئی۔ تاکہ جس عورت کو زیادہ دیر تک سہل دین کی تعلیم کرنی چاہیے۔

روک نہ رہے۔ +

جو شخص خیال کرے کہ آنحضرتؐ نے امت کے لئے دو ستر احکام سکھائے۔ اور پتے پتے خاص احکام بتائے۔ وہ اس بات میں غور کرے۔ کہ اگر یہ ساری کارروائی اللہ کے کی طرف سے نہ ہوتی۔ تو آنحضرتؐ کو کیا پڑی ہوتی۔ کہ امت کو اس طرح کے احکام سکھائے کہ وہ انہیں اپنے اوپر چھڑائی مخالفت کا الزام لیتے۔ انہوں نے تعداد ازواج کو ہم میں کیوں محدود کیا۔ عمل کی شرط

ایسوں لگا ئی۔ تاکہ آپ پر کوئی اعتراض ہی نہ ہوتا۔ پس جہاں تک خیال کیا جاتا ہے۔ اور جس قدر
 سوچا جاتا ہے۔ صاف معلوم ہے کہ یہ فخر ہے کہ اس کا جملہ اور افترا نہیں بلکہ سب الہی حکام
 ہیں جن میں سے بعض اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کے لئے اُن کی حالت کے لحاظ سے خاص کئے اور باقی
 سب احکام میں امت اور محنت کے لئے شرکت رکھی۔

یہ خاص احکام صرف حضرت رسولؐ ہی پر نازل نہیں ہوئے۔ بلکہ نہایت زیادہ بھی
 نازل ہوئے رہے ہیں۔ جیسا کہ تورات وغیرہ سے ثابت ہے حقیقت میں نبیؐ اور اُس کی امت
 کی حالت ایک نہیں ہوتی چونکہ وہ دین کی اشاعت کا ابتدا ہوتا ہے۔ اس لئے مصلحتاً بعض احکام
 اُن کے لئے خاص کئے پڑے ہیں۔

تعداد ازواج پر مصنفات کی امی اور پر صحبت

مصنفات امہات اپنی کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں کہ تمام عیسائی قائل ہیں کہ عہد
 قدیم میں کثرت ازدواجی اس مانسی تہذیب کے اندازہ سے حلال و مشروع
 تھی۔ بنی اسرائیل نے اس رسم کو اپنے پیشینیوں کی تقلید میں جاری رکھا۔ اُن کے اسباب و مصلحتیں
 امتحان کجوار کو تسلیم کی۔ مگر عہد جدید میں جو مسیح موعود کی بعثت سے شروع ہوا اور جس نے
 بنی آدم کی ترقی تہذیب کا نیا سنہ جاری کیا۔ وہ رسم و طلاق کے ساتھ ہوشہ رہی ہے۔
 گئی +

میں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ لکھنا بالکل غلط بلکہ غلط ہے حضرت مسیحؑ میں کچھ نہیں
 وایا۔ کہ کثرت ازدواجی مسخ ہو گئی۔ یا تورات میں کوئی حکم بدل گیا۔ بلکہ وہ صاف وہاں ہے
 کہ فقہ اور مذہبی سوئی کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ جو کچھ وہ نہیں کہیں۔ وہ کہو۔ +

اور پھر وایا۔ کہ میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ بلکہ اسے پورا کرنے آیا ہوں۔ اور جو
 تورات کے سب سے چھوٹے حکم کو مانتا ہے۔ اور ویسا ہی دوسرے کو سکھاتا ہے۔ اس لئے

کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا (تھی ۵۱ باب ۷) پس حضرت مسیح ہم انبیاء و رسل کے برخلاف کس طرح تعلیم دے سکتے تھے۔ اور یہی دم کی قرینت کو چھوڑ کر کوئی نیا حکم اس کے برخلاف کس طرح دے سکتے تھے۔ وہ تو صرف قرینت ہی تعمیل کرنے کے لئے آئے۔ اور صرف بنی اسرائیل کی کھوٹی ہوئی غیر پاک لئے آئے تھے یہی تعلیم بقدر آجنگاہ کی طرف یا حواریوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے سب بناوٹی اور جعل معلوم ہوتی ہے۔

اور یہ بھی قول ہی جب سارے انبیاء و رسلیت تدبیر ہی کی تعلیم دیتے گئے۔ تو حضرت مسیح ہم کس طرح شرائع سابقہ کے برخلاف ہی تعلیم دے سکتے تھے۔ ایک نبی تدریس تعلیم میں حق و ناجحید و اصلاح تو رسم زمانہ کے بموجب کر سکتا ہے۔ مگر وہ شرعیہ ہی کو جو رد و رد نہیں کر سکتا + پس جب مسیح ہم فوجی قرینت ہی تعمیل کرتے رہے۔ دوسروں کو بھی اسی کی تعمیل کے لئے حکم دیا۔ تو اس سے ظاہر ہے کہ قرینت کے بالکل نقیض تعلیم ان کی طرف منسوب کرنا صحیح غلط ہے اب اگر مسیح ہم نے بالکل ہی تعلیم جاری کی۔ تو یہ ہم کا وہ فرمان غلط ہے۔ کہ میں قرینت کو منسوخ کر رہا ہوں نہیں کیا۔ اور اگر وہ فرمان صحیح ہے۔ تو جس قدر ہی تعلیم قرینت کے برخلاف ان کی طرف سے جاری کی جاتی ہے۔ وہ غلط ہے۔ اور ان میں سے ایک بات کی تعلیم سے عیسائیوں کو چارہ نہیں۔ پس جب مسیح قرینت ہی تعمیل کرنے کے لئے آئے۔ اور فریسیوں کو قرینت کے اقوال پر ہی عمل کرنے کے لئے تنقید فرماتے تھے۔ تو ان کے مہربانوں نے مسیح سے سختی نہایت جاری کی۔ نہ صرف دروغ بے فروغ ہے۔ کیا آپ بچوں کا دل بھلا جتے ہیں۔ انجیل حتیٰ کی ان اور عبادات اور لوگوں میں سمجھ سکتا +

اچھا حضور میرے دیر کے آپ کی خاطر مان لیتے ہیں۔ کہ مسیح ہم نے بتقلیل ہی قرینت کو عیب دار یا کراس کا تختہ پھٹ دیا + عبرانی ۱۸ باب ۱۸ و ۱۹ اور اس کا نظریہ آشوت قرینت ایک طرف اسے تقویم پارسینہ قرار دے کر اس کا ہم دشمنان نہ چھوڑا۔ بلکہ نہایت کے پارسینہ کو سختی قرار دیا۔ (سبرانی رومی و ۱۹) اور تہذیب کا نیا سند ہدی کر کے تعمیل سے عیب تقوٰی اور طہارت۔ محنت و حرمت۔ سب کو نیک باد کی ۱۔ طہار ۱۵۔ اچھا تہذیب و نیک تہذیب کے سختی سند میں مسیح ہم نے ہماری ممانعت کی کہ یہ وہ عیوب و

یا زیادہ جوروں کرنا تو حرام ہے۔ مسیح دم کے تھیں اور فرسیوں کو زنا کاری اور نفاق پر
 ضرور جا بجا کوسا اور متنبہ کیا۔ مگر یہ کہیں بھی نہ فرمایا۔ کہ اسے ایک سے زیادہ نکاح کرنے والو
 یا بہت سی عورتیں رکھنے والو۔ تم پر افسوس اگر اس سے بجا کو نہ آپ کا مقصود ہوتا۔ تو ضرور
 صاف صاف کثرت ازواج کو آپ اڑاتے۔ اس سے خدا کو آپ نے ضرور فرمایا۔ کہ شروع
 میں خالق نے ایک ہی اور ایک ہی عورت پریدہ کی اور کہ عورت ماں باپ کو چھوڑ کر مرد
 کے پاس جا رہی ہے۔ اس لئے ان کو یکاگلت امتیاز مکنی چاہیے۔ اور پیدہ و محبت کی مکتی نہ ہو کر
 چاہیے۔ طلاق نہ دینا چاہیے۔ (سنی ۱۹ باب ۴) مگر اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔
 کہ مسیح دم نے کثرت ازواج کی ممانعت کی۔ بلکہ اس سے تو پہلے سے بھی کثرت ازواج کی ہمت ہو گئی
 کہ اس سے ہمیشہ آخر طلاق تو جائز تھی جس کی وجہ سے بقول آپ کے کثرت ازواج میں کچھ سخت ہو
 سکتی تھی۔ اب طلاق بھی جائز نہیں رہی۔ جتنی شرعی جوروں ہوں۔ اپنے پاس ہی رہنی
 چاہئیں۔ چنانچہ ان فرسیوں کا جو آزمائش مسیح دم کے لئے آئے تھے۔ سوال بھی طلاق ہی کی
 مابت تھا۔ کثرت ازواجی کے روائے یا ناروا سونے کی نسبت ان کی کوئی کھٹک نہ تھی۔ سنی ہا باب
 ۳ دیکھو۔ اور فرسی ہمسائی آزمائش سے اس سے پاس لئے۔ اور اُس سے کہا کیا۔ روا
 ہے۔ کہ مرد و ہر ایک سبب اپنی جو رول و طلاق دیدے۔ اس کے جواب میں
 مسیح دم نے فرمایا۔ اوسمحا یا کہ عورت کو بے وجہ محض عیاشی کی خاطر طلاق نہ دینی
 چاہیے۔ اس لئے کہ شروع میں خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت بنائی۔ اور کہ اس لئے
 اپنے ماں باپ کو چھوڑے۔ اور اپنی جو۔ سے مل رہے گا۔ اور وہ دو ایک بن جائے۔
 پس جسے خدا نے جوڑا انسان نہ توڑے +

پس یہی اس جواب سے اور فرسیوں کے سوال سے اُس کے سواے اور کوئی نتیجہ مستنبط
 نہیں ہوتا۔ کہ مسیح دم نے عورت اور مرد کو ایک۔ بن ہوا رہنے کا حکم دیا۔ اور محبت اور یکجہلیت رکھنے
 سے لئے باقربا یا اور طلاق کی ممانعت کی۔ اس سے ایک ہی جو رو کرنے کی کثرت ازواجی کے تعلق
 میں کھٹک نہیں ہے +

ڈاکٹر صاحب۔ آپ ان الفاظ سے کہہ رہے ہیں کہ شروع میں ایک ہی مرد و ایک ہی عورت

پیدگی۔ دھوکا نہ کھائیں۔ اور نہ سمجھیں۔ کہ اس سے ایک مرد کے لئے ایک ہی عورت کا ہونا
 یہ الفاظ محض کمال اتحاد اور یکا نگشت کی تاکید کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ان کو ایک نہ دہر رکھنے
 سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ قریشیوں کا سوال کثرت ازدواجی کے جواز یا عدم جواز کے متعلق نہیں
 تھا۔ ایک سوال معنی طلاق کے متعلق تھا کہ کیا فکرو روا ہے۔ کہ ہر ایک سبب اپنی جو رو کو
 چھوڑ دے۔ اس کا جواب سیم نے دیا کہ شروع میں خانی نے ایک مرد اور ایک عورت بنائی۔
 پس ان دونوں کو ایک جہن اور دو قالب ہو کر رہنا چاہئے۔ اور انسان کو یہ تعلق ہرگز توڑنا نہیں
 چاہیئے +

نزولِ تورات سے پیشتر حضرت ابراہیم واسحاق و یعقوب جیسے انبیاء نے شرع کثرت ازدواجی
 پر عمل کیا ہے۔ پس بنی اسرائیل ہی کے لئے کثرت ازدواجی جائز نہیں ہوئی۔ تاکہ اجائے۔ کہ ایک ہی
 مرد اور ایک ہی عورت کے الفاظ سے کثرت ازدواجی کی ممانعت مقصود ہے۔ یہ تو واضح مسئلہ ہے
 کہ اتفاقاً دنیا اور نبیاء قدیم سے کثرت ازدواجی کا رواج رہا۔ پس اس ایک ہی مرد اور ایک ہی
 عورت سے ممانعت کھانا۔ کہ شروع میں ایک مرد کی ایک ہی عورت ہوئی تھی۔ ٹھیک سبب
 ہے +

قریشیوں نے سیم سے طلاق ہی کا مسئلہ پوچھا۔ اور اسی کا سیم نے جواب دیا پس سیم
 کی اس گفتگو اور طرزِ کلام کو کثرت ازدواجی کی ممانعت یا عدم ممانعت سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ اور
 محض طلاق کی ممانعت کا المقصود ہے۔ تو اس سے حضرت سیم نے اپنی قوم میں کثرت ازدواجی کو ہم
 بھی وسعت دی نہ کہ گھٹا با۔ کیونکہ اس سے پیشتر آخر بنی اسرائیل میں طلاق تو تھی۔ انسان عقلی
 جو روں کو چھوڑ کر نئی جو رو کو یکساں تھا۔ مگر سیم نے اس قول نے طلاق کی ممانعت قطعاً کر کے
 کثرت ازدواجی کو اور بھی وسع کیا۔ اور اس امر کی تاکید کی +

اور حضرت سیم نے اس قول سے کہ شروع سے ایسا نہ تھا۔ یہ مقصود نہیں کہ
 شروع سے کثرت ازدواجی تھی۔ بنی اسرائیل کے لئے سدا رکھی گئی۔ اور اب منسوخ ہو گئی۔ بلکہ حضرت
 سیم نے اس قول کا یہ مطلب ہے۔ کہ شروع سے طلاق تھی۔ کیونکہ اگر یہ سمجھا جائے۔ کہ شروع سے
 کثرت ازدواجی تھی۔ تو یہ تو واقعہ کے برخلاف ہے۔ حضرت ابراہیم واسحاق و یعقوب وغیرہ سب

انبیاء عظام جو توریث سے پریشتر ہوئے ہیں۔ کثیرالازواج تھے۔ تمام دنیا میں کثرت الازواجی کا کمال مروج رہا۔ پس از شروع سے ایسا نہ تھا، ان الفاظ کو مسئلہ کثرت الازواجی کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں +

ڈاکٹر صاحب کا قول دہشتی ۱۹ باب ۲۸ سے یہ سمجھا۔ کہ انسانی سخت دل نے جو رول کی تعداد بڑھائی یہ بالکل غلط ہے۔ سخت دلی کو کثرت الازواجی سے کوئی تعلق نہیں۔ سخت دلی کے الفاظ بعض طلاق سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ غریبوں نے حضرت مہمہ یہی کہن تھے۔ کہ پھر مونس نے کیونٹ حکم دیا۔ کہ طلاق نامہ اُسے دے کے چھوڑ دے پس انہوں نے حضرت موسے دم کے مجوزہ طلاق کی حکمت پوچھی تھی سو اس کی جواب حضرت مسیح م نے دیا تھا۔ کہ تمہاری سخت دلی کے سبب۔ تم کو جو رول چھوڑ دینے کی اجازت دی۔ پر شروع سے ایسا نہ تھا۔ یعنی نزل توریث سے پریشتر طلاق قطعاً نہ تھی۔ جو رول آپس ہی رکھنے کا حکم تھا۔ کسی طرح طلاق دینے کی اجازت نہ تھی۔ تم کو صرف تمہاری سخت دلی اور قساوت قلبی کے سبب طلاق کی اجازت ہوئی۔ کیونکہ تم لوگ عورتوں سے حسن بات نہ بناؤ جس سوک نہیں کرتے۔ اس لئے تم کو طلاق کی اجازت دیدی گئی۔ کہ کسی عورت سے عورتیں تمہارے پیچھے علم سے تو چھوٹ جائیں۔ ورنہ تم لوگوں سے پریشتر لوگ سخت دل نہیں تھے۔ نہ عورتوں کو ستا دیتے۔ اور اس لئے ان میں طلاق جاری نہ تھی +

پیشتر صاحب بتیلیا و کمیں یکہ کثرت الازواجی سخت دلی کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ طلاق سخت دلی اور زبرد سوک کا نتیجہ ہے۔ اور طلاق ہی کے ساتھ سخت دلی کا تعلق ہے آپ کی بیٹھوٹ بالکل غلط ہے۔ جواب خواجہ احمد علی صاحب سے کہ ان کے دروازے کے نزدیک سخت دلی کا تعلق کثرت الازواجی کے ساتھ لکھتے ہیں +

اور ڈاکٹر صاحب کا یہ لکھنا کہ کثرت الازواجی کی رسم ہمیشہ طلاق کے تو آم ہی ہے۔ کس قدر غلط اور غلطیسم الشان درود ہے +

طلاق کا جو از تو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا (دیکھو دہشتی ۱۹ باب ۱۸) اور کثرت الازواجی حکم طلاق سے پیشتر بھی اس زمانہ کی مجذوبہ کے انداز سے حلال و مشروع نہ تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت

اسحاق یعقوب وغیر انبیاء کثیر الانواع تھے کہ طلاق اُس زمانہ میں بالکل جائز نہ تھی۔ طلاق صرف یہودیوں کی سختی کے سبب مقرر ہوئی۔ پس طلاق اور کثرت ازواج کو لازم ملزوم قرار دینا کس قدر اتعجب برضات اور صداقت کا خون کرنا ہے۔

کثرت ازواج اور طلاق لازم ملزوم نہ ہرگز نہیں۔ انہیں کو قائل ہوں کہ یہ سینکڑوں لوگ کثیر الانواع ہو چکے۔ و طلاق کسی کو نہیں دیتے۔ و ثلوث استہم نہیں کوئی بھی کسی عورت کو طلاق نہیں دیتا تھا اور کسی شخص ایک ہی عورت نکاح کر کے اسے طلاق دینے میں ہرگز دوسری عورت نہیں کرتے۔ پس کثرت ازواج اور طلاق کو لازم ملزوم کہہ کر کس شخص کا نتیجہ ہے۔

و اگر صاحب، اگر صاحب تو تھے ہی مطلق ہی ہو کر ہی بت پہنچ کر اسلوا، لاطول اور یمن کو بھی ان کو زیادہ ملی علوم سے بھی استفادہ رجالت اور کتاب بنائے کما اداہ کرنا نامہ میں ریش و نش۔

جب طلاق اور کثرت ازواج لازم ملزوم نہ ہوتے تھے اس کثرت ازواج کی گروہ سے کہیں ممانعت نہیں فرمائی اور طلاق کو کثرت ازواج سے کثرت ازواج کی گروہ سے کہیں نہ کہ پکچہ کی۔ اور اسباب ایک اور دلیل ہے کہ گروہ شریف بوجہ کثرت ازواج کی زیادہ دیاں نہیں کرتے۔ گروہ عیسائی فرقے تعداد ازواج کو بجا نہ رکھتے ہیں۔ یہ امریکہ میں فرقہ مار میں اور بہت سے عیسائی بادشاہ عیسائی پادری زیادہ جمعہ وال کرتے رہے۔ چنانچہ امام فرخ خان ابن کثرت ازواج کو بجا نہ رکھتا۔ ان کثرت ازواج کو بجا نہ رکھتا۔ وہاں سے بجا نہ رکھتا۔

اگر کثرت ازواج کو بجا نہ رکھ دیا ہوتا تو پولوں سول اپنی خطیں کبھی تین دن لگاتے کہ کلیسیا کا کھانا پادری بے عیب آئے۔ جو رکشا شوہر ہو گا صاحب نمین شایہ سے سادہ درست ہو اور اتفاقاً اس باب ۳ باب ۴ میں اور ایک ہی جو رکشا ہو (طیس اباب ۶) کیونکہ اگر کثرت ازواج کو بجا نہ رکھ دیا ہوتا۔ تو ایک پادری کی تین دن کی حاجت تھی پس آتے ایک احمق سے اس کی بھیج کتاب ہے۔ اگر حضرت مسیح نے اپنے اس حکم ممانعت طلاق سے کثرت ازواج کو بجا نہ رکھ دیا ہوتا۔ ان دنوں عیسائیوں میں

کو جس کی حارثین یک تعریف کرتے ہیں۔ عیاشی اور عیب ناک بتاتے ہوئے اور آپ کے
 یہ ہر الفاظ کہ صبر و استقامت کی تہذیب کا نیا سنہ جاری ہوا۔
 تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی۔ تہذیب اور شائستگی سے مذہب مسیحی
 کو کیا تعلق ہے جس مذہب میں تیسل شریعت لغز و لکھت کا موجب ہو۔ نیکی کرنا۔ بدی سے
 بچنا۔ لغوی اور لہجات۔ سب فضول ہو۔ اعمال راہگان اور رفت میں نجات ہو۔ سوا گندگی۔
 بد تہذیبی۔ کمال کلمہ و دین کے جو آپ صاحب کلام ہے اور اس کتاب سے ظاہر ہوئے ہیں اور کچھ زیادہ
 جا کیا تہذیب کی اصل ہے۔ ایڈسکتی ہو۔ یا دسی ٹیلر صاحب تک تو عیاشی چال چلن۔ دنیا کاری۔
 شرابخواری کی فحشیت کرتے کرتے تھک گئے اور انہوں نے ان تین لغتوں کو مسیحیت کے لئے لازم
 ملزوم ٹھہرایا اور آپ نئی تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے نئی تہذیب دیکھتے ہوئے تو یورپ کی سڑکیوں
 کا اندرونی حال دیکھ کر لندن کے اسٹریٹس کے اسرار مطالعہ کو تو آپ کو کئی ترقی تہذیب
 کے لئے سنہ کا پتہ لگ جائیگا۔

شراب نوش قوم کوئی عیاشیت بڑھ کر ہے ہی نہیں۔ اور شراب وہ ام الخبائث ہے
 جو تمام گناہوں۔ شراروں۔ گندگیوں اور ناپاکیوں کی خیر ہے تمام عقائد اس کی خباثت اور
 بُرائی پر متفق ہیں جو مذہب مسیحی کے رو سے مشروع اور جائز ہے۔ بلکہ مسیح نے معجزہ
 کے طور پر سب سے پہلے شراب ہی بنائی پیلوس اصفہ کی کردی کے لئے اٹھا دیتا ہے۔ بلکہ
 عشاءِ مدانی میں شراب اس رسم مقدس کی ایک جزوِ اعظم ہے۔ پس جن لوگوں میں شراب عیسیٰ
 ام الخبائث چیزِ جائز ہے۔ وہ کسی قوم کو بد تہذیبی کا الزام نہیں لگا سکتے۔ ان کو تو مارے
 شرم کے آپ چلو بہرائی میں ڈوب کر رہنا چاہئے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ نکمیل شریعت
 کے لئے شریعتِ ازواجی کا مایہ ناز و فروری تھا کہ خلق کو گناہوں کے لئے کوئی عذر نہ رہے۔ اور
 بہ حالِ زمانہ کوئی سے دور سرانجام کر لینا بہتر ہے اور چونکہ کثرتِ الازدواجی انبیاء کا فعل ہے
 اسلئے مجبوراً حق کے کسی شخص کو انوارِ حق کے کاسِ حق حاصل نہیں۔ مشرعی نکاح ایک آدمہ کر لینا
 اس میں کیا بُرائی اور کیا عیاشی ہو سکتی ہے مگر شرابخواری تو ایسا ناپاکی اور بد تہذیبی کا
 کام ہے کہ شرابخواری سے بڑھ کر کوئی عیاشی نہیں۔ کیونکہ الازدواجی کی مذمت میں انسان

کشتا ہی مبالغہ کرے۔ مگر ہر حال شراب خواری سے اُس کا درجہ کم ہی رہے گا۔
 مشروب تو انسان کو انسانیت سے خارج کر دیتا ہے۔ دو تین پاکیزہ
 عورتیں ضرورت کے موافق شہرِ طہل انسان کر لے تو ہمیں کیا قباحت کیا عیاشی ہو سکتی ہے گزشتہ انجوائی
 تو انسان کو دین و دنیا کے کام کا نہیں چھوڑتی اور لذت اور عیاشی کی لذت مائل کر کے انسان کو خسرو الدنیا
 والا خرو کا مصداق بنا دیتی ہے۔ ہزار گانا نوازین کو ترانے تباہ کیا۔ جڑیم کی تعداد بڑھائی۔ سلطنت
 خاک میں ملا دیں۔ چنانچہ یورپ میں بھی شراب کی قباحتوں پر دھواں دھار لیکچر دیکھ کر جا رہی
 ہیں جو اسلام میں پہلے ہی سے پرلے درجہ کی ناجائز۔ ممنوع اور اُن کی صورت تک۔ بیچھڑا کر
 ہے اب آپ انصاف کرنا کہ پرہیزگاری کا درجہ اسلام میں زیادہ ہے۔ یا عیسائیت میں عیسائی
 تہذیب کے موافق تو دنیا کی سزا ہی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح نے ہی اُس زانیہ عورت
 کو سزا نہیں دی تھی جس کا انجیل اٹھائے گا اب میں ذکر ہے۔ پس جس مذہب میں شراب انجوائی عام
 رایج اور جائز ہے۔ دنیا کی کوئی سزا مقرر نہیں۔ رقت میں نجات ہے۔ تقویٰ و طہارت
 کی ضرورت نہیں۔ اس مذہب کے بڑے بڑے ادرکس مذہب میں عیاشی زیادہ ہو گئی۔

عیسائیوں میں طلاق

بیشواؤں اور اجماع کی عیسائی مذہب میں مانعت نہ ہونے کا ذکر تو اوپر ہو چکا۔ اور ڈاکٹر احمد شاہ
 صاحب کی ساری سچی گری ہو چکی۔ اب طلاق کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ کہ آیا عیسائی
 کو ڈاکٹر صاحب لکھ رہے ہیں۔ پر عیسائی مذہب میں طلاق نہیں یا بعض حالتوں میں
 عیسائی مذہب میں بھی طلاق ہو سکتی ہے۔ سو یہ بات تک غور کی گئی ہے۔
 ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ عیسائی مذہب میں طلاق نہیں ہے۔ انیسویں
 کو ایسا فاضل جھوٹ بولتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو شرم نہیں آئی۔ اور بلاشبہ آپ نے
 اگلا حصہ بیان سچ کا جو طلاق کے تعلق تھا قصداً چھپوایا ہے۔ مسیح نے تو دنیا کی حالت میں موت
 کو طلاق دینے کی اجازت دی ہی ہے۔ پس اگر عورت مرد کا تعلق ایسا ہی خوشنک ہو۔ مباح کہ

کوئی خیال نہ کیا کہ اگر اس کا مرد زانی اور ہرجائی ہو تو وہ بھی مرد سے تہ امتیاز کیسے اطلاق
 لے لے کیا یہ ہر صحیح بے انصافی اور ظلم نہیں ہے۔ چھڑا کیا یہ کہنا۔ کش غفلت بربط اور صریح
 جھوٹ ہے کہ فطرت نے کسی ایک کی رعایت نہیں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے نگہنے
 کے وقت آپ عشاء باقی کھا رہے ہیں۔ یا ہضم کی کمزوری کے لئے تہوری سچی پیڑھے ہیں
 جو صبح انجیل کے بھی برخلاف ان اپنا اپنا ٹاپ ہانک رہے ہیں۔ پہلا پتہ بتلایا
 کہ مرد اپنی جبر کا زنا کس طرح ثابت کرے۔ ایک مرد ہے۔ جس نے اپنی عورت کو
 ایک مرد کے۔ باتہ ناگفتنی فعل کر کے۔ بے کچرا۔ اور دوسرا اس وقت کوئی گواہ
 شاہد نہیں۔ اب آپ بتلائیں کہ اس کا ثبوت اس صورت سے ساکون کیسے کریں۔ قانوناً
 تو اسکو چھوڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ زنا کا ثبوت اور شہادت نہیں یوں چھوڑ دی۔ تو عورت پہلے
 زنا کا قانونی ثبوت مانگے گی۔ سو آپ فرمائیں کہ اس حالت میں وہ اس نیا عورت ہی کو ساتھ
 صحبت کرنا رہیگا۔ یا نہیں۔ پس تمہاری سیسوع کا یہ فیصلہ حکم یہاں بھی کسی کام نہ آیا۔
 اگر آپ یہ کہیں کہ وہ اس عورت کو بلا ثبوت و شہادت چھوڑ دے تو پھر عام عیساٹیوں کے لئے
 بڑی تجاویز ہو جائیں گی۔ جس عورت کو چھوڑنا یا اجھڑنا کا الزام و اتہام لگا دیا اور چھوڑ دیا
 اس بات سے روکنے والا ان کے لئے کون آدمی ہو سکتا ہے اگر آپ یہ جواب دیں کہ کوئی
 شخص مسیح کا سچا پیرو کہلا کر اپنی عورت کی نسبت نجوم الزام نہیں لگا سکتا۔ تو یہ شخص طفل
 تسلی ہے۔ جبکہ ہر ایک عیسائی کا یہ خیال ہے کہ نجات کے لئے تقویٰ اور طہارت اور
 اعمال حسنہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں اور صرف مسیح پر ایمان لانے سے سب گناہ معاف
 ہو چکے ہیں اب کوئی گناہ ضرور نہیں کر سکتا۔ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہو جاتا پاکوں
 کو دینی غیر عیساٹیوں کے لئے کوئی شے پاک نہیں۔ تو یہ حیا ش طبع عیسائی کیوں چھوڑے
 الزام عورتوں کو لگا لگا کر نکالنا چاہئے گا اور نئی عورات سے فرسے اڑانا جائے گا کہ اس کا جواب
 ضرور کہیں یا تو اس بات کے قایل ہوں کہ عیسا کیسے گناہ معاف ہونے میں۔ یا کہ اس
 ایسی حالت میں سزا ہوگی تو مسیح کی جان بھڑکے گی۔ دونوں حالتوں میں ایک
 سے چارہ نہیں +

پھر میں کہتا ہوں کہ آپ صاحبوں کا خدا یا ابن خدا ہی عجیب ستار العیوب ہے جو طلاق کو صرف
زنا ہی کے وقوع پر منحصر کہتا ہے اگر کمال نشوز و اعراض کی حالت میں یہی طلاق کی اجازت
ہوتی تو کوئی شخص نہ سمجھ سکتا کہ زنا سے طلاق ہوئی ہے یا اور کسی وجہ سے۔ اور تمہاری عورت
کا پردہ ڈھکا رہتا۔ آپ کہ عورات کی طلاق صرف زنا پر منحصر ہے۔ مطلقہ عورت کی نسبت
زنا کا اعتراف اور اُسو زانیہ کر کے پکارتا ہے مقدم ہے۔ وہ ستار العیوب نعمتوں تو ایسا ہی ہے
اور احکام میں تو ایسا ہی ہوں۔ انہی احکام پر ڈاکٹر صاحب فخر کر رہے ہیں کہ دنیا میں سوائے
عیسائیوں کے مذہب نہیں جس میں کثرت ازدواجی طلاق منع ہو بیچ کر عیسائی مذہب نے تو نہ
کثرت ازدواجی کو رد کیا ہے نہ طلاق کو آپ کیوں تعلی کی لیتے ہیں اور خواہ مخواہ ڈینگ ہانکتے ہیں
یہ آپ کا سارا فخر بجا ہے۔ بلکہ گزشتہ کا مصداق ہے نعل کی نصرتیں بیان کر دی۔ اب آگے
ماننا نہ ماننا آپ کا اختیار ہے۔

صرف زنا ہی کی حالت میں جو طلاق اور کمال نشوز و اعراض کی حالت میں طلاق
کے عدم جواز نے عیسائیوں کو استغراق وقت میں ڈال رکھا ہے کہ انہوں نے خود نشوز و اعراض کی
حالت میں طلاق کے جواز پر متحسنان پر پڑے ہوئے مضامین لکھ دیے۔ اور طلاق کے متعلق
بڑے بڑے قوانین درج کئے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر ہملٹن صاحب زنا کی حالت
میں طلاق کے جائز ہونے اور نشوز و اعراض کی حالت میں ناجائز ہونے کی
نسبت جو بیک کرتے ہیں۔ وہ اس بارہ میں بالکل اسلامی مسئلہ کی طرف جھکے ہیں
چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت ازیت اور مصیبت کا باعث ہو تو ہرگز خیال نہیں
کرنا چاہئے کہ خدا ہے ایسی عورت کے طلاق دینی سونا خوش ہوگا یہ ن کی سختی کو اس
شخص سے سب کرنا ہوں جو اعراس رت کو اپنا پاس دینی دوتا اس شخص سے جو اس کو ایسی صورتوں
میں اپگر کہہ سے نکال دیں تا موافقت سے عورت کو کہنا ایسی سختی ہے جس میں طلاق سے زیادہ
بے رحمی ہے۔ طلاق ایک مصیبت ہے جو ایک بڑی مصیبت کے عوض اختیار کی جاتی ہے۔
تمام معاہدے مدعد سے روٹ جاتے ہیں پر اس پر کوئی معقول دلیل ہے کہ کس کا معاہدہ
روٹ نہیں سکتا اور کیا وہ ہے کہ نکاح کی نوعیت تمام معاہدوں کی مختلف ہے عیسائی نکاح کی

عزیز ایک ساتھ نوح میں آسکتی ہیں

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تین جو اس کے بیٹے سارہ - ہاجرہ - اور قطورہ حضرت موسیٰ کی زوجہ نہیں حضرت یعقوب کی چار جہیزاں تھیں حضرت سموئیل کے باپ کی دو جہیزاں تھیں (سموئیل باب) اور یہی حال اسحاق اور یاسع بنی اسرائیل کا ہے۔ ذرت داؤد میں ستوا جہیزاں کیں اور ان کے اس نسل پر اللہ تعالیٰ انہیں کبھی الزام نہیں لگایا اور ان کے اسلام میں ۵ باب حضرت سلیمان کی ۱۰۰ جہیزاں اور ۴۰۰ جہیزاں تھیں (اسلاطین باب) حضرت سلیمان کے بیٹے رعبام کی ۶ جہیزاں اور ۶۰ جہیزاں تھیں (۱۲ ایضاً باب) حضرت سلیمان کے پوتے اسیاہ کی ۱۲ جہیزاں تھیں (تواریخ باب) حضرت مدعون کی بھی بہت سی جہیزاں تھیں (دفاضی باب) اور عیسو برادر یعقوب کی بھی دو جہیزاں تھیں اور عیسیٰ بن مریم کی ایک جہیزاں تھی (یسایا کی ۱۳ جہیزاں تھیں) اور بعض مگر انہیں لوتہ صاحب فراتے میں کہ انسان دس یا زیادہ جہیزاں تک رکھ سکتا ہے (مراۃ الصدق صفحہ ۹۴)۔

پس جب کثرت ازواج کا آغاز دنیا سے یہ حال رہا اور انجیل میں بھی اسکی ممانعت نہ ہوئی امد تمام قوموں میں بھی سلم ہو۔ تو اب اس رسم مبارک پر وہی شخص اقرار کر سکتا ہے جو دین و ایمان سے فارغ اور انبیاء الہی کی سنت سے بیزار ہے پس شیاق صاحب جو رسم کثرت ازواج کو سنت نبی لکھا ہے (۱۲) سنت نبی نہیں بلکہ سنت انبیاء لکھنا چاہیے تھا جبکہ ایسی و ایسی مقدس افراد کے قرب رسول اس مبارک رسم پر عمل کرتے ہوئے تو انکو مقدس اور مبارک نہیں بلکہ ہی شخص ناکل کر سکتا ہے۔ جس میں ایمان و انصاف کی ذرا بھی کمی نہیں۔

پس کثرت ازواج کی رسم تو تمام مذاہب تمام اقوام میں مروج رہی اور مروج ہو کر سوا اسلام اس رسم کو احسن طریق پر اپنے مذہب میں کثرت اہل نہیں کیا۔ نہ اس رسم قدیم میں کثرت اصلاح و تجدید کی یہ رسم اسلام ہی کا حصہ تھا کہ اس رسم میں نہایت عمدہ اور بانستہ اصلاح کی جس سے بزرگوار ممکن نہیں۔ یعنی اسلام پہلے تو اس رسم کو گھٹا کر جہیزاں پر محدود کر دیا یعنی اشد ضرورت کی حالت میں چار سے زیادہ عورت کا حرام اور ناجائز قرار دیا اور پھر جہیزاں میں بھی عمل و انصاف کی ایسی پابندی

لکھاؤ کہ ہم اشد ضرورت کے کوئی شخص اس رسم پر عمل کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں حکم دیا ہے کہ تم کو دو یا تین یا چار عورات تک کرنا جائز ہے مگر اس کے یہہ معنی نہیں کہ تم پر فرض و واجب ہے کہ ضرور دو یا تین یا چار ہی کرو۔ ایک امر کا جائز ہونا امر دیگر اور مصلحت و مقتضائے وقت کے موافق اس پر عمل کرنا امر دیگر ہے۔

اگر بصورت عدم ضرورت قیامت تک کوئی شخص اس رسم پر عمل نہ کرے تو گنہگار نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ امر اباحتی ہے نہ وجوبی بلکہ دنیا میں زیادہ تر ضرور ہونے کے لیے کی وجہ اگر کوئی شخص مرتد یا کبھی کرے۔ یا ایک بھی نہ کرے تو اسلام اس پر کوئی جبر نہیں کرتا نہ گناہ عید کرتا ہے۔

ہاں جس شخص کو گناہ میں پھنسنے کا اندیشہ ہو اس لئے ایک اور بہ شرط ضرورت ایک ہی زیادہ نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ لیکن جس شخص کو گناہ میں پھنسنے کا اندیشہ نہیں وہ اگر ایک جو بھی نہ کرے۔ تو اس پر کوئی تشدد دیا جبر نہیں۔

یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیو اور کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ تکمیل شریعت کے لئے ایک سے زیادہ عورات کی اباحت بیان کرنی امر دیگر ہے۔ مگر اس پر عمل کرنے کے لئے جب کوئی امر دیگر بلاشبہ قرآن شریف میں حسب ضرورت چار تک ازواج کرنے کی اباحت ضرورت ہے مگر کسی حکم نہیں کہ ضرور ایک ہی زیادہ بیان ہی کرے۔ پس اگر اہل اسلام بصورت عدم ضرورت ایک ہی جو رو پر ہمیشہ کے لئے کفایت کریں تو ان پر کوئی جبر نہیں ہے۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر کسی عیسائی وغیرہ کو جو کثرت ازواج کو حرام سمجھتا ہو۔ کسی ضرورت اولاد وغیرہ کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا پڑے تو اسکے لئے اس کی شریعت میں کوئی علاج نہیں۔ مگر اسلام میں اس کا علاج موجود ہے۔ وہ یہ کہ سب چیزیں حلال اور مشروع ہیں مگر اس کے یہہ معنی نہیں کہ ان سب چیزوں کو ضرور استعمال میں لائے۔ ایسا ہی بشرط ضرورت و اقتضائے حالت تعدد ازواج کی اجازت اسلام میں ضرور ہے مگر ضروری احکام میں ہرگز نہیں ہے۔

اور جس قدر تعداد زواج کے متعلق ثبوت و باگ ہو اس کا ظاہر ہر کہ یہ رسم اسلام پہلے ہی دنیا میں شروع ہو کر کے ساتھ ملا ہے اعتدالیوں کے ساتھ جاری تھی۔ اسلام اس رسم کو جاری نہیں کیا۔ بلکہ اسلام نے جو کچھ بارہ میں کیا وہ یہ کہ ہر صبح سے رختہ بندیاں لیں پہلے رسم تعداد زواج کو تھوڑا کیا۔ اور محدود کرنے کے بعد عدل کی شرط ایسی لگائی کہ کوئی کوشی تنہا نکاح ثانی کی اجازت کر سکتا ہو اور جو فاس فاس ضرورتوں کے اس رسم کو نوشی سے نوی کم اختیار کر سکتا ہے۔

اسل یہ ہے کہ اس پروردگار نے دنیا پر نرائے احسان کیا ہے وہ دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ انصاف درود کا بہاری بوجھ گدین پر کہہ کر یہ طور پر ایک ہی بیونجہ حکم دیا۔ لیکن چونکہ قانون قیاسی ہے کہ بعد میں اوقات انسان کو رانوں خواہش اور بیوی کے غیر ہوئے کے سبب سے باہمی کے نہائی بیماریاں ہونے کی وجہ سے یا بیوی کے ایسی بیماریاں کہ وہ نہ دیکھ سکتا ہے جس سے صبا شربت گزرتا ہے۔ جسے بعض موثر خراج رحم کی جن میں پورے کے ساتھ ہی حور کی باوان نکلتے ہیں اور کبھی کبھی دس دس سال ایسا یا یا متبی ہیں اور باہمی کا نہانہ پیری مدد سے کی رہے یا اس کے جلد جلد حمل دیا ہوتا ہے دھڑکے یا ایک مرد سے نہایت قوی الشہوت ہونے کی وجہ سے تاکہ وہ عفت و عصمت کو تھام سکے۔ نہایت زیادہ ضروری ہوئی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس قدر تعداد کے حور کے لئے حکم دیا۔ اور ساتھ ہی عدل کی شرط لگا دی۔ سو یہ انسان کی عانت پر رحم ہے۔ تا وہ فطرتی ضرورتوں سے پس آئے کہ وہ انسانی حکمت کے مدارک سے محروم نہ رہے۔ پس ہم ٹرے زو سے کہتے ہیں کہ قرآن نہ لے لے تعداد زواج کو بڑھایا۔ بزرگ نہیں۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو اگھایا اور گھٹا کر ایک راہ اعتدال پر لایا۔ اس لئے کہ جس کی ازدواج ایک سے زیادہ ہیں۔ ان کے عدل کا بہت زیادہ ایک سے زیادہ عانت ہے کہ ایک دیا میں اتفاقاً اس کی مدد جو زو ایک ماہ فوف ہو گئیں اور کو بہ خیرات نہ ہو سکی کہ بیکے کہ دفن کرے یا خور و مال کر سکا نام پچھ نکھا۔ اسکو پہلے دفن کیا۔

دوسرے ایک افراط کو دور کر دیا گیا اور تشریح کر دی گئی کہ کن عورتوں کو کرنا چاہیو۔ اور کس حد تک اور وہ حدود مقرر کئے گئے جو عقل اور اخلاق کی برکات نہیں اور جب ہم عرب جاہلیت کی کثرت ازواج اور اس طرز سلوک کا خیال کرتے ہیں۔ جو وہ اپنی عورتوں کے ساتھ کرتے تھے اور پھر اس حالت پر غور کرتے ہیں۔ جو اسلام کے طفیل سے اُنکو حاصل ہوئی۔ تو ہمارا دل ایک فخر آمیز تعجب سے بھر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے۔ کہ انسان کے دل پر اس قسم کا تعزیر، کہ جس نے ان شہوت پرستو کی حالتوں کو بالکل پھیر دیا۔ بے شبہ وہ ربانی تصرف تھا۔ اور ان کے ٹیلر صاحب نے افریقہ میں مذہب اسلام کی نسبت بحث کرتے ہوئے تعصبات ہٹانے کے چرچ کا نگرین کے اوپر اپنی رائے حسب ذیل بیان کی۔

تعدد ازواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نہیں روکا۔ اور داؤد، عیسیٰ اور عجل کا سا تھا اسکو عمل میں لایا۔ اور انجیل میں صاف طور سے منع نہیں ہے۔ محمد نے تعدد ازواج کی بے حد اجازت کو محدود کر دیا۔ تعدد ازواج کے سبب مسلمانوں میں بے کاری کم ہے۔ بلکہ خیر دار ہونا چاہئے کہ شاید ایک برائی کو بے وقت دور کرنے میں ہم اسکی جگہ ایک اسے زیادہ بڑی برائی قائم کریں۔

مسٹر کارلائل جو اس زمانہ کی دنیا میں ایک نہایت مشہور شخص ہے۔ اپنی کتاب ہیر و زائند و شپ کے لیکچر دوم میں لکھتے ہیں۔ کہ اسلام کی میل الی شہوت کی نسبت بہت تقریریں اور تحریروں ہوئی ہیں اور یہ اعتراضات انصاف کی حد سے بڑھ کر ہیں وہ حالتیں جو مکرہ قبیح معلوم ہوتی ہیں اور جس کی پروا انکی نبی عوی نے دی وہ خاص ان کی ایجاد نہ تھیں۔ انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم سے مروج اور غیر معیوب پایا۔ مگر انہوں نے جو کچھ کیا وہ یہ کیا کہ ان کو روک دیا۔ نہ صرف ایک ہی طرح سے۔ بلکہ کئی پہلو سے۔

مسٹر جان ڈینیورٹ صاحب مانٹیگو کی رائے یوں نقل کرتے ہیں کہ گرم ملکوں میں عورتیں ۱۰ یا ۱۱ سال کی عمر میں نکاح کرنے کے لائق ہوتی ہیں۔ سپران ملکوں میں بچپن اور نکاح کے لائق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے۔ ۲۰ برس کی عمر میں بڑے عورتوں پر

پس اس لیے ایک قدرتی بات ہے کہ ان ملکوں میں جب کہ کوئی قانون مانع نہ ہو تو انسان ایک بوجہ کو طلاق دیکر دوسری کرے اور تعدد ازواج کا قاعدا جاری کیا جائے۔

مسٹر گنیس صاحب کہتے ہیں کہ سوتو انسان فی اور علم طبعیات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسی دریافت کی ہیں جو تعدد ازواج کے واسطے بطور ایک حد کو مستحکم کرتی ہے اور گرم شمالی ملکوں کے مرد و عورتوں والے میٹنگ کے سحر مزاج کے جاندار ہیں۔ متعلق نہیں ہو سکتے۔ مگر بنی اسماعیل سے جو گرم گجستان کے رہنے والے ہیں متعلق ہو سکتی ہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ سر ڈیوڈ اسلی صاحب کے مجموعہ متنقن حالات ایلیا صفحہ ۸۰ تا ۸۱ بیان کیا گیا ہے کہ ایلیا کے گرم ملکوں کی تاثیر سے دو لوگوں یعنی مرد و عورت میں ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو برپا کی آب و ہوا میں نہیں جہاں دونوں برابر اور تدریج عالم ضعیفی کو پہنچتی ہیں مگر ایلیا میں صرف مرد ہی کو یہ بات ماسل ہوئی کہ ضعیفی میں بھی قوی طور پر رہتے ہیں اگر یہ بات سچ ہو تو بانی اسلام کے لئے اس بات کی کڑا نہوش تعدد ازواج کی اجازت دی ہے۔ ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ عقلی طور پر تعدد ازواج کا ثبوت یہ ہے کہ:-

(۱) اللہ تعالیٰ نے مرد میں قوت بہ نسبت عورت کے زیادہ رکھی جو فطرتی امر اس بات کو مقتضی ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی جائے۔

(۲) مرد و عورت کے باہمی تعلق سے اصل غرض بقائے نسل ہے اور بقائے نسل کا یہ حال ہے کہ مرد و عورتی جو درہاں کرے اتنی ہی زیادہ اولاد بھی ہو سکتی ہے اور عورت و س شوہر کر کے بھی ایک بچہ سے زیادہ جنم نہیں سکتی۔ پس عورت کو مرد سے کسی حالت میں مساوات نہیں اور یہاں سے حکمت الہی اسکی مقتضی معلوم ہوتی ہے کہ مرد کو اس کے کئی جوڑوں کے واسطے اور عورت کو ایک ہی جوڑے کے واسطے پیدا کیا ہے۔

(۳) عورت مذکورہ واسطے جو نہ جنم دینے کے واسطے اور مرد جنم دینے کے واسطے اور نہ جنم دینے کے واسطے۔ پس عورت بہت سے شوہر کرنے کے واسطے نہیں۔ بلکہ بہت سی اولاد جنم دینے کے واسطے۔

کے واسطے ہے۔ اور مرد بچہ خنہ کے واسطے نہیں۔ بلکہ جوڑوں کر لینے کے لئے ہے۔

(۴) خدا نے اپنی مخلوق سے کوئی دو چیزیں مساوی پیدا نہیں کیں۔ دیکھو اجرام سماوی شہار انہار وغیرہ ہر شے کو۔ پس اسی قیاس کے بموجب ضرور ہے کہ مرد اور عورت کی حالت میں بھی تفاوت ہو۔ یعنی یا مرد عورت سے افضل ہو۔ یا عورت مرد سے افضل ہو۔ اور چونکہ مرد کی فضیلت ہر حال میں اور ہر زمانی نسبتاً ثابت ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مرد بہت خدمت کوئٹہ والوں کا منتہی ہو۔ نہ اس کے خاتم عورت۔

(۵) انجیل میں ہے کہ کوئی آدمی دو خاوندوں کی خدمت نہیں کر سکتا (متی ۶ باب ۲۴) مگر ایک خاوند بہت سے خادموں سے فائدہ لے سکتا ہے۔ پس عورتیں زیادہ مردوں کے مناسب حال ہیں نہ برعکس اس کے۔

اب کثرت ازواج کے ترک ہونے کے قصاصوں سے بڑی واقف ہو چاہئے جس کو بڑے حکم ڈاکٹر شایق صاحب امید ہو کہ کسی قدر شریعت کے پس انگھٹان میں اس حکم کو ترک کرنے کی سبب بیشمار عورتیں غیر منکوحہ بکڑو گئیں۔ عظیم یعنی زنا اور بے گناہ پھیلنے کے لئے قتل اطفال و لڑائیوں میں کثرت سے مبتلا ہو رہی ہیں۔ چنانچہ اپوزیٹا بمشورہ ام الگت سٹہ حوالہ میں سے معلوم ہوا کہ انگلینڈ خاص میں بحساب ۴۰ ہزار سالانہ بچے بے گناہ قتل ہوتے ہیں۔ کیونکہ دس برس میں تیس ہزار معصوم قتل ہوئے۔ تھکے چھوٹی چھوٹی قبریں بھرے ہیں۔ مگر تین ہزار ان میں سے بے کفن و دفن ہو چکے ہیں۔ بعضے گرجا گروں میں۔ بعض اصطلیلوں میں۔ بعض مکان کی چھتوں پر۔ بعض قالی قبرستان میں۔ بعض کو اعدا کے صندوقوں میں۔ بعضے نالوں میں گھر کا گواڑا پھینکنے کے مکانوں میں۔ خندقوں میں۔ بعضے نالوں میں۔ مکانوں کی نیروں میں ریل گاڑی میں لٹکتا ہوں کے تیلے۔ ریلوے گھر میں جہاں اسباب رکھا جاتا ہے وہاں ٹوٹی میں بند ہے ہوئے۔ کاغذ میں لپٹے ہوئے اعدا رہوں اور خندقوں میں ننھی ننھی لاشیں پاخانوں میں ٹکڑے کئے ہوئے تابانوں میں ملتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کتنے بے گناہ بچے مقتول ندیوں دریاؤں میں

ڈوبے گئے سکونکا نشان بھی نہیں ملا سال گذشتہ میں لندن جرپا منت انگلستان کا
 فقط انکو کچھ میں (۳۸) لاشیں تھے جسے جو کئی بڑی ہوئی لین یہاں بہت سی ایسی عورتیں اور بچے
 مودی ہیں جو دیکھ کر میں پہلے آدمی میرا انکا پیشہ یہ ہے کہ بچوں کو ماؤں سے لیکر انکو گروں میں پالنے
 کو لاتے ہیں اور بھوک پیاس یا استعمال نہ ہونے پر بچوں کو ہلاک کرتے ہیں بعض جگہ کانا میں ایسی عورتیں
 کوہ ۴۰۰ سے زائد تک ان قاتلوں کی نذر خوشی کرتی ہیں..... اگرچہ ہزاروں آہستہ قتل
 ہوتے ہیں تب بھی وہ نطفہ حرام جرم نہ ہیں تعداد میں شمار نہیں یہاں جو لکھا گیا فقط انگلستان کا تہہ کا شمار
 اور دیگر املاک برلن اسٹاکس علیہ زمین۔ ورنہ فقط ویلز میں مجھے یاد ہے کہ ایک سال دو املاک کا بھی
 اصول الحرام تھے۔ انرا وہ اخبار نوکلشوریزر جلد ۱۲ مطبوعہ ۱۹۰۷ء لندن ۱۹۰۷ء۔

امید ہو کہ تعداد مزاج کی عدم اجازت کے نقصان سے اب تو مثالی صاحب ضرور واقف
 ہو گئے ہونگے اور دل میں کچھ متاثر ہو گئے۔ اگرچہ ابھی آدمیوں کو شرم ہی نہیں آتی۔

مقدس پولس کی ترقیت عیسائیوں کے مقدس فادروں اور پادریوں جب گسائیں
 کی مرض اختیار کی تو تالاب صاف کرانے کے وقت ان بزرگ پادریوں کی بیہ کرامت ظاہر ہوئی
 کہ ان کے وجود بننے کی وجہ سے چھ ہزار حرام بچوں کی کوپریاں اچھست نکلیں جو انہوں نے بغرض
 اخذ نہ کرنا تالاب میں ڈال دی تھیں۔ اور معلوم نہیں کہ بر زمین کتنے میسے بے گناہ دفن کئے
 گئے ہونگے۔ یہ تہہ پہنچے واقعات میں جتنی تسلیم کر سیکو تامل نہیں۔ پس بڑا اکثر حملہ شدہ
 صاحب پوچھتے ہیں کہ کیوں صاحب اب بھی آپ کو سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوبی اور تعداد
 اندراج کی فضیلت معلوم ہوئی ہے یا نہیں اور کیا اب بھی کہیں دنیا میں کسی کو نہ دکھاؤ گئے۔
 یہ تو ملک یورپ میں سے ایک جذب ملک کی ذرا کاری کا حال ہے اور شراب نوشی کا
 یہ حال ہے کہ کم اگر ڈیڑھ کے قریب حد یہ ہر سال برطانیہ میں شراب کشی اور شراب نوشی
 میں چھ ہوتا ہے۔ اور ایک امرنگار لکھتا ہے کہ شراب کی بدولت لندن میں صد ہا خود کشی کی
 واقعات ہوتی ہیں اور فاس لندن میں شاید منجملہ ۳۰ لاکھ آدمی کے ۱۰ ہزار آدمی سے خوش
 ہو گئے۔ ورنہ سب مواد عورت خوشی اور نادمی سے شراب پیتا اور پلاتے ہیں۔ اہل لندن کا
 کوئی جلد امکوئی سو سا بیسی ایسی نہیں جس میں سب پہلے برائے املاک شراب کا انتظام

کہا جاتا ہو۔ لندنان کے بڑے ٹیکسٹ کیشیٹ اور پدمی صاحبان بھی باوجود دین، اسکھانے کے
اول مدحہ کے سے نوش ہوئے ہیں اور بہت بیکم ذوق سے مستعد

نامحرم لوگوں کو جو ان حرمات بوسہ لینا یا نہی نہیں بلکہ یورپ کی مٹی تہذیب میں ایک
امر متحسن قرار دیا گیا۔ کوئی دعویٰ سے نہیں کہہ سکتا کہ انگلستان میں تو ایسی عورت بھی ہے
کہ برقع عین جو ان کے دلوں میں کسی نامحرم، بوسہ نہ لے جو۔ دنیا بہت سی استعداد کرے۔۔۔
الگزنیڈر صاحب ایک چٹھی میں لکھتے ہیں کہ تمام مہذبہ تعلیم یافتہ عورتوں میں پانچ جاتے
ہیں۔ انہیں سے ایک شخص میری نظریں میں نہیں جس کی نگاہ آخرت کی طرف لگی ہوئی ہو بلکہ سب
دنیا میں ڈوب ہوئے ہیں۔

تعدد ازواج کے لئے عدل کا مشروط ہونا اور بیان ہوگا
ہے کہ عدالتی نے تعدد ازواج کی اہازت بے شک دی ہے مگر ساتھ ساتھ ہی اہدیا ہے۔ کہ
فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم یعنی اگر تم کو
اس بات کا خوف ہو۔ کہ کئی بیویوں میں برابر نہ کر سکو گ تو اس صورت میں ایک ہی بیوی پر
کفایت کرو۔ یا جو لڑائی تمہارے قبضہ میں ہو اس پر تنازعہ کرو۔ نامنعنا نہ تزاوت پہنچنے کے لئے
یہ تدبیر زیادہ تر قرین مسلحہ ہے۔ چونکہ پورا پورا عدل اور مساوات کلی محبت اور ملی الفت اور
مباشرت وغیرہ محالات ہیں۔ بعض حالتوں میں عورت کو کئی معذریاں ہوتی ہیں۔ اور بعض
اوقات مرد کو کئی مجبوریوں اور عدل حقیقی ناممکن ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ عدالتی عدل
کی تفصیل کرے۔ جس میں انسان عین میں اخذ نہ ہو سکے سو وہ عدل یہی ہے کہ گودلی الفت
اور مباشرت میں مساوات نہ رکھ سکے کیونکہ یہ آدھار اور نظریات باہر اور از قبیل تکالیف اللہ
ہے۔ لیکن موجب اور حقوق۔ اور شب پاشی میں سب کے ساتھ مساوات ملحوظ رکھو اور ایک
طرف زیادہ مایل اور دوسری طرف بے پروا نہ ہو جائے۔ چنانچہ سورہ نسا کی ۱۲۹ آیت میں
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا**

ہے حضور نے فرمایا جو یہ ہیں جو میں انہاں کرتا ہوں گودلی محبت سے امتیاز میں نہیں اور یہ بھی
فرماتا ہے جو شخص دو بیویوں میں احسان نہ کرے گا تو قیامت کو آدمی دہڑے اٹھے گا۔

فلا تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة یعنی غراہ تم کتنی ہی سہی کرو۔ دلی محبت۔ دلی الفت
 معاشرت اور ہر ایک امویں برابری اور عدل حقیقی تو حال ہے۔ لیکن وہ عدل جو انسان
 کی وسعت اور مقدار کی حد کے اندر ہے ہر ایک کو ضرور دیکھا جائے اور وہ یہی ہے کہ فلا
 تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة یعنی انسان ایک ہی برسی کی طرف نہ جھک پڑے۔ کہ دوسری
 معلقہ نہ جائے جو یعنی نہ بیاہی ہو اور نہ مطلقہ نہ کرے۔ نوک ساتھ ایسا سلوک کرے کہ موجب
 اور حقوق اور مس معاشرت اور شب ناشی، خیر میں جو اس کے مداخلہ کے اندر رہے۔ سب کو
 برابر سنبھالے اور سانی حد تک ہر ایک ساتھ سوک کر نہ بھی تقویٰ کی راہ ہو۔ بیا
 کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ کی نسبت بھی ایک جگہ فرماتا ہے **وَالْقَوْلُ اللّٰهُ حَقٌّ تَقَاتِهَ اسْتِ**
اُذِرُو بَيْنَا اسْتِ حق ہے اور پھر تفصیل کر دی۔ **كَرْنَا قَوْلَ اللّٰهِ مَا اسْتَطَعْنَا** کہ بات تک تمہاری سمجھ
 تے۔ ہاں تک اُذرو کہ یہی ٹورٹے کا حق ہے۔ یہ حال شب ناشی حجب اخراجات و مواجہہ
 حقوق میں سب کو سوا ہی رکھنا جو انسان کی استطاعت کے اندر ہے۔ شرط عدل ہے
 لیکن دلی الفت و محبت یکساں ہونا۔ یہ انسانی فطرت سے باہر ہے اور اس سے یہ
 شرط جو از تم تکلیف والا لپاق ہے۔ مقرر ہو نہیں سکتی اور اگر سچ پوچھو تو اس قدر عدل ہی انسان
 سے سخت مشکل ہو اور بغیر اشد ضرورت کے انسان اس قدر تعلقات کا جو جائز ہو
 سکتا ہو اس لئے ان شرط ہے۔ یہی سیکو دوسری تادی کوٹ کی منسلک جرات ہو سکتی ہے۔
 سواس سے غالب اور اصلی حکم ایک ہی ہو کر نکلا سمجھنا چاہئے۔ اور ایک سے زیادہ کا جو
 وہی اٹھائے گا جو اس قدر شکلات کا متعلق ہو سکے گا۔ جو ایک آزاد منش انسان کے لئے ایک
 طوق گردن اور بغیر بات کم نہیں۔

سخنہ، انسوس، بات چیر شایق صاحب لگے بنا اور اگلی تاریخ پر تو مطلق جمع
 نہیں کر سکے۔ جن میں عدل خبر کی کوئی شرط نہیں تھی۔ یا نہ ایک عورت کر کے پھر ساری عمر
 اسکی جنونی باہر اس کے سلامی تھوڑا انداز پر جو نہایت انسان اور عدل یہی ہے۔ غراہ غراہ
 نہ پڑا رہے نہ یہ کیا دونوں دونوں کی جھگڑا۔ خبر گیری۔ چچ اخراجات۔ شب ناشی میں سوا
 چچہ ذوق بات چیر شایق صاحب عدل بین النساء کو سب لگانا۔ سمجھو سمجھو

مہاجر و خیال میں تو اسلامی احکام افراط تفریط سے، مبرا اور اعتدال پر مبنی ہیں۔ کہ کسی
اغفلت و کسی غلامی کو حرج رکھنے کی جرأت نہیں دے سکتی اور آپ خواہ مخواہ باتیں بنا کر پچی
جہالت آپ طشت از بام کر رہے ہیں۔

جب ایک عورت کی پوری دہریہ گیری کرنے میں قصور ہو گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے
صاف سورہ نسہ کی آیہ ۱۲۹ و ۱۳۰ آیت میں عورت کو یا تو بے طو پر رکھنے یا ایک لغت
چھوڑ دینے کا حکم فرمایا ہے جس سے نہ لفظی باعورت کو نہ لفظی دہریہ کا دوا ہمہ جی دل میں نہیں
ہونا چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان تصفحوا و انتقموا فان اللہ کان
غفوراً رحیماً اور اگر تم آپس میں موانعت رکھو کسی عورت پر زیادتی کرنے سے بچے رہو۔
تو اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ ناواقفی کی حالت میں جو زیادتی ہوگی معاف کر دو گے۔ اور اگر میاں
بی بی میں اصلاح کی صورت کوئی نہ بن پڑے اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے خزانہ
غیبیت دو کو کو بے نیاز کر دیگا۔ اللہ تعالیٰ کہے ہوں بڑی گنجائش اللہ کی تدبیر بڑی محکم تدبیر ہے۔
اب اس بہتر اور حکیمانہ احکام دنیا کی کسی کتاب کی ہدایت میں نہ پاؤ گئے۔ آگے جو مل نہ کرے اسکا
تصور ہے نہ کہ مکمل دینے والے کا۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

آنحضرت صلیم کی کثرت ازدواجی

مصنف اہانت اپنی کتاب میں اس بات پر برا زور دیا ہے کہ کثرت ازدواجی ایسا شنیع امر
کہ جاکل کئی مسلمان بھی اسکو اچھا نہیں سمجھتے۔ پس جس شخص نے یہ بنیاد ڈالی اللہ خود اس پر عمل
کیا۔ وہ کس طرح سے نیک ہو سکتا ہے۔

اس کے جواب میں حجت اقتد گدازش ہے کہ کثرت ازدواجی بری ہو یا اچھی اس کے
بنیاد اللہ والے ہرگز برگزیدہ حضرت محمد رسول اللہ صلیم نہیں ہیں۔ اس کو اصل بنیاد ڈالنے والے
تھے۔ یہ پیچھے مقدس انبیاء اور رسول ہیں۔ اور امام سابقین حضرت رسول کریم صلیم پر

تہا را اعتراض محض نا فہمی اور خیانت طبعی کی وجہ سے ہے۔ تمہارا خدا یا خدا کا بیٹا انہیں انبیاء کی نسل سے پیدا ہوا۔ جو صرت درچار یکہ بعض انیس سے سینکڑہ اور ہزار جو رومان رکھتے تھے اور وہ خدا کے پاک نبی تھے۔ خدا انکو کبھی اس بارہ میں الزام نہ دیا۔ بلکہ بہنوں کو برکت کا وعدہ کیا (دیکھو اصلاح سہو پادری فکس صاحب)۔

پس اب ننگویم اعتراض حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ کہنا ہے۔ تو انبیاء سابقہ اور اپنے یسوع مسیح پر کہئے۔ جس نے آمد ستیری باتوں پر یہود کو متنبہ کیا یہ کبھی نہ کہا کہ فرسیو اور نقیبو تم پرانوس کہ تم اسقدر جو رومان کہتے ہو۔ اگر یہ امر برا ہوتا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور اسکی قباحت اور شامت کو بیان کرتے۔

پس حضرت رسول کریم ہو پر تمہارا یہ اعتراض بالکل لغو اور فضول اور نہایت مدح کی ہٹ دھرمی اور عناد ذاتی کی وجہ ہے۔ ورنہ تم یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ سنت سنت محمدی نہیں بلکہ بنیاد سابقہ کی سنت ہے جس پر تمام مقدس انبیاء مائل عمل کرتے رہے اور کسی کو خدا سے منع نہ کیا۔ بلکہ بقول تمہارے پادری فکس صاحب کے بہنوں کو برکت کا وعدہ دیا۔

پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ادوں کے لئے تو تعدد ازواج موجب برکت ہو جائے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث ملامت۔ انبیاء شرایع اور اصول میں قریباً سب مساوی اور شلک ہوتے ہیں۔ جو امر ایک کے لئے روا ہے۔ دوسرے کے لئے بھی روا ہو سکتا ہے نہ کہ ایک کے لئے حلال۔ مشروع اور موجب برکت ہو جائے اور دوسرے کے لئے حرام۔ نامشروع اور موجب ملامت بن جائے۔

ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تعدد ازواج کے بارے میں جو کچھ کیا وہ یہی کیا کہ اسکو جتنے الامکان گننا یا اور محدود کیا۔ اور پھر عدل کی شرط لگا کر۔ یعنی اس سے کم کو کمزور اور شاذ و نادر کر دیا۔ پس تمہارا یہ اعتراض کہ حضرت تم نے تعدد ازواج کو ناجائز کیا بالکل غلط اور واقعہ کے برخلاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر تمام مذہبوں اور تمام قوموں

اور خصوصاً گن عرب میں کثرت از وراج کی کوئی حد نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں شریعت لگا کر اس رسم کو محدود کیا۔ اور اعتدال قائم کیا۔

قرآن شریعت کی خاص منشا ہے الامکان ایک ہی بیوی پر کفایت کرتے کی ہی رہی ہے کہ ہم سابقہ کے دستوروں و احادیث سابقہ کی شریعتوں کے برخلاف عدل کی ایسی شرط قائم کی۔ جس پر کوئی شخص چلنے کی مشکل جراث کر سکتا ہے۔ اور سیدہ ام ولد ضرورت کے کوئی شخص اس رسم پر عمل کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کو مردی چھوڑ کبھی افضل بھی بیان نہیں فرمایا۔ قرآن و حدیث کا ترجمان ہے الامکان ایک ہی عورت پر فحاشی کرنے کی طرف ہے اور زیادہ بیویوں کے کرنے کے لئے کوئی جبر یا تشدد یا تحریک کرنے والا امر نہیں ہے۔ بخیر قدرتی اور فطری ضرورتوں کے جو مجبوری انسان کو لاحق ہو جائیں۔

اب رہے آپ کے وہ طعن جو اپنے اپنی کتاب صفحہ ۴۴-۴۶ میں کئے ہیں انکا جواب سنئے۔

پہلا طعن آپ کا یہ ہے کہ جو تعدد و قرآن اور شریعت اسلام نے ازواج کے بارے میں مقرر کی۔ حضرت ص نے اُس سے بدرجہا سبوتاژ فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے دستور اور انبیاء سابقہ کی شرایع سے بوجیب اگر کئی ایک تھک کئے تو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا طعن ہو سکتا ہے۔ اگر یہ وہ سبوتاژ ہے تو آپ کی قوم اور انبیاء سابقہ کی آئین میں نہ ہوتا تو البتہ آپ پر حزن ہو سکتا لیکن جب کہ آپ ص نے وہی کام کیا جو قدیم سے بعد اور بابرکت چلا آتا تھا تو اس میں آپ پر کیا عیب کیا۔

امید یہ کہ آپ نے وراہ میں اپنی شریعت کے برخلاف کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے کوئی برخلاف نہیں کیا بلکہ بعد از نبی سے جس وقت رسم ازواج کو چار میں محدود کیا آپ نے اپنی موجودہ بیویوں کو پاس رہنے دینے اور آئندہ اور بیویاں نہ کرنے کا حکم کیا اور دوسرے

مومنوں کو چارنگ بیویاں ایک ساتھ رکھنے کی اجازت دی بلکہ آنحضرت م کے لئے یہ تشریف دیا کہ آئندہ کوئی بھی بیوی نہ کر سکیں جب کہ امد لوگوں کی بواں اگر مرنے ہی چلی جائیں تو امد بیویاں کی جگہ کر سکتے ہیں۔

پس تم یہ اعتراض بھی نہیں کر سکتے کہ آنحضرت م نے اپنی شریعت سے تجاوز فرمایا۔ اگر آنحضرت کے لئے موجود بیویوں کو نکاح میں رہنے دینے کے لئے خدا کی طرف سے حکم نہ دیا جاتا تو بے شک آپ کہہ سکتے تھے۔ کہ آنحضرت م نے اپنی شریعت سے تجاوز فرمایا۔ کہ جو حکم خاص اللہ تعالیٰ نے آنحضرت م کو فرمایا اس پر آپ نے عمل کیا اور جو حکم امت کو ملا۔ امت عمل کیا شریعت الہی سے نہ امت نے تجاوز کیا نہ آنحضرت صلم نے ہر ایک شخص کے لئے جو خدا کی طرف سے حکم پہنچائے۔ وہی اُس کے لئے شریعت ہوتی۔ آنحضرت م کو اپنی موجود بیویوں پر کفایت کرنے کا حکم دیا۔ امد آئندہ کے لئے سخت ممانعت کر دی کہ کوئی بیوی نمی نہ کریں۔ امت کو چارنگ رکھنے کا حکم دیا اگر بیاں اس قدر رعایت موجود ہے۔ کہ اگر ان بیویوں کو کئی کو طلاق دیدیں یا کوئی مر جائے تو اُس کی جگہ امد بیوی کر سکتے ہیں مگر آنحضرت کے لئے مدونہ طرح تشدد ہے نہ آپ اُن میں کوئی بیوی چھو سکتے ہیں۔ نہ نئی کر سکتے ہیں مد بہ سب باتیں نص قرآنی سے ثابت ہیں جس کے مقابل وہ احادیث بردہ کے بخلاف ہیں تا قابل تسلیم یا لائق تاویل صحیح ہیں۔

تم جو کہتے ہو کہ اگلے انبیاء کی کثرت از مدونہ قابل اعتراض اس لئے نہیں کہ انہوں نے اپنی شریعت سے تجاوز نہیں فرمایا۔ انکی شرائط میں وہ امر جائز تھا۔ اور آنحضرت م کی شریعت میں باوجودیکہ چارنگ محدود ہو چکا تھا۔ پھر بھی انہوں نے اُس سے تجاوز فرمایا اور اپنی شریعت کی لحاظ سے گنہگار ثابت ہوئے۔ اس لئے کہ ہر ایک بنی یا غیر بنی شریعت کے لحاظ سے ماضی غلطی ثابت ہوتا ہے۔

امپکا بڑا بہاری اعتراض ہے۔ تو یہی ہے (امہات صفحہ ۱۲۷-۱۲۵)۔ اسکا جواب اوپر ہو چکا کہ آنحضرت م نے ہرگز شریعت الہی سے تجاوز نہیں فرمایا اگر آنحضرت م کو خدا کی طرف وہ اندراج جائز نہ ہو جائیں اور ہر اُن اندراج کو اپنے پاس رہنے دیتے۔ تو بے شک مشابہ آپ پر شریعت امد حکم الہی سے عدول کا الزام آسکتا۔ لیکن جب کہ آپ نے

خدا ہی کے حکم سے موجودہ اندلج پہنچے ہیں تو پھر آپ پر کوئی اعتراض نہیں آسکتا۔ کیونکہ
 آپ اس شریعت و حکم الہی سے (جو خدا نے آپ کے لئے خاص کیا) ہرگز تجاوز نہیں فرمایا۔
 اس بات میں آپ کے چاروں طعن کا جواب آتا ہے کہ آنحضرت م نے حکم الہی
 کے برخلاف ہرگز ہرگز نہیں کیا۔ اگر موت پر بغض سے (بلا ہرج کوئی عورت آپ کے نکاح میں
 آسکتی ہے یا باری باری بانی میں آپ اختیار دیتے گئے یا آپ کی مطلقہ ازواج کو مصلحت نکاح ثانی
 تدارک رکھا گیا۔ تو یہ سب احکام خاصہ خدا کی طرف سے آپ کی شیعہ یعنی قرآن شریف
 میں موجود ہیں۔ پس آپ پر یہ الزام لگانا کہ آپ نے قرآن شریف یا اپنی شیعہ کے برخلاف
 کیا سوائے بدیہی اور ضعیف طبع اور نادان آدمی کے کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یہ سب خدا
 کی طرف آپ کو احکام و اجازتیں حاصل ہوئیں جو کلام باری یعنی قرآن شریف میں موجود ہیں
 لہذا اپنے اپنی طرف سے عمداً کسی حکم کے خلاف کیا۔ پس ڈاکٹر احمد شاہ نے جس قدر
 اعتراض آنحضرت صلیم پر کئے ہیں سب کے جواب میں ہم کو یہی کہنا کافی ہے کہ صاحب آپ کا
 آنحضرت صلیم کی نسبت خلاف تصریح عمل کرنے کا الزام لگانا محض باطل اور لغو اور پوچھ ہے
 آنحضرت صلیم نے کبھی بھی حکم الہی کے برخلاف نہیں کیا۔

جن احکام میں اصلاحی تہ سب سے مسموع و مخصوص کر دیا اور اپنے اپنی پر عمل
 کیا ان احکام کی نسبت کسی شخص کو حق نہیں پہنچتا۔ تا وہ یہ اعتراض کرے کہ آپ نے
 فلاں حکم میں فلاں امر کے برخلاف عمل کیا ہے کیونکہ وہ ہی توفد الہی کا حکم ہے۔ پس ایک
 شخص اس امر کی مصلحت اور حکمت کو تو چھوڑ سکتا ہے کہ فلاں خاص امر میں اللہ تعالیٰ
 نے اپنے بنی کو مخصوص اور مختار کیا۔ لیکن یہ اعتراض کرنے کا اسے ہرگز ہرگز حق
 حاصل نہیں کیونکہ تصریح سے عدول کرنے کا الزام آپ پر لگاؤ۔ کیونکہ جو احکام آپ کے لئے
 خاص تھے وہ ہی توفد الہی کی طرف احکام الہی ہی ہیں جن پر آپ نے عمل کیا۔

یہ خاص احکام صرف حضرت م کے لئے ہی مخصوص نہیں۔ قرآن سب بندہوں
 میں خاص خاص لوگوں کے لئے خاص خاص احکام پائے جاتے ہیں۔ ہندوؤں میں
 بدھوں کو خاص خاص حقوق بخشے گئے ہیں جو دوسری قوموں کے لئے مقرر نہیں۔

آریوں میں بیوگتے دو جنہا قوم یعنی برہمن، چھتری اوریش ہی کر سکتے ہیں۔ شودر نہیں کر سکتے۔ پھر برہمن۔ برہمنی۔ کھتری اوریش عورت سے کر سکتا ہے۔ مگر کھتری اوریش قوم کا برہمنی عورت سے نہیں کر سکتا۔ نوریت کے رو سے کامنوں اور لاویوں کو خاص خاص حقوق بخشے گئے ہیں۔ جیسے شاند۔ کپٹی۔ جھو۔ جھو۔ ہلا۔ ہلا۔ پبلی شراب۔ پہلا تیل پہلی اور اسٹا ۱۸ باب ۳۲۔ الباسا ہی مسکن کے چرچ بھی مرید مقرر تھے اور انکی خاص رہائشیں ملحوظ رکھی گئی تھیں۔ سونا۔ سہ۔ نے کے برتن۔ ترے۔ منیڈ۔ بچیل پنجر۔ شمار ۷۔ ۱۸۔ ۱۲۵ باب۔ گھر کے لٹ۔ لال بسال ثلث متغال بنجنا شمار ۱۱ باب ۲۲۔ آدمی پیچھے پانچ متغال یہ ہندو، دونوں کی ولاد کے سے شمار ۳ باب ۸۰ خروج ۱۲۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۲۔ ۱۴۶۳۔ ۱۴۶۴۔ ۱۴۶۵۔ ۱۴۶۶۔ ۱۴۶۷۔ ۱۴۶۸۔ ۱۴۶۹۔ ۱۴۷۰۔ ۱۴۷۱۔ ۱۴۷۲۔ ۱۴۷۳۔ ۱۴۷۴۔ ۱۴۷۵۔ ۱۴۷۶۔ ۱۴۷۷۔ ۱۴۷۸۔ ۱۴۷۹۔ ۱۴۸۰۔ ۱۴۸۱۔ ۱۴۸۲۔ ۱۴۸۳۔ ۱۴۸۴۔ ۱۴۸۵۔ ۱۴۸۶۔ ۱۴۸۷۔ ۱۴۸۸۔ ۱۴۸۹۔ ۱۴۹۰۔ ۱۴۹۱۔ ۱۴۹۲۔ ۱۴۹۳

مقصود کو تے یا فدا کے بیٹے سع مع نے سبت کی حرمت کو نوڑنا اپنے لئے آپ مقرر
 کر دیا پولوس مقدس اعمال نیک سے بچنے کے لئے اور تقویٰ۔ طہارت۔ در ملت و حرمت
 کے بجائے سے بجات ہانے کے لئے اعمال نیک کو لغو اور فضول قرار دیا اور سب نفسا کی وجہ
 سے اکوں کے لئے سو۔ بندر گر بر بیکو پاک ٹھیرا دیا۔ پس جب ان محض خود غرضی کے احکام
 کو آپ لوگ فدا کے احکام سمجھتے ہیں اور اپنے پیشوا مان مذہب پر غرض نہیں کرتے نو
 ان مجتہد موا حکام کی جد سے جو اندر تعالیٰ ہی کی طرف سے مقرر ہوئے۔ آمنت م پر اعراض
 کرنا با عشتہب۔

پس ذاکر سنائی صاحب بیکیں نہیں (اُمتات ۱۳۵) میں اُن کو بار بار سبھا دیتا
 ہوں کہ اسفرت صے اپنی شریعت کے برگزین صفت نہیں کہ۔ جو احکام آپ کے لئے مخصوص
 ہو گئے اپنے اپنے عمل کیا۔ جو احکام آپ کی امت کے لئے معین ہوئے۔ آپ کی امت نے
 سمیل کی۔

سواگر یہ انصرفت م کے اُن نکاتوں میں مقاصد اور اعراض بھی ملحوظ معدوم
 ہونی ہیں کہ انصرفت مہنے کفار کے اُس طعن سے بچنے کے لئے کہ وہ آپ کو ا بنس
 ادب نسل کہتے تھے۔ اولاد زینہ کی خاطر یہی بعض نکلی کئے ہوں۔ کیونکہ جس طرح اپنا
 حقیقی بیٹا اور مردوات ماپ کے مقاصد کو اچھی طرح دور سے کر سکتا ہے عورت ذات
 اور دوسرے شخص نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ حضرت مریم کی والدہ نے بھی کہا تھا کہ لیس الذکر
 کا لاشخی یعنی مردوات عورت کی طرح کیا گزرا نہیں ہوتا۔

س تعلقات اور نکاحوں سے لوگوں کی دشمنی اور جنگ و بدل کر کرنا بھی آپ کا مقصد
 ضرور معلوم ہوتا ہے۔ مختلف لوگوں اور مختلف قوموں کے ساتھ شہوتہ داری تعلقات قریبہ
 یہ اکثر۔ تاکہ اسلام کی رہنمائی جو روکیں اور عداوتیں ہیں وہ کم ہوں پس امت تبلیغ رسالت
 لے لیا کہ توں معلوم ہے جو کہ انبیا اور صلک مقرر ہیں خیر اولاد کی غرض کی ہے کہ تمام لوگوں اور اُن میں حرمت
 متروں کا وقت تمام لوگوں کی نیند و دیوارت قائم رہنے کی ہو کہ ہر گز انبیا کی نسبت اولاد سے یہ برقی
 ہے کہ نیک۔ سبت۔ اور محبت سے دین عام کریم۔

معاون اور مددگار زیادہ ہوں ہیں۔ معہذا بیعت قلوب کسی غیب اور بیرون حورت کی
 دستگیری وغیرہ بھی ان نکاحوں کے ضرورتاً مقاصد معلوم ہوتے ہیں جو کہ افاتِ نسبت
 ہیں مگر اصلی غرض اسی سعادت اور حکمت ان نکاحوں کی وہی جامعہ ہے کہ یہ خود تعالیٰ
 کے پختہ کلام سے معلوم ہوتی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ انحضرتؐ فرماتا ہے: **وَاَنْتَ كَرِيْمٌ رَّحِيْمٌ** کہ
يَا اَبَا الْبَرِّ خَلِّ رِزْوَانًا لِّكَ تَرَدُّدُ فِي الْحَبْوَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَهَا
فُعَالِيْنَ اَمْتَعَكَ وَاَسْتَرْحَمَكَ سِرَاجًا جَمِيْلًا وان کن تن ترورع اللہ
 ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للحسنات منک اجرًا عظیماً
 اسے بتی تو اپنی ازواج سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور کسی زینت و آرائش میں متبس ہوتو
 آؤ کچھ حال و مشاعرے میں تلو خوش سلوکی کے ساتھ رخصت کو ورج اور اگر تم خدا اور رسول اور
 دار آخرت کی طالب ہو اور ثواب آخرت کے لئے تبلیغ رسالت میں امداد و معاونت کرنو اور
 ہو۔ تو اللہ تعالیٰ تم سے تم میں سے نیکو کاروں کے لئے ثواب عظیم مقرر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ
 کے اس کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تود ازواج کی رخصت محض اپنی امداد
 کی خاطر اللہ تعالیٰ نے دے رکھی تھی، جیسی تو فرمایا کہ اگر اللہ و رسول کی طالب ہو تو فرورقہ
 سے حضرت ام حبیبہ بنت ابوسب سے ساتھ بچ نکاح کی غرض صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لطف
 اور عداوت کم ہو جائے کیونکہ ابوسفیانؓ کا ما کہ کفر کی فتنہ کا یہ سار اور معرفت کا جانی ضمن تمام یہ کا
 مفصلہ در اس نکاح میں ہے کہ وہی سب سے بڑا اور شہداء و شہداء کو بڑا بہت غصہ اور غضب
 عاشقہ کیساتھ نکاح کر کے عازن حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ نہایت ہی محبت و محبت کی گئی تھی
 حضرت زینبؓ سے اس سے نکاح کیا کہ اس کی اور اس کے لورحق کی دلجوئی
 ہو۔ جن کو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نبی و جہ سے ایک گونہ تکلیف پہنچ
 گئی تھی۔ جو یہ کہ نکاح سے جو فائدہ ہوا اس کا ان صاحب کو خود بھی انوار ہے کہ اس نکاح
 کی برکت سے تمام نبی مطہرین راگزے گئے۔ عقیدہ کے ساتھ نکاح کرنا یہود کے ساتھ ہر شے واری
 پیدا کرے اس کی بعضیت غفلت میں پیدا کرنے کا خیال تھا اور ایسا ہی ہر ایک ہم المؤمنین کے حال پر
 فرورقہ نظر کیسا ہے تو فرورقہ نکاح کی کوئی نہ کوئی مایہ! اللہ تعالیٰ محفوظ ہو رہی ہے۔

منفرد کرو، نہ پہلی طور پر نصرت ہو، نہ صدائے بندہ میں آنحضرت صلعم کہ معاش کی طرف سے
 یہی ہر طرح فراغت تھی۔ ان عورت کو یورو وغیرہ سامان دنیاوی مہیا کر دینا کوئی بڑی بات تھی
 کیونکہ یہ تو معیاش آدمی کی عین خوشی ہوتی ہے لیکن آنحضرت ص اپنے پاس تو کچھ رکھا ہی نہیں
 کرتے تھے۔ سب دینی اخراجات اور غز و مس کیلئے اخراجات کو دیتے اور اپنے یہاں محض فقر و فاقہ
 اور خدا کا نام ہی تھا۔ چنانچہ ان دین مہموں سے بچا یہ ثبوت پہنچ چکا ہے کہ آنحضرت صلعم
 کی گذرانِ حق فقیرانہ تھی۔

پس آنحضرت صلعم نے جس انداز و طرح وغیرہ مدینہ میں کس زیادہ دین کی اشاعت
 اور تبلیغ رسالت میں معاونوں کی تعداد بڑھانے کے لئے کی۔ کیونکہ آپ بنفس نفیس ذوقدار
 ہی کبھی عورتوں میں وعظ کیا کرتے۔ جس سے آپ کے افعال و اقوال آپ کی قریبی رشتہ دار
 عورتوں اور ازواجِ مطہرات کو معلوم ہو جاتے اور وہ اوروں کو بتلا یا کرتیں۔ زیادہ تر
 آپ کی رسالت اور احکام کی تبلیغ آپ کی ازواج ہی کے ذریعہ سے تھی۔ چنانچہ تمام دنیا جانتی ہے
 کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی عالمہ فاضلہ عورت دنیا بہر میں آج تک کوئی نہیں ہوئی۔
 احادیث نبوی کی مدینہ کا زیادہ تر مدار انہی پر ہے۔ اور ایسا ہی باقی ازواج سے بہت سی
 مدایات نبوی ہوئی ہیں۔ بہر حال آنحضرت صلعم کی غرض کثرت ازواج سے اسلام کا لوگوں
 میں جلدی شائع ہو جانا تھا اگر انکی معاونت سے آپ کے احکام جلدی اور عام طور شائع
 ہو جائیں۔ اور سب کو معلوم ہو جائیں۔

اگر یسوع کی طرح آپ غیر عورتوں کے ساتھ محبت اور بے تکلفی کرتے یا آپ کی شریعت
 چند اخلاقی احکام تک ہی محدود ہوتی۔ تو زیادہ نکاحوں کی آپ کو ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن
 اسلام میں محدود معاش کی ہر خیز کے متعلق بے شمار احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں۔
 جس سے کتب احادیث بہرہی ہیں اور جو بے شمار انہیں انداز سے مروی ہیں۔
 پس اس کے لئے صحابہ مردوں کی طرح ضرور صحابہ رضی اللہ عنہم عورتوں کی بھی آپ کو ضرورت تھی۔
 جنکی صداقت اور استباز کی پہلے آپ امتحان فرمائیں۔ اور یہ طرہ سلطان کو احکام
 الہی بتائیں اور وہ کم سے کم عورتوں کو پہنچائیں۔ پس عورتوں کی صداقت اور

راستبازی۔ حیات و امانت کا حال آپ کو ہم گزرا معلوم نہیں ہو سکتا تھا اور نہ وہ اس قابل ہی ہو سکتی تھیں۔ تاوقتیکہ ان میں سے کسی عورتوں کو آپ نکاح میں لاکر اپنی محبت میں رکھیں اور ان کو الہی تعلیم کے رنگ سے رنگین کریں۔ سو اس لئے آپ نے یہ سب نکاح کئے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایام سابقہ کے دستور کے موافق اسی مشیت پر کار بند ہونے کی اجازت دی اور یہی وجہ تھی کہ ان کو طلاق دینا اور اپنی وفات کے بعد ان کو دوسرا نکاح کرنا ناجائز تھا۔ ولان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداناً تاکہ دوسرے کے نکاح میں آکر اس الہی تعلیم ان کی اشاعت میں فوق نہ آجائے اور بیوہ اور آزادہ کر اسلامی مشنری بنی رہیں۔ کیونکہ جب عورت دوسرے کے نکاح میں آجائے تو پھر اس کے بس اور اطاعت میں ہو جاتی ہے اور مجبوراً اس کو اس کی اطاعت کرنی پڑتی ہے اور طلاق و کرۃ اس کی اخلاق سے خوگیا ہو جاتی ہے۔ پس ضرورت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو اشاعت دین و تبلیغ احکام رسالت کے لئے منتخب و متعین فرمایا تھا تو عمر یہ کہ لئے جوہ اور آزادہ ہیں اور آزادہ جو کہ سب حد مت بجا لائیں۔ پس اگر ایسے عظیم الشان کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسخرت اور مسخرت ہونے کے ازواج مطہرات کے ساتھ کچھ خاص لگا دی تو یہ کون کون سے اقرضائے انہیں بلکہ نہایت مناسب اور فرضی معلوم ہوتی ہے۔

حضرت مسیح نے غیر عورتوں کو اپنی تبلیغ رسالت کے لئے معاون و مددگار بنایا بلکہ ان کا اختلاط اور پیار بہ نسبت مردوں کے عورتوں کے ساتھ زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ مرد عورت سے مینے بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کی اس عورت نے آگے چنی قوم کو انگا ہی دی۔ بہت سی عورتیں جو میل سے یسوع کی یہ دھوکہ کھائی خدمت کر۔ آئی تھیں۔ وہ مسیح کی کھیتی تھیں۔ مریم مجیدہ اور یعقوب اور یوحنا سب کی ماں مریم نبوی کے بیٹوں کی ماں انہیں میں تھی (متی ۱۲ باب ۲۵) علیٰ ہذا التی من کنتی عورتیں جو بدرجوں اور درجوں کے چنگی ہوئی تھیں۔ اور یوحنا ہیروڈیس دیونی کوڑا کی جو عداد سوسنہ اور بہتری اور جوال سے اس کی خدمت کرتی ہی اس کی سہیلیوں و دوکانہ ۲۵۰-۳۰۰ اور یسوع مرتھا کو اور اس کی بہن اور اخیوت کو چاہا کرتا تھا اور یوحنا ۱۱ باب ۵) یہاں تک کہ یسوع کی قبر کے پاس پھرا کے فرشتہ کو بھی

وقمل صالحاً لثمتها اجرهما من ثلثين واعندنا بهار زقا کریماء بینسما
 التبتی لستین کا حد من الشاء ان التقیتن فلان تخضعن بالقول
 فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفاً وقرن فی بیوتک
 ولا تبرجن بثیوج الجاهلیة الاولی وامن الصلوة واتین الزکوة
 واطعن اللہ ورسولہ اتما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل
 البیت ویطہرکم تطہیراً واذکرت ما یتلی فی بیوتک من آیت
 اللہ والحکمۃ ان اللہ کان لطیفاً خبیراً ان المسالین والملت
 والمومنین والمومنات والقننات والقننات والصدتین والصدت
 والصبرین والصلوات والخشعیل والخشعت والمتصدقتین
 والمصدقت والصابغین والمصبغین والحفظین ووزوجہم
 والحفظت والتاکرین اللہ کثیراً والذکرت اعد اللہ لہم
 مغفرۃ واجر عظیماً۔ اے نبی کی بیویاں جو کوئی تم میں سے کسی ملائکہ یا شایرہ کی
 طرح ہوگی اسکو معہری نہرا دی جائے گی اور یہ اس پر آسان سی بات ہو اور جو کوئی تم میں سے
 اسدا رسول کی اطاعت کرے گی اسدا مال صالحہ بجا لا لگی ہم اسکو اسکا اجر ہی دہرا دیں گے
 ایک رسول کی محبت کا دوسرا اس عمل نیک کا اور ہم نے اس کے لئے عزت کی روزی تیار کر
 رکھی ہے۔ اے نبی کی بیویاں کچھ عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں۔ تمہارا ادب اور بے پناہ
 ہندم اہل بیت نبوت ہو۔ پس اگر تم وصف تقوی سے موصوف ہو یا چاہتی ہو تو دینی زبان سے
 کسی کے ساتھ بات نہ کرو نہ کہ جس کے دل میں کسی طرح کا کھوٹ ہو وہ (تقوی و طہارت کے
 خلاف تم سے کوئی آئے پیدا کرے اور بات کہو تو عام دستور کے موافق اسدا پیغمبروں میں لگی رہو۔
 اسدا لگے تانہ جاہلیت کے سے ناؤں بھگا رو کہنا تھی نہ چھو اور تازہ نہ ہو اسکا کدو اور اسدا اور
 اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اہل بیت رسالت خدا کو تو یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح
 کی گندہ آئی کر دو کہ اسے ہندم کو ہیا پاک صاف بنائے۔ جیسا پاک بنائے کا حق ہے۔
 رہو اسلئے سعہ کی صفت تقوی سے موصوف کرو (اور تمہارا رنگ نور پس جو کلام ربانی

کی آیات اور انامی کی باتیں مسما جاتی ہیں بابت کو۔ در کھوا مظلہ و باطن کو یکساں یا ک
وصاف کو کیونکہ اللہ تعالیٰ بایک بین خبردار ہے۔ یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ مومن
مرد اور مومن عورتیں۔ فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں۔ راسخا مرد اور راسخا عورتیں۔ صبر کرنے
والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ غیرت کرنے والے مرد اور غیرت کرنے والی عورتیں۔ غزو
رکنے والے مرد اور غزوہ رکھنے والی عورتیں۔ اپنی شرمگاہوں کو تھامنے والے اور تھامنے والی
عورتیں۔ اکثر نیت سے خدا کا ذکر نہ کر کے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں خدا نے انہیں ک
ئے معفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

پس یہ وہ ہدایات اور احکامی باتیں ہیں جو کلام ربانی میں موجود ہیں اور جس پر عمل کرنا۔
نبی کی ہر ایک بات کی پیروی پر فرض تھا جس سے انکا خیال چلے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول
اعلیٰ درجہ کا تقویٰ و طہارت کلام ربانی۔ بدھیا پر ناز۔ ناز کا پر نہانہ کرنا کہ ادا کرنا خدا رسول
کی سچی اطاعت اور اطاعت اس مسمیٰ جس شخص کے گھر کی یہ تہذیب پیشابیتگی اور یہ تقویٰ و
طہارت ہو۔ اس پر کوئی شخص نیت ابیتگی یا بد تہذیبی یا بدکاری کا الزام لگائے والا وہی آدمی
ہوگا جو جسک اپنا چال چلن نہایت مہجہ کا گندہ انا پاک ہو اور جن روایات کلام ربانی کے برخلاف
نہایت پرانہ وہ بھی ایک نعت روا انکار کر دینے کے لائق ہیں کہ ان الظن لا یعنی
من الحق شیئا۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ آنحضرت ص کا ان اصلاح کے ساتھ تعلق تبلیغ رسالت
میں معاون پیدا کرنے کے لئے ہی تھا۔ اور گو کوئی شخص اس سے کیسا ہی انکار کرے لیکن ان
اصلاح سے حق ردین کو اصلاح ملی ہے اور شر کے مسائل و احکام علم منتشر ہو رہے ہیں یہاں تک
فیکٹ (تحقیقت) ہے جس کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

پس ڈاکٹر احمد شاہ علیہ صلاہ دینا گریوں نہ ایسا ہوا کہ محض صاحب
لوگوں کو تعلیم دینے اور لوگ آگے اپنی بیویوں۔ ماؤں۔ بہنوں۔ بیٹیوں وغیرہ کو راہنما
صفحہ ۷۶) ایک نہایت ہی قصہ صلاح ہے ایسا ہی ہے۔ جسے کوئی کہے گریوں نہ سچ
کے پاس ان عورتوں کے فائدہ اور تعلیق نہ کر سکیں۔ جو ان کی محبت میں موجود

را کرتی تھیں اور پرغواہوں اور متعلقین نے آگے ان عورتوں کو وہ فیض پہنچایا۔ جب کہ
 اپنی قوم کے دستور کے موافق ان کے ساتھ اتنی برکت کے موافق آنحضرت مسلمہؐ کو نکاح کر گئے
 تھے تو کیا ضرورت تھی؟ اس سبب سے فائدہ نہ اٹھائیں اور وہیں پر رسول و غزیرہ کی تعلیم
 و تعلیم ہو جو یہ ایسے مہذب و مجتہد تھے کہ سب سے پہلے تکلفی کے ساتھ گفتگو کر سکتا اور ہر قسم کے
 مسائل پر چھوچھو سکتا۔ چہ بزمین سے بھی اس لئے تکلفی کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتا جس طرح
 مرد کے لئے مردانہ انداز کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح عورتوں کے لئے عورتانہ یا غفلوں
 کی یہی وجہ ہے کہ جس مجلس کوئی عورت نہ آئیں اور نہ دارین جانی ہیں اور جہاں عورتیں نہ آئیں
 ہے اُس سے سب عورتیں تعلیم کر گئے آئیں اور نہ دارین جانی ہیں اور جہاں عورتیں نہ آئیں
 نہیں ہو سکتی یہ نیویں نہ دیندار ہوں۔ عموماً عورتیں جاہل ہی رہتی ہیں اس وقت جبکہ
 اسلام ابھی شروع ہوا تھا۔ اور وہ وقت و غفلوں کی تمام ضرورت تھی اور تعلیم و تعلیم کی شدت حاجت۔
 اگر آنحضرتؐ اپنے انداز مطہرات کو مساکم مسائل کی تعلیم دی۔ اور ان کو اسلام کا
 مشتمل بنایا جس سے اشاعت اسلام اور تبلیغ رسالت میں نہایت ہی سہولت حاصل ہو گئی
 ہو اور اس کی نسبت اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ انداز مطہرات و نزلت آنحضرتؐ
 کی خدمت میں رکھیں تو دین اور دینی احکام و مسائل سیکھ سکتی تھیں۔ دوسرے کو یہ کب
 ممکن تھا؟ ہمارا ذہن ہی خیال ہے کہ اسلام کے مسائل اور احکام کا عرب میں اس قدر جلدی
 پھیلنا اور دنیا سے اسلام کو معلوم ہونا اسکا زیادہ باعث انداز مطہرات نبویؐ ہی تھا۔
 مخالف خواہ اپنی بد باطنی اور غیبت باطنی سے جس طرح چاہے اعتراض کیا کرے۔ لیکن آنحضرتؐ
 کی انداز مطہرات سے دینائے اسلام کی جس تدریجیت اور تعلیم کا فیض پہنچا ہے
 اُس سے انکار کرنا ایسا ہے جیسے کہ دوپہر کے وقت آفتاب کی روشنی سے انکار کرنا۔
 لہذا ہر کسب و کار میں جو بات ہو کہ جسے آنحضرتؐ سے بعض سبیل عورتیں خود بھی دریافت کر لیتی
 تھیں جو غرض و حیا کے تعلق ہوتے۔ وہ ایک دفعہ دعو ہوا ہے اور اُس سے اگر ظاہر ہوتا ہے۔ تو
 یہی کہ اس وقت کے سبیل کی حدیث کے لئے انداز مطہرات کا بیج میں مسلمانوں کو کھدائی ہوئی تھا۔ ایسا
 حضرت محمدؐ کو نہ تھا بلکہ یہی حکم و مکتبہ کم نصاب تدریس انداز مطہرات ہی کے ذریعہ سے ہوتا تھا۔

یہ بیچ ۲ مکہ ہنشین عورتوں کے اشرافیت سے نکلا کرنا۔ اور آپ کا دوسرا اعتراض جو مہر کی بات ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی رعایت کر کے بے مہر نکاح جایز رکھا اور دوسروں کے لئے مہر مقرر رکھا۔ یہ بھی ہمارا اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے۔ آنحضرتؐ مسلم نے کہیں اپنے لئے بے مہر نکاح نہ انہیں رکھا۔ یعنی جو آپ نکاح کرینگے اُس میں آپ کو ضرور مہر مقرر اور ادا کرنا ہو گا۔ اگر کوئی عورت اپنی مرضی سے بے مہر آپ کے نکاح میں آنا چاہے ادا آپ اُسے قبول کر لیں تو یہ دوسری بات ہو گی کہ میں آپ کی طرف سے کیا جبراً بے رعایتی ہے ایک عورت اپنی مرضی سے بے مہر نکاح میں آنا چاہتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ امر آپ کے لئے جایز رکھا۔ اس میں قباحت کیا ہو گی۔

کیا ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ زیادہ تر نکاح حضرتؐ نے ہجرت کے بعد ہی کئے۔ جب کہ عائشہ کی طرف سے بھی کوئی تنگی نہیں رہی تھی تو اس وقت یہ خیال کرنا کہ حضرتؐ نے ہر کے خنجر سے بچنے اور فاضل رعایت کے لئے بے نفس کا حکم گھڑ لیا تھا۔ کیسا لغو اور نامعقول اعتراض ہے۔ مہر کی تعداد تو سلام میں کوئی زیادہ نہیں۔ ایک لوہے کا چملا۔ بلکہ حدیث میں کے موافق صرف قرآن شریف کا سیکھنا ہی بطور مہر معین ہو سکتا ہے تو آپؐ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ مہر سے بچنے کے لئے آپؐ نے یہ بے نفس کا مسئلہ مقرر کر لیا تھا کس قدر اہم بات خیال ہے۔

۱۔ مہر کی جگہ اگر آپؐ اپنی ازواج کو ان دنفقہ اپنی امت کے ذمے مقرر کر دیتے تو البتہ اس وقت یہ اعتراض آپؐ کی نسبت قابل سننے کے ہوتا۔ کیونکہ ان دنفقہ کا خنجر مہر کی نسبت بد جہانوادہ ہے۔ لیکن مہر کی رعایت کے لئے یہ بے نفس کا حکم یا لینا۔ جسکی تعداد کم از کم چند ایک پیسے ہی یا ایک آدھ سو روپے کا سکھا نا بھی چھوٹی ہے نہایت ہی نامعقول اعتراض ہے۔

اگر قرآن شریف میں یہ حکم ہوتا۔ کہ جس عورت کو تو چاہے۔ بلا مہر نکاح میں لے آئے۔ تو البتہ آنحضرتؐ کے لئے کچھ رعایت اور اعتراض کی گنجائش تھی۔ لیکن جبکہ ایک عورت اپنی مرضی سے آپؐ ہی چھوڑتی اور خود ہی نکاح میں آنا منظور کرے۔

تو آپ کے نکاح میں آ سکتی ہے تو پھر اس شخص میں عراض کرنا اگر حواست ابھی سمجھتی ہیں
تو اندھا کیا ہے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر مقرر ہونے کے بعد اگر کوئی عورت اپنا
مہر مقرر نہ کر چھوڑ دے تو چھوڑ سکتی ہے۔ ہاں غیر اگر پہلی حکم آنحضرت کی نسبت مقرر ہو گیا
کہ اگر کوئی عورت پہلے ہی بے ہر آنحضرت کے نکاح میں آنا چاہتے تو آ سکتی ہے۔ تو
اس بات میں رسول مکرم کو کوئی خاص آزادی اور سبکدوشی حاصل ہو گئی۔ کیا مان و نفقہ سویری
کرائے گو۔ یا انکا مان و نفقہ است پر ڈالا گیا۔ فتفقہ دایا اولی الا لکباب۔

علاوہ اس کے ملازمین کی بابت بھی اختلاف ہے کہ آیا اس طرح پر کوئی عورت آنحضرت
کے نکاح میں آئی بھی یا نہیں۔ اور جنہوں نے مانا ہے انہوں نے بھی صرف ایک عورت بتائی
ہے۔ پہلے کو کام میں بھی اختلاف ہے مگر چار یا ہاں تک خیال ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح
اللہ تعالیٰ نے موجودہ میویوں کو آنحضرت ص پر جائز رکھا۔ اسی طرح کوئی ایک عورت انہیں
بلا ہر مقرر ہونے صرف بلفظ مہر نفس آپ کے نکاح میں آئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے
اُس نکاح منقذہ جائز ہونے کے لئے ایسا حکم فرمایا اور امراتہ مؤمنات و ہنیت تقسما للہی ان
اور انہی ان کے اگر کسی مومن عورت نے بلا ہر ہی کے نکاح میں آنا چاہا۔ تو وہ بھی نبی کے
لئے جائز ہے بشرطیکہ نبی اس کو نکاح میں لا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ یکن حج حج کے معنی کیا ضرور ہے کہ تنگی کے ہی کئے جائیں۔
حج کے معنی دھڑکچڑک اور ترو کے ہی ہیں یعنی یہ احکام اس لئے تم کو دیئے۔ کہ تیرے
دل میں دھڑکچڑک اور ترو نہ رہے۔

اور آپ کا تنبیہ لاعتراض کہ دیگر مسلمانوں کو اپنی متعدد عورتوں کی کسی ایک
قسم کی رعایت فرض ہے۔ مگر وہ صاحب ہر طرح کی رعایت سے سبکدوش ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب نصوص قرآن سے آپ ثابت کہ چلے کہ آنحضرت مکہ ہر ایک
عورت کے پاس بادی باری سے رہنا فرض نہیں تھا۔ بلکہ عموماً کے ساتھ عہد بنا دیا۔ اور
بیکوش رکھے کہ مکہ تھا اور یہ فدا ہی نے آپ کو رعایت دی تو پہلے آپ کا اعراض کرنا

بڑی طرح کی حماقت ہے۔ اُن اگر خدا کی طرف سے حکم نہ ملتا تو آپ نبی کے طور پر اپنے لئے یہ عاتق نہ کر لیتے تو آپ پر خلاف حکم خدا کر کے کا الزام نہ تھا لیکن جو کچھ آپ نے کیا۔ عجب اہی کے حکم اور اس کی اجازت سے کیا تو یہ آپ پر مخالفت خدا اہی کے الزام تحت درجہ کی جہالت ہو
 ۱) آنحضرت ص کو باری مقرر کرنے پر مجبور نہ رہیں البتہ آپ ص مصلحتیں ضرور ہیں۔
 ۲) چونکہ آپ کی کثرت ازواجی اشاعت دین کے لئے تھی اس لئے آپ کو مملو پر سب بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت سے بیاہ کرنا کا حکم دیا گیا۔ لیکن جبر نہ کیا گیا تاکہ جس بیوی کو آپ زیادہ احکام شریعت سمجھنے کے قابل پائیں اس کے پاس زیادہ دیر تک ٹھہر سکیں۔ اور سبیل شریعت کہا سکیں۔

(۳) چونکہ آپ ساری دنیا کے لئے الہی اللطاف تھے نہ کسی کے مطیع۔ اس لئے ادب رسالت قائم کرنے کے لئے ایسا حکم دیا گیا تاکہ وہ عورتیں حق کے طور پر آپ سے مطاعینہ کریں مگر آپ اپنی ذاتی مہربانی سے جتنا سلوک جس کے ساتھ کریں اُس پر وہ قانع اور خوش رہیں تو کسی کی ہر ہر ہے
 اِذَا الْحَتِیْبَ عَلَیْكَ الْقَسْمُ وَانْتَ لَا تَمْنُکَ الْقَسْمُ تَقْبِرُ اَعِیْنُ مَوْنِ الْمَرْ
 (۴) باوجود اختیار میرے جانے کے آنحضرت ص پہر بھی عدل اور عودات کے حقوق کو اپنی لئے بطور الزام والا لازم کے سمجھ کر خدا تعالیٰ کی نظر میں زیادہ اجر کے مستحق ہوں۔
 (۵) اس آیت میں ہے کہ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ خدا جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور خدا تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آنحضرت ص اپنی طرف سے کسی طرح قصور کرنے والے نہیں اور جس کے ساتھ عہدہ ادنیٰ نہ تھی سے بڑا کرنے والے ہیں اس لئے اجازت عطا فرمائی۔

عَدْلَ بَيْنَ النِّسَاءِ

پھر اگر آنحضرت ص نے فی الواقع عدل بین النساء میں کچھ کوتاہی کی ہے۔ تو مخالفت کا یہہ اعتراض کسی قدر توجہ کے ہی قابل ہے۔ لیکن جب کہ باوجود خصیت کے آنحضرت ص معلوم نے عدل بین النساء کا وہ نمونہ دکھایا۔ جو کسی نبی یا غیر نبی سے آج تک ہر نہیں سکا۔ تو

پھر یہ بات عرض بالکل انوار باطل ہے

آنحضرت کا عدل بن النساء

بخاری اور مسلم میں یہ متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے نو بیبیاں چھوڑ کر انتقال فرمایا۔ ان میں سے آٹھ بیبیوں کے یہاں سو باری داری سے تشریف لیجاتے۔ ایک بی بی سودہ رحمہ نے (دو چھ پیرانہ سالی کے) خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رحمہ کو بخش دی تھی۔ نتیجہ آپ عائشہ رحمہ کے یہاں دو دن رہنے لگے۔ ایک دن خاص انکا اور ایک بی بی سودہ رحمہ کا (متفق علیہ) یہم بالکل غلط ہے کہ سودہ رحمہ کو آنحضرت ﷺ طلاق دی تھی بلکہ حضرت سودہ رحمہ کو کسی وجہ آپ ہی طلاق کا اندیشہ ہو گیا تھا سو انہوں نے خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رحمہ کو بخش دی۔ آپ نے یہ درخواست قبول فرمائی۔ (ذیل الاوطار صفحہ ۱۲۰)۔

جب رسول کریم ﷺ سفر کرنا چاہتے۔ تو قحط ڈالتے پھر قحط میں جس بی بی کا نام نکلتا اسی کو ساتھ سفر میں لیجاتے۔ و بخاری و مسلم اگر کسی بی بی کے ساتھ آنحضرت کا عشق قحط میں سے بڑھ کر موتا۔ تو اس قدر تعقید کی کیا ضرورت تھی جس بی بی کو چاہتے۔ ساتھ لیجا یا کرتے۔ مگر نہیں آنحضرت ﷺ کا انصاف واقعی ایسا تھا کہ آپ ذرا بھی بے انصافی گوارا نہ کرتے ادباً وجود اس قسم کے عدل امد انصاف کے آپ فرمایا کرتے کہ اللہم ھذا قسمی فما اھلک انکم خدایہم میری تقسیم جو میری انصاف میں ہو گلو میں میری بات کو نہ کر دیتا میں میری سوچا۔ میری اپنے انتقال فرمایا۔ آپ کی جی یا ہوتا تھا۔ کہ حضرت عائشہ رحمہ جلدیقہ کے گھر میں، ڈاکرین گھر پر بھی اپنی مرضی سے ان کے گھر میں رہے۔ بلکہ آپ تمام بیویوں کی اجازت کیدرا لکھی خوشی سے حضرت عائشہ رحمہ کے گھر رہے۔ یہاں تک کہ انتقال فرمایا بخاری)۔

بی بی سلمہ رحمہ سے جب آپ نے نکاح کیا تو ان سے آپ نے فرمایا۔ کہ میں تمہاری پاس تین رات رہوں گا اور یہ کہچہ تمہاری خفت کی بات نہیں ہے۔ یا میں ہمہ اگر تم چاہو تو میں سات رات

بھی رہ سکتا ہوں۔ لیکن پہرہ پہنے سب بیبیوں کے پاس سات سات رات ہی رہنا ہوگا اور اگر چاہو تو تین ہی رات تمہاں پاس رکھو اور بیبیوں کے پاس دورہ کروں۔ ام سلمہؓ نے عرض کیا۔ تب تین ہی رات تشریف رکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کنواری کے لئے پہلے ہی پہل سات رات دربیوہ کے واسطے تین رات ہیں۔ آنحضرتؐ کے عدل و انصاف اور یکساں شب بامشب کے متعلق بیروہہ ام ایث ہیں۔ جو بخاری اور مسلم جیسی کتابوں سے ثابت ہیں۔ اب اس کے مقابل آپ کا حیات القلوب صفحہ ۲۷۵ والا قول کہ تو عدل نے کئی میاں بابا آنسو پیہر خدائی۔ سوائی شیعہوں کی انفرادی نوگوئی کے اور کیا سمجھا جاوے۔ (۱) اور آپ کا چوتھا طعن کہ آنحضرتؐ نے اپنی عورتوں سے طلاق کا استحقاق جمیع لیا۔ آنحضرتؐ نے ہرگز نہیں چھینا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع کر دیا کہ ادب رسالت کے لحاظ سے آنحضرتؐ کے بعد (واجہ النبی کے ساتھ کوئی نکاح نہ کرے اور واقعی یہ کیسی بری بات معلوم ہوتی ہو کہ ایک ایسا شخص جو دنیا میں رسول کو سردار۔ بیویوں کا خاتم اور افضل البشر قرار دیا جائے اس کا اتنا ادب بھی قائم نہ کیا جائے کہ اس کی بیویاں اس کے بعد عروہ کا فرش بننے سے بچیں اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس میں ایک مصلحت بھی تھی کہ اگر ان عورتوں کو طلاق اور ازدواج ثانی کی اجازت دی جاتی تو ان کے ازدواج سے جو مصلحت تھی وہ فوت ہو جاتی۔ وہ نئے خاوند کے پاس جا کر اس کی اطاعت اور بس میں ہو جاتیں۔ اور اشاعت دین کا کام جو ان کے متعلق تھا۔ رک جاتا اور نئے خاوند کے قبضہ میں آ جانے کی وجہ سے ممکن تھا کہ ان کے خیالات بدل جاتے۔ اور آنحضرتؐ کی صحبت مبارک سے جو تعلیم انہوں نے پائی تھی۔ اس کا اثر مٹ جاتا۔

بلاشبہ ہر ایک عورت جو اللہ و رسول کی خواہاں تھی اور دین الہی کی سچی معاون و مددگار۔ وہ اپنے طلاق کی خواہش کو کتنی اور نہ ایسی عظیم الشان رسول کی زوجہ بننے کا فخر حاصل کر چکے تھے۔ بعد و سرست نکاح کر سکتی۔ لیکن اس مسئلہ میں کہ وہ دنیا و دنیا کی زینت کی طالب ہو یہ کلام اجازت بھی کہ آنحضرتؐ سے طلاق حاصل کر لے۔ اور دوسرے نکاح جا کر۔ آیت تخییر میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو صاف حکم فرمایا کہ

کہ تو اپنی بیوی کو گھر سے کہہ کر دین کی طالب ہو۔ تو اسی فقیر فاقہ پر قناعت کرو۔ اور اگر دنیا کی طالب ہو تو میں تم کو پہلی طور پر رخصت کر دیتا ہوں۔ پس جس نے امداد رسول کو چھوڑ دیا تو وہ دینی خدمت کے سراجام کے قابل بھی نہ رہی۔ اور طلاق پا کر غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے اسے کوئی روک نہیں ہو سکتی۔

آپ اپنی اہلیات صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں کہ تحدید زوج کا حکم بہت پہلے آگیا تھا اور آنحضرتؐ کو موجودہ انداز کی حالت کا پیچھے جبکہ آپ اپنی شریعت کو توڑ چکے تھے امداد رسولؐ زیادہ کر چکے تھے۔ پس متبنی عورتیں اپنے اس عرصہ میں کہیں۔ اسیس یقیناً اپنے شریعت کے حکم کو توڑا اور حرام کو حلال کر لیا۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں آپ لکھتے ہیں کہ سورہ نسائہ جس میں تحدید زوج کا حکم ہے وہ مکہ میں نازل ہوئی اور مکہ کی کہلاتی ہے اور آنحضرتؐ کو موجودہ انداز کے حلال ہونے کا حکم سورہ احزاب میں ہوا جو مدنی ہے۔ اور بہت پیچھے نازل ہوئی۔

میرے خیال میں یقیناً اسی جہالت کی وجہ سے آپ اسلام سے مرتد ہوئے کہ آپ کو نوٹ پڑا کہ آنحضرتؐ مسلم سے محض دینی اغراض کے لئے یہ چند دفعہ کئی مرتبہ دینی سبوتاژ خود پر جب کہ عورتیں نفوذ فاقہ پر تھیں نہ رکھ دینا دی اور متعلق مانگے لیکن ان کو مکہ دیا گیا کہ اس سول کے پاس تم محض دینی اغراض کیلئے جمع ہو۔ دنیا کی سبب دہی ہمیں نصیب نہ ہوگی۔ اگر دنیا کی طالب ہو تو طلاق سے بڑا بہتر موقع تھا۔ کہ جو عورت زینت دنیا کی طالب ہوئی۔ وہ جو بھی خاطر طلاق سے لیتی اور دوسرے سے نکاح کر لیتی۔ پس شایق صاحب کا یہ اعتراض کہ ان سے طلاق کا استحقاق پھینک لیا تھا۔ مبطل و مشورہ نہ گیا۔ اس کے بعد جب ان عورتوں نے دین اور دینی خدمت کو اختیار کیا۔ اور اپنی مرضی سے نفوذ فاقہ پر صابر بننے کو پسند کیا۔ تو پھر آنحضرتؐ مسلم کو حکم مل گیا کہ اس کے بعد کہ تیری اور مجھ سے دین اور دینی خدمت کو اختیار کر لیا ہے۔ نہ کسی کو حلاق ہو سکتے ہو اور نہ ایک کو طلاق دے سکتی ہو بلکہ ہر دو مل کر سب سے بڑا اور نہ انہی کو دوسرا فائدہ نہ کرنا اور اس میں ہم جتنے قطعی دائمی ہو گیا کہ دین مذہب کے قبول کرنے کے بعد کہ کوئی عورت طلاق دے سکتی ہے نہ بولی جاسکتی ہے نہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اس طالب دنیا ہو تو بہتر نہ طلاق ہی ملے سکتی اور دوسرا نکاح ہی کر سکتی ہے اور اس قدر عزم میں ہی نہیں کہ گئی ہو چکے عسی دوبارہ

اسلام کی ذرا بھی خبر نہیں۔ ورنہ سارے مسلمان اس بات کو جانتے ہیں کہ قرآن کی سورتیں ساری کی ساری ایک دفعہ یا ایک ہی مقام میں نازل نہیں ہوئیں۔ بلکہ بعض سورتوں کے بعض حصے مکہ میں نازل ہوئے بعض مدینہ میں بعض آیتیں کسی وقت بعض کسی وقت پس آپ کا ساری سورہ نساء کو سچی کہنا یا جہالت ہے یا تعصب۔ سورہ نساء میں بہت سی آیات کے اندر جہاد کے حکم ہر جہاد اور جہاد کی آیات یقیناً مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ یہود کے حالات جس قدر اس سورت میں ہیں وہ سب مدینہ سے متعلق ہیں۔ صاف فقہین کا گروہ بھی مدینہ میں ہی تھا۔ جبکہ آپ کو عروج حاصل ہوا۔ کیونکہ منافق اُسی وقت سے نمودار ہوئے۔ جبکہ ان کو کچھ آپ کی ترقی کا بھی خیال تھا اور کچھ اپنی برادری کا بھی ڈر تھا۔ بظاہر آپ کے ساتھ ہوتا اور دبا ظن کفار کے ساتھ۔ دونوں سے صلاح ملائے رکھے تاکہ وقت پر جن لوگوں کا ظہر بہاری ہو۔ ادھر ہی ہو جائیں۔ جہاد کے وقت نماز پڑھنے کا طریقہ جو اس سورت میں درج ہے وہ بھی مدینہ میں ہی مقرر ہوا۔ اہل کتاب کی تمام باتیں جو اس سورت میں مذکور ہیں وہ بھی مدینہ سے متعلق ہیں اور خاص کر نصاریٰ بخران کی بحث وقت جو آنحضرت پر یہ آیت نازل ہوئی کہ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للہ ولا للملک المقتولین مسیح اس بات پر گڑبگڑا نہیں کرے گا کہ وہ خدا کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے یہ یقیناً اور بلاشبہ آپ کی آخری عمر سنہ ہجری کا واقعہ ہے (دیکھو حاشیہ ترجمہ قرآن مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی) پس آپ کا یہ کہنا کہ سورہ نساء سلمیٰ کی ساری کی ہے یا سورہ احزاب سے پہلے اتری ہے۔ بڑا بہاری دھوکہ ہے جس میں کوئی جاہل آجائے تو آجائے۔ ورنہ۔ باخبر آدمی تو کبھی یہ دھوکہ کا کہا نہیں سکتا۔

آؤ میں تم کو بتاؤں کہ بعض صاحبوں نے سورہ نساء کا نزول سورہ احزاب سے بھی پیچھے لکھا ہے۔ چنانچہ قصیدہ تقریب الاموال فی ترتیب النزول نصیف برہان بقیہ حاشیہ) ان طالعکن ان یبدلہ ازواجاً خیر منکم الخ کہ اگر تم اس رسول کی نافرمان ہوگی اور اس حدیث کا انکار ہوگی۔ تو اس کے بعد قریب ہے کہ اس کا رب تم سے بہتر دینی خدمت کرنے والی

اور مدینہ مدینوں کا نفع میں دیکھ

المجعری کا ایک بیہ شعر مالاخراب۔ مائدة۔ امتحان والنساء مع رکن
 ثم الحدید تا ملا۔ اور ابن فریس نے فاضل القرآن میں ابن عباس سے جو روایت
 کی ہے۔ اس میں مدنی سورتیں اس ترتیب پر ہیں۔ **قولہ** ثم البقر۔ ثم الانفال
 ثم آل عمران۔ ثم الاحزاب۔ ثم الممتحنة۔ ثم النساء۔ اب ان اقوال کی تسلیم
 تمہارا سارا ہی اعتراض اڑ جاتا ہے۔ کہ جب سورہ النساء پڑھی تو پھر آنحضرتؐ کی
 نسبت جو مکہ ازواج کے متعلق ہو چکے وہ سب پہلے ہو چکے اور عام مومنوں کے لئے ازواج
 کی مدح پھر ہوئی۔ لیکن یہ یہی ہے۔ کہ ان سورتوں کے بہت سے حصے پہلے اور بہت
 پیچھے نازل ہوئے۔ ساری یکہ نازل نہیں ہوئیں۔ ہاں جس سورت کا زیادہ تر حصہ پہلے یا پیچھے
 نازل ہوا اس کے فردان دوسری سورت سے پہلے یا پیچھے بیان کی گئی۔ اس حق یہی ہے۔ چنانچہ سوانح
 کے اکثر حصے بہت پیچھے نازل ہو چکے ہیں لیکن یہاں تک اللہ علیہم السلام کی تکمیل و اتممت
 علیہم السلام کی تہمتی تا قرآن سے پیچھے نازل ہوئی ہے جس کے بعد ان آنحضرتؐ کی تہمتی رملت
 مرانی۔

ترغرض یہ ہے کہ ان سورتوں کے بعض بعض حصے یقیناً آگے پیچھے یا دوسری سورتوں
 ساتھ ساتھ ہی نازل ہوئے۔ لیکن الہام الہی کے بموجب جس حصے کا تسلسل۔ ملحوظات
 ۱۔ ملوب بیان۔ فواصل آیات جس سورت کی چاں اور مطابقت رکھتی تھے وہاں داخل کر دیے
 گئے۔ اس تمام تمہید کی بنا پر ثبوت یقین اور حقوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ گو کتب سیر اور
 توسیع میں بعض افہامات گذر کر دیئے گئے ہوں لیکن یقیناً اور بلاشبہ تحدید ازواج آنحضرتؐ کو موجودہ
 ازواج کے رہنویہ کا مکمل ایک ہی دفعہ ہی وقت نازل ہوا ہو۔ جبکہ آپ سب انزال پر عہد
 وسنت انبیاء سابقہ کے موافق کر چکے تھے۔ پھر اُس وقت جبکہ مکنت الہی اس بارہ میں
 یہی تکمیل فرماعت کی طعن متروک ہوئی۔ اور وہی گئے تو ازواج کی تحدید کی گئی۔ اور آنحضرتؐ
 کو آئندہ ازواج کرنے سے روک دیا گیا۔

لے بلکہ سچ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ مکہ کو آمد و رفت کی ممانعت اور پورا انحصار پہلے ہو چکا
 تھا اور دوسری باتوں کو نہ غور تو کیا مکہ میں ہوا ہے آنحضرتؐ کی نسبت سب احکام پہلے مخصوص

خانہ ان زبیرؓ۔ نوشتہ ہجرت غریبی کا عذر تھا سو غریبی اسی طرح نجات یافت ہو سکتی تھی
پس مشایخ صابکؓ کی غریبی کا طعن دینا اور غریبی کی وجہ کوئی مبری نہ کر سکتا کچھ ٹھیک
نہیں ہے۔ جو شخص نجات کے ایک دفعہ مقدمہ نش کی کر لائے وہ اس سلسلہ کو برابر جاری
رکھنے سے اچھ نہ سوزہ تمند ہو سکتا اور غریبی خانہ داری چلا سکتا ہے۔

ابو مسیحؓ کی نسبت زینبؓ عشق میں ٹپ کا مفعول ٹھیک لکھا ہے جس کہ بیہوشی کو بھی شستہ
دیو میں کچھ تھے۔ کیونکہ معاف اندھا کو آجائزہ پیدائش کا آدمی سمجھتے تھے اور انکی مزی کا عالم تھا
کہ کوثر یون کو مانندیں اور پیروں کو لمبی سے منے پر آدم کو مگدینہیں ملتی تھی۔ جہاں سر رکھی
سہ مسیحؓ کو کوئی عورت نونہل سکتی ساری عمر ترسارے۔ بیوہ اسکو روطی اور بریم نکہنی وغیرہ عورتوں
سے ضرور رابطہ آتی دویم گفتار جس سے مخالف کو بطنی کا پورا پورا موقع مل سکتا ہے جس کے
رفع کرنے کے لئے عید سائیں کے پاس کوئی جواب نہیں۔

۲۔ حضرت ام ابنہ ابی سے نیک چلن۔ راستبازہ صاف اور این القوم مشہور اب انکی
ویایت و امامت اور تجارت میں برکت و یکجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عمرؓ کا لکھا گیا
کے وقت آنحضرتؐ ص کی عمر ۲۵ سال کی تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ۴۰ سال تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرتؐ کے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں حضرت زینب - رقیہ -
ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہراؓ لڑکے ہی تین چار ہو گئے۔ لڑکے پچیس میں ہی فوت ہو گئے حضرت
خدیجہ الکبریٰؓ نے سب سے قبل حجرت ۶۵۔ سال کی عمر میں دنیا سے پاکی۔ آنحضرتؐ ص کا ۵۰ برس
کی عمر تک اس ۶۵ برس کی بیوی سے بناہ کرنا اور صرف ایک ہی نکاح پر کفایت کرنا و انقبی
آپؐ زہراؓ و اہل بائیں سے دلیل ہے۔ حالانکہ نبوت کے بعد کفار مکہ نے آپؐ کو اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان

سے پادری ہمارا الدین سے اپنی بیچ کر دی ہیں بہر روایت حدیث لکھدی ہے کہ کفار مکہ آنحضرتؐ ص کو اعلیٰ سے
اعلیٰ خاندان کی لڑکی سے سہنہ شاد میں کرنے کا لالچ رہے یہ سب کچھ اپنے ہرگز نہ مانا۔

۳۔ حضرت خدیجہؓ کی آنحضرتؐ پر ایمان لانا یہ ہی آنحضرتؐ ص کی تخت کا بڑا نشان ہے۔ وہ خدیجہؓ کی تمام اتنی تعریف کو کہہ کر
کہ جنت اور اسی میں لگا کر میں کہہ داتی نہیں بارہو مشکورایت انبلیم آتہد کے جب آنحضرتؐ ص کی نبوت تسلیم کرے اور آپؐ پر
ایمان لائے تو اسی بڑی دلیل ہو جائیگی کہ آپؐ ص کی نبوت تسلیم کرے چہ مرم این لائی نہ لگی ہوئی۔ امیرن انکو دیلا سمجھا ہوا تھا۔

ہم نکل کے شہر کی طرح فرسی ٹنگ منہ ہی نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ انکو اشعار اپنی امداد نہ کی حالت کا
 دیکھو اور نغمہ بازی کا سرمایہ پہنچتے۔ چنانچہ بہت سی تواریخ عرب انہی شاعر کے اشعار سے لگتی ہے۔
 بہر ایک اور مطلب سے کہ اس زمانہ کا ایک میسائی شاعر اخطل نامی گدراہو۔ جو پکا میسائی۔
 دین پر مفید و ط اور گرجا کے وصال کو یاد رکھنے والا اور صلیب کے وقت اسے سینہ پر لٹکا کر
 رکھتا تھا (دلیوان اخطل منی ۳۲) اس کا ایک یونان عربی جو اس کی اصلاحات کا فوٹو

کھینچتا ہے۔ وہ اپنی پیرائہ سالی کا مال میان کرتا ہے۔

بان الشباب بما علقت بالغانیات وبالشراب الا شرب

جوانی عجب سے جدا ہو گئی اور بے اختیار روکنے کے لئے کئی مرتبہ اور بہت دفعہ یہ کہہ گیا ہے کہ
 سفر خوبصورتوں اور سنجے سڑا کیے ساتھ اپنا شغل رکھا ہے۔ اب یہہ تعریضات ظاہر کر رہا ہے
 کہ یہہ شخص باوجود پیرائہ سالی اور میسائیوں کا ایک بزرگ فاضل شخص کے پر بھی زنا کاری کی حالت
 میں مبتلا رہتا تھا۔ (یاد دہن) وہ زیادہ بہت سے نکاح کرتا تھا۔ جو وہ ہی ڈاکٹر احمد شاہ
 کے مذہب کے خلاف ہے۔

اور لطف یہ کہ یہہ شخص پادری کی تنصیب بھی کرتا تھا اور گرجے میں وہ خط بھی کیا
 کرتا تھا۔ مگر گرجے میں جس عرس سے جایا کرتا تھا اس کے اسی منور سے ظاہر ہے۔

ان عن يد خل الکبدۃ یس مآء یلقی فیہا جاد ورجنا
 اگر مارو گرجوں کوئی شخص افسوس نہ بہت ہے کہ گوزن بچے اور بزن اسیں پاؤگا۔ یعنی بوجہ
 جاد و خوبصورتوں اور بہت عورتوں کو دیکھ کر خط انہا سے لگا دیا اس میں میان افسل لوگوں کو قربت
 دیتے ہیں کہ گرجا میں مفرد یا پائو اور لطف اٹھانا چاہتو۔

اب دیکھا ڈاکٹر احمد شاہ صاحب! آنحضرت ص کے زمانہ میں یہہ قوم کا حال تھا
 جس پر تم لکھتے ہو کہ وہ میثا تھا۔ اور یہہ قوم بھی بہن نہیں سوب کی حالت اور بھی رہیں اچھے گرس
 کم جگر باقی نہیں (اس بات صفحہ ۴۹) آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس زمانہ میں درقہ تو ایک طرف
 قوم کے پیشو اپادری کا بہر حال تھا کہ گرجا میں جانا اور بظاہر بخیل کو اتھ میں لیکر لوگوں کی بہر
 بیسوں کو نارتا۔ اور طرہ طرح عورتوں سے حظ اٹھاتا اور والدہ تک کے عشق سے نہ بچتا۔

نازم برائیں ریش و فش -

۴۰ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے فائدہ اٹھاتے تھے بابا برا حضرت م کو طعن دیا ہوا
شاید آپ کو یہ یاد ہے اور ان غریبوں کا حال بھول گیا ہے جو تہار محمد اکبر خیر حضرت مسیح
کی ماں سے خدمت کرتی تھیں وہ راکھاری کا کلبا ہوا عورتی نہیں اور کہیں کہ پاپو پیسے کرتی
تھیں جو انحضرت صریحہ فتنہ آگیتے ہو۔

اور نرم نہیں جانتے تھیں لوگوں میں کثرت ازواج کی رسم عام ہوا وہ ملاشامی رہے بھی
جاتی ہو ان میں بیہ نکاح شامی کوئی عیب یا قابلِ روک نہیں سمجھا جاتا۔ اگر حضرت خدیجہ رضی
کے ہوتے یا ان کی اجازت سے آنحضرت صریحہ فتنہ کر لیتے تو ناکامی کی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ
رسم اور عادت کی موافق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کو کسی منع نہ کریں خصوصاً جبکہ انکی اپنی عمر ۶۰
سال کی ہو چکی تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طبع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آنحضرت صریحہ فتنہ
تھے انہیں جان وال آپ پر فدا کر دیا مہا تھا۔ حضرت عاتقہ رضی اللہ عنہا کے ہوا آپ نے کسی نکل کئے
گو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ روکا نہ بولنا۔ کیونکہ وہ ملک کی رسم کے مطابق ایک معمولی اور بکلی سہی
بات سمجھتے تھے۔ پس تہار سی ساری تقریر غواہ و فضول ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت سہیلہ

حضرت سہیلہ رضی اللہ عنہا کے باپ کا نام زمرہ ماں کا نام شمو میں بنت قیس تہا ان کا پہلا نکاح
شعروان بن عمرو سے ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکا سہیل الرحمن پیدا ہوا۔ حضرت سہیلہ
اور ان کا شوہر شروان بن عمرو دونوں مسلمان ہو گئے تھے۔ اور جبکہ دوسری دفعہ سلمان بن ابی بکر
کے حبش کو چلے گئے تھے۔ حضرت سہیلہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی شوہر کے مکہ سے حبش کو ہجرت کر گئی
تھی جب وہ حبش سے واپس آئیں تو کو میں انکے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی
وفات کے بعد سہیلہ ہجرت میں ان سے آنحضرت صریحہ فتنہ نکاح کر لیا۔ جس سے اس غریب
بیوہ کی گذران کی صورت بھی نکل آئی۔ سہیلہ ہجری میں انہوں نے وفات پائی۔

یہ اعتراض کہ آنحضرت مسلم اپنی بیوی سودہ کو پیرانہ سالی کے سبب طلاق دینے کے لئے مستعد ہونے لگے۔ سر اسر غلط اور غلط واقعہ ہے اور جن لوگوں نے ایسی روایتیں کی ہیں وہ اس بات کا ثبوت نہیں دے سکے کہ کس شخص کے پاس آنحضرت م نے ایسا ارادہ کیا، ہر کیا۔ پس اصل حقیقت یہ ہے کہ کتب معتبرہ احادیث میں مذکور ہے یہ ہے کہ خود مدوہہ جی نے اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے اس میں یہ خوف کیا۔ کہ اب میری حالت قابلِ غیبت نہیں ہے۔ ایسا ہو کہ آنحضرت م باعثِ طبعی کراہت کے جو نشاءِ بشریت کو لازم ہے، سبک دیا، دوسری امر یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی امر کراہت کا بھی اُس نے اپنے دل میں سمجھ لیا ہو اور اُس سے طلاق کا اندیشہ جم گیا ہو کیونکہ عمر بن الخطابؓ کے مزاج میں ایسے معاملات کثرت و غم و درد و سوسہ بہت ہوا کرتا ہے اس لئے اُس نے خود بخود ہی عرض کر دیا کہ میں اس سے اندیشہ نہیں چاہتی کہ آپ کی ازواج میں میرا حشر ہو۔ چنانچہ نیل الماوار کے صفحہ ۴۰ میں یہ حدیث ہے قال السودہ بنت زلفہ حین اسنت و خافت ان یفارقھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ وھبت یوحی لمعا لیشئہ فقبل ذالک منها۔ ورواہ ایضاً سعد و سعید ابن منصور و الترمذی و عبد الرزاق قال المحافظ خوارزمی ہذہ الروایات علی انھا حقیقت الطلاق۔ یعنی سودہ بنت زلفہ کو حب اپنی پیرانہ سالی کی وجہ خوف ہوا کہ اب میں شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو جاؤں گی تو اُس نے کہا۔ یا رسول اللہ میں اپنی نوبت و عیشہ رحمہ کو بخش دی۔ آپ نے اُسکی یہ درخواست منظور فرمائی۔ ابن سعد۔ سعید بن منصور۔ ترمذی۔ عبد الرزاق نے بھی یہی روایت کیا ہے۔ وریخ الباری میں لکھا ہے کہ اس پر روایتوں کا قول ہے۔ کہ سودہ رحمہ کو آپ ہی طلاق کا اندیشہ ہوا تھا۔ اب اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اصل آنحضرت م کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا بلکہ سودہ نے اپنی پیرانہ سالی پر نظر کر کے خود ہی اپنے دل میں یہ خیال قائم کر لیا تھا۔ ۸ ماسی و جبکہ شہ ہجری میں صرف دو سال کے لئے اپنی باری حضرت عائشہ رحمہ کو بخش دی اگر بالفرض ان روایات کے توارد اور نظر ہر کو نظر انداز کر کے فرض ہی کر لیا جائے کہ آنحضرت م نے طبعی کراہت کے باعث سودہ کو پیرانہ سالی کی حالت میں پا کر طلاق کا

ارادہ کیا تھا۔ تو اس میں بھی کوئی شے عت عقلی نہیں۔ اور نہ بہ امر کسی اخلاقی حالت بخلاف
 ہے کیونکہ جس امر پر عورت مرد کے تعلقات معاملات موقوف ہیں۔ اگر اس میں سے کسی
 نوع سے کوئی ایسی روک پیدا ہو جائے کہ اس کے سبب مرد اس تعلق کے حقوق کی
 بجائے آزادی پر قادر ہو سکے تو اس حالت میں اگر وہ اصول تقویٰ کے لحاظ سے کوئی کام نہ
 کرے تو عند العقل کوئی جائے اعتراض نہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ

حضرت عائشہ رضہ حضرت ابو بکر صدیق کی بیٹی تھیں۔ یہی ہیں جو کنواری آنحضرت کی نکاح
 میں آئیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب انکی منگنی آنحضرت م سے ہوئی تو انکی عمر چھ
 سال کی تھی۔ اور جب آنحضرت م کے گھر تشریف لائیں تو ۹ سال کی تھیں کیونکہ یہ دہشت
 وحی الہی نہیں سہرت ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضہ سے ایسا مروی ہے چونکہ عرب
 میں تقویٰ یہ تہری نہیں ہوتی اور تخمینہ عمر میں ایک دو برس کا فرق ممکن ہے۔ اس لیے ہر سکتا
 ہے کہ انکی عمر ایک دو برس کا فرق ہو۔ یعنی ۱۰-۱۱ برس کی ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے آنحضرت م کے نکاح کا موجب خاص کیسی معلوم ہوتا
 ہے کہ اناسہ دین کی اشاعت کے لئے ایک کامل مشنری کے طور پر تیار کیا گیا۔ چونکہ زیادہ تر
 کی عورتیں انقدر رطلہ اور ایسا پامایہ تعلیم نہ رشدا بیت کا نہ تھیں کچھ جیسے رہ تھیں
 کر سکتے ہیں جو سہ مطہریت کا عمل کی صحبت اور تربیت میں ہیں اور حضرت مانت
 کے نام سے پر رشدا اور بیت اور غریب اشتقاقہ کے آثار نمایاں تھے۔ ہمد آنحضرت م
 کو انکی مستعد اور قابل صحبت کا حال معلوم ہوا اور بلا نکاح آپ کسی لڑکی کو صحبت میں
 لے کر لایا۔ اس اختلاف سے بعض روایوں میں ممکن کے وقت سے سال دو تہائی ہے۔ اور صحابہ سے
 وفات کے وقت ۱۰ سال عمر پہنچتی ہے۔

رکھ نہیں سکتے تھے۔ اس آیت سے شرعی نکاح کا پیغام ڈال دیا۔ اگر سمجھو ایسا سچ ثابت ہوا تو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صغریٰ کا مذکر کیا تھا تو اسکی وجہ یہ ہوگی کہ وہ آنحضرت م کی اصلی بیوی تھیں۔ یہ آگاہ نہ ہونگے۔

لیکن آنحضرت م کا تباہ یا کھل ٹھیک نکلا دنیا کی سلام میں جیسی محدث۔ فقہ عالم و فاضل از دنیا ہے۔ مستفیضانہ ذہن۔ فہم نیز طبع نکلی ہیں۔ ایسی نہ کوئی آنحضرت م کی بیوی میں ہوئی۔ اور نہ کوئی دوسری عورتوں سے۔ چنانچہ ان سے امادیت کیونکر لگادیں گی وہی اب ہم کی اکثر احمل شاہ کے اعتراضات کی طرف مٹتے ہوئے ہیں۔ آپ کا پہلا اعتراض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صغریٰ پر ہے۔ رسوا کے جواب میں یہ گزارش ہے کہ اول تو ان کی عمر وحی یا الہام سے ثابت نہیں کہ وفات کے وقت انکی عمر ضرور ۹ سال ہی کی تھی۔ سو ب لوگ اُمتی ہوتے ہیں انکے پاس تقویم تہری نہیں ہوتی۔ امدنہ ایک دو برس کا فرق اچھی طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں تحقیقی بات میں ایک دو برس کا فرق اگر ہی نہیں ہوتا ہے۔

اعد دوسرے یہ کہ ۹ سال کی عمر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت رسول کریم م کے گہر میں تشریف لیگتی۔ یہ کہہ ضرور نہیں ہوگا کہ آنحضرت م نے زفاف ہی اس عمر میں کیا تھا۔ تیسرے یہ کہ خواہ انکی عمر ۹ سال ہو یا ۱۰ سال بہر حال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بالغ ہونے پر ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت م کے گہر بھیجا ہوگا۔ بقول تمہارے جو شخص نکاح کے وقت صغریٰ کا عذر کرتا تھا اور حضرت م کا اس پر کوئی جبر بھی نہ تھا تو اسکی ذمہ انکی بیوی ہونے پر وہ ملک کی رسد کے مافیہ بینا کے بعد بالغ ہونے پر ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گہر میں بھیجا ہوگا۔ خواہ ان کی عمر ۹ سال ہو۔ خواہ ۱۰ سال لے اگرچہ نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ۷ سال پر ہوا تو اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ۹ سال کی عمر میں تھیں۔

کہ عیسائی لوگوں کی تو ایسا ہی کتاب میں بہت سی غلطیاں ہیں اور کئی باتیں مخفی لکھی ہیں۔ عمر غلط لکھی ہے۔ انجیل کے بموجب جب الہام میں تحقیق غلطی ہو سکتی تو تو ایک سادگی میں تحقیق کا ہونا کوئی بری بات ہے۔

۱۰ سال۔ عورتیں ان امور میں خود بہت اچھی طرح واقف ہوتی ہیں۔ یہ عقل میں نہیں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بونٹ بونٹ بغیر طینان بلوغ اپنی بیٹی کو حضرت م کے گہر میں لگا دیا ہو کیونکہ آنحضرت ص کا جبر تو انہر کچھ ہوتا ہی نہیں۔ پس اس بات میں سارے جواب آپ کے اعتراضات کے آجاتے ہیں۔

اردو ترجمہ کہتے ہو کہ فن طب کے موافق ۹ سال کی عمر۔ عربی بلوغ نہیں ہو سکتی اور اس سال میں زفات کرنے کو نسخہ میاشی کا بتاتے ہو۔

اس معاملہ میں آپ نے حضرت عام لوگوں کو ہی دیکھ کر نہیں دیا۔ بلکہ انہی بچوں کو اکثر ہی کو بھی دیکھا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ایسا ہی جاہل و اکثر موتا ہے حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو اور کتابوں میں پڑھتے ہو کہ سن بلوغ مختلف ملکات اور مختلف مزاروں میں تو سن ۱۲ سال تک ہے اور کم بیش اس عمر میں عورتوں میں بلوغ اور حاملہ ہونے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ ڈاکٹر یون صاحب جو علوم طبی اور طبابت کے ماہر اور نگینہ دوس میں بہت مشہور محقق ہیں وہ لکھتے ہیں کہ گرم ملکات میں عورتیں آٹھ یا نو سال کی سن میں شادی کے لائق ہو جاتی ہیں۔ اور مال میں ایک ڈاکٹر صاحب جنہوں نے کتاب معدن الحکمت تالیف کی ہے وہ اپنی کتاب تدبیر نفاذ النسل میں عینہ یہی قول لکھتے ہیں۔ جو اردو نقل ص ۱۰۱ اور صفحہ ۲۳ لکھتے ہیں۔ کہ ڈاکٹروں کی تحقیقات ثابت ہو کر نو یا آٹھ یا پانچ یا چھ برس کی لڑکیوں کو بھی حیض آتا ہے۔ ان کتابوں میں کئی اور ڈاکٹروں کا بھی نام لے کر الدیالیا لیت۔ لیکن ڈاکٹر واہ صاحب ایک چشم دید واقعہ نیست نمبر ۱ مطبوعہ اپریل ۱۳۸۷ء میں اس طرح لکھا ہے کہ انہوں نے اس عورت کو جنایا جس کو ایک برس کی عمر سے حیض آنے لگا تھا۔ اس کا آٹھویں برس حاملہ ہوئی اور آٹھ برس۔ ۱۰ مہینے کی عمر میں لڑکا پیدا ہوا۔ مشرمان ڈیون پورٹ صاحب مانیٹنگو کی زبانی یوں نقل کرتے ہیں کہ گرم ملکوں میں عورتیں آٹھ یا دس برس کی عمر میں نکاح سے زفات کا حال حضرت نو کسی کے ساتھ بیان نہیں کر سکتے کہ ماہریت کی باتیں بیان کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس اصول کے موافق بیان نہیں کر سکتی تھیں۔ پس اس کی بات جو یکہ مردی ہو لوگوں کا خیال ہے۔

کچھ قابل ہوجاتی ہیں۔ پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے قابل جوانی گویا سہ پہلے ہی ہوتی ہے۔ میں برس کی عہدیں وہ بڑھاپا ہوجاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب آپ کا یہ خیال کہ تو برس کی لڑکی سے مباشرت کرنا عیاشی یا زنا کے حکم میں ہے سرسری غلط ہے۔ سچکی یا غماری یہ پتھی کتاب انجیل کی نص اسکو ثابت کرتے انجیل نے آپکو دھکے دیئے۔ اور وہاں نہ ہاتھ ملا تو گورنمنٹ کے قانون ۱۴ سالہ کے خباثت۔ عترافن کر دیا۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کے قانون کا لوجی من اسلم ہوں نہوتا جس میں ردوبدل نہ ہو سکے۔ یہاں بھی پہلے وہ سالہ قانون تھا جس کے موافق گویا نوادرس ل میں کوئی بڑا فرق نہیں۔ اور اب دو ازادہ سالہ مقرر ہوا۔ اگر یہ قانون الہامی اور کا لوجی من اسلم ہوا کرتے تو ایک ہی ملک میں آئے دن بدلا کیوں کرتے اور ملک ملک کا قانون جدا کیوں ہو؟ گورنمنٹ کے قانون عوام کی درخواست کے موافق نہیں رہتا اور سوسائٹی کی عام وضع کی بنا پر تیار ہوتے ہیں۔ ان میں فلاسفوں کی طرز پر تحقیقات نہیں ہوتی۔ یورپ میں خود ہر ایک ملک میں عورتوں کی بالغ ہونے کی نسبت جدا جدا قانون ہے۔ مگر وہ اکثر خیالات کے لحاظ سے قانونی معاملات کے فیصلہ کرنے کے لئے بنا کر لئے ہیں۔ انکا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ اس کے کم عمر میں کوئی عورت بالغ ہونہیں سکتی۔

اور عرب اور ہندوستان کے لئے ایک قانون ثابت کرنے کے لئے جو تم کہتے ہو کہ عرب و ہند کچھ بہت مختلف نہیں۔ دونوں میں دو ازادہ سالہ قانون ہونا چاہئے یہ تمہارا جیسے کہ تم کہتے۔ عرب و ہند کی آب و ہوا میں بہت اختلاف ہے۔ ساری دنیا عرب کو بڑے بہار، گرم ملک جس میں شہر گرمی ہیں۔ عرب کی آب و ہوا۔ عرب کی چستی چالاک۔ عرب کا شہر نما۔ پہاڑی ملک۔ وہاں نوسال سے بھی کم عمر میں عورت کا مانع ہونا ممکن ہے۔ تم عرب کو ہند کے قانون پر عمل کرنے کے لئے جبر نہیں کر سکتے اور نہ تمہارا اقیاس ہی ٹھیک ہو اپنے خیال کے موافق تمہاری تسلی کے لئے استدیان کو دیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ اگر تم کو غم حیا ہوئی تو فن و اکٹری کو چھوڑ چلو بھریانی میں دودب مرو گے۔

اس بقہ دوسرے کے مدد کے حق میں آپ کا اس طرح بہطیناں کرنا اور گالیاں لگانا

مخفیوں کے گستاخوں کی پیش آنا محض شیطانی نکل ہے۔ واقعی ان دو مقدس نبیوں یعنی
حضرت مہدی اور حضرت مسیح پر اپنی طرح بہت انفراسے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے پہلے
نبی کو تو نالایق قرار دیا۔ جیسے کہ آپ نے اور دیکھ کر (رمضان اللہ) ولد الزنا قرار دیا جیسا کہ
طبع یہودیوں نے آپ کو پاتھ کے اسبت اعراضوں پر برسر کریں۔

کاش کہ اپنے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کی کہ سنی پر اعتراض کر دیا۔ جو الہامی کتاب کی بنا پر
ہیں بلکہ بعض ایک روایت کی بنا پر ہے حالانکہ آپ جانتے ہی ہیں کہ تکمیل نکاح کے واسطے
ہر ایک ملک، صوبہ ایک ذمہ میں ملوے ہی نہ ہے۔ اگر ہندوستان میں دو اداۃ سال قانون
پاس ہو، تو یہاں سے لوگوں کی خاص حالت اور وضع کے مناسبت کے خیالات۔ نہ کہ
مذہب تو قانون۔ قانون ہند کا پابند ہے۔ حضرت مہدی نے پچاس سال کی عمر میں جب کہ آپ
یورپ سے آئے۔ تو ہی وقت میں رہتے تھے۔ محمد علی رولج کے موافق درخواست کر کے نکاح
کر لیا۔ اور حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کی ایر کھر کی اور پرورش یافتہ لڑکی سے کم عمر میں اپنے پرے پر
نکاح کر لیا۔ اگر کیا بڑی بات ہو۔ لیکن کم عمری نبی حضرت مریم کا جو خدا کے بیٹے کی
اس تھی۔ سترے بہتر سے بڑے یوسف سے جو کہ کئی بڑی بڑی ترک بال بچوں کا باپ تھا
انہوں کا جو متنگن کو دنیا سے پہنچی نظم میں عجیب معلوم ہوا۔ حالانکہ یوسف نے انہیں بڑے
پر نظر کر کے ملے ہی لیا تھا۔ کہ یہ بے گئی بیٹیاں میں ادب سے بڑے ہوں۔ اور یہ لڑکی بہت
کم عمر ہے۔ اس میں دوتا ہوں کہ اس سبیل کی اولاد نہ ہو گھٹا کرے۔ اس پر ہی کا سنوٹ اس
بڑے بیان کا عذر نہ سنا اور جو مریم کو اس کے گلے ٹھہر دیا۔ حالانکہ اس نکاح میں یہی
کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ اس متنگنیت تین ماہ بعد از پنجو روح القدس عالمہ بھی پائی گئی۔

پس دونو واقعات میں عجیب معجز کا فرق ہے۔ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں لڑکی کے
بچے عالم تک واقعہ اپنی لڑکی کہ کم عمری کا عذر کر لیا نہ کیا۔ کیونکہ یہ بات کوئی کلام الہی سے ثابت
نہیں۔ لیکن مریم کے نکاح کے معاملہ میں تو اس ایک ستر بہتر بات تو یہ ثابت کرتا ہے اور اپنے
بڑے اور کٹھن ملا دہوئے کا تو یہ عذر نہ کر سکتا۔ یہ کہ کوئی عذر مانا نہیں جاتا۔ جو کہ لڑکی
اس بڑے میاں کے حوالہ کی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم کو جبکہ حضرت یوسف کے حوالہ کئے جانے اور حضرت مریم کے تین ماہ بعد عالمہ پائے جانے نے یہودیوں کو اُس ملعون کرنے میں بڑی مدد دی ہے جو وہ حضرت مریم اور یوسف کی نسبت ناگفتنی فعل کا الزام دیتے ہیں اور اس ملعون سے یہودی لوگ حضرت مریم کو کسی طرح بری نہیں کر سکتے۔

۴ ایک اور بات یہی سنتہ جاؤ۔ تمہارے خدا کے جدا جدا جہانوں پر حضرت ملاؤد ۲ نے جس کی طرف خدا کے بیٹے یسوع کو بڑے غم سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اپنی آخری عمر اور کمال پر یہ اندہ سالی میں ایک لڑکی سے جو حرکت کی وہ بھی نگو معلوم ہوگی۔ اُس بیاری اور ضعف کی حالت میں اُس خدا کے بیٹے کے دامن سے کچھ ہونہ سکا وہ اُس غمی سی گنوا ری لڑکی کو بدن گرم کرنے کے لئے ہی ساتھ سلا لیا تھا۔ اس واقعہ میں شک ہو تو اپنی پاک اور مقدس کتاب سلاطین کے پہلے باب ۱۷۴ کو مطالعہ کرو۔

اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ابو بکرؓ اس بُدب سے اپنی لڑکی چھڑا چاہتا تھا۔ اگر حضرت ابو بکرؓ نہ دیتے تو آنحضرتؐ کا انہیں چھڑا دیتا تھا۔ آنحضرتؐ تو ان دنوں خود آفات و مصائب کے تیر کا نشانہ اور کس پرسی کی حالت میں تھے۔ اس حالت میں اگر حضرت ابو بکر صدیقؓ نہ مانتو تو اس میں انکو مجبور ہی کیا نہی۔ شیعوں کو تو حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کے ایمان کو بھی (معاذ اللہ) منافقانہ ایمان کہتے ہیں۔ تو تعجب ہو کہ ایک شخص آنحضرتؐ سے منافقانہ ایمان رکھتے ہوئے پھر اپنی لڑکی اُس شخص سے بیاہ دی جس کا اسپر کوئی جبر یا زور نہ یا تسلط نہیں ہو۔ یہ تو مغلطائے افحش اور محالی معلوم ہوتا ہے۔ حق یہی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اپنی مرضی ہی یہی تھی کہ اس سرور کائنات کو کسی طرح رشتہ ہو جائے۔ مگر جالت کو زمانہ کے رواج کی وجہ سے انہوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک شبہ پیش کیا تھا کہ میں اسلام میں آچکا ہوں۔ تو وہ بوجہ بیعتی بچنے کے اس کے لئے حرام نہ ہو چسپاں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ انت اخي فی دین اللہ وھی لی حلال تو میرا بھائی ہے خدا کے دین اور خدا کی کتاب میں اور عاقبتہ شرعاً میرے لئے حلال ہے۔ یعنی تمہاری اور ہماری اسلامی اور دینی اخوت پر حقیقی نہیں سو یہ سچا جواب تھا۔ اپنی خواہ مخواہ اعتراض کرنا ممتنع من کی بدولت کسی کے سوا اور

کچھ غلام نہیں کرتا۔ اور میرا خدا ملائی جو اپنے بیان کیا ہے۔ یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 معلوم بن عدی سے عہد شکنی کر کے آنحضرت ص کو بیٹی دینا۔ یہہ لایق التفات نہیں کیونکہ کسی
 صحیح حدیث کی بنا پر نہیں ہے اور اگر ہوگا تو صرف اس قدر کہ پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 - طعم بن سدی کو لڑکی دینے کا خیال ہو گیا۔ پختہ بات پہنچنے کے بعد ممکن نہیں تھا کہ وہ غلام
 رو دے گی کہ نہ جب کہ آنحضرت ص کی طرف سے لڑکی کو جو جبراً زور نہیں تھا۔ قطع نظر اس کے اگر
 یہ بات بالکل تسلیم بھی کر لی جائے تو آنحضرت ص کا اس میں کیا قصور ہے۔ حضرت ابو بکر
 صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ص کے سامنے تو یہ ہند بیان ہی نہیں کیا۔ ان کے دل ہی
 دل میں ایک خدشہ پیدا ہوا۔

اور یہ جو غم کہتے ہو۔ کہ ابو بکر صدیق ص کی آند تو یہ بھی کہ کسی طرح وہ اپنی چھوٹی
 کو اس بیٹے کے بچہ سے راکر آئے۔

وہ بہ نہایت ہی بے انصافانہ اور گستاخانہ کلمہ ہے کہ آپ کو معلوم نہیں کہ جیسے حضرت
 ابو بکر صدیق ص آنحضرت ص کے وفادار۔ جاں نثار اور دوزخ و آوار مجاہدی تھے دنیا میں اُس کی
 کوئی نظیر ہی نہیں۔ یہاں تک کہ یار غار کا لفظ اعلیٰ درجہ کی دوستی و اتحاد کے لئے
 ایک ضرب المثل ہی بن گیا ہے۔ پس ایسا جان نثار مجاہدی رضو جو جان و مال اور عیال
 اور فائدہ ان کو آپ ص پر نہ مار گئے تھا کسی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ کہ آپ کو ایک بیٹی دینے
 سے دریغ کیا شاید اپنے آنحضرت ص کے صحابہ کرام کیسے کے حواریوں کی طرح سمجھ لیا ہوگا۔
 جو ساری عمر بے ایمان اور ضعیف الاعتقاد رہے اور آخر کار ایک یار نے ۳۰ روپے رشوت
 لیکر اسکو چڑھادیا اور باقی کے سب قہوٹ ہو گئے سارے بڑے میاں بظہر حق عدالت
 میں تین دفعہ مسیح کا انکار کیا اور تین دفعہ لعنت بھیجی۔ اور چھوٹی بولا کس یسوع کو
 نہیں جانتا۔ جیساکہ آگے مفصل بیان کیا جائیگا۔

حضرت رسول کریم ص کے اصحاب تو بلا کسی غرض نفسانی کے آنحضرت ص پر سچا

نے انجیل کے بموجب تمام عیسائی خدا کے بیٹے اور مالک ہیں۔ پس یہی بیاہی جو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اپنی ملائی

ابن سے نکلا گیا (پیدائش ۲۰ باب ۲۰)

وہ اس آریار تو دور سے آئی، جو کہی پر چھاپیں دیکھ کر اس نے آواز دی اور معلوم کیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے دست پر ہے اتر پڑا اور ام المؤمنین عاتقہؓ کو کہہ کر ارکرا یا ام اور صہارہ تھیں گے کہ آگئے ہیں، اس بات تو اتنی تھی۔ منافذیں کو گزرتے۔ شہد و کامنوع ملا۔ سب سے زیادہ حبیبہؓ بن ابی منافق نے اس کا چرچا کیا۔ اور بعض منکی مزاج مسلمان بھی اس کے کہنے پر گئے تھے۔ اور حضرت عائشہؓ کو سکر تدریس نہ ہو سکا۔ یہ حدیث مذہب وحی سے معلوم ہو گیا۔ اور جس شخص افزا اور بہیمان ہے۔ غیب امتیاز ہو گیا۔ اور بوجہ پانچویں واقعات و حیات ہے، اسی قسم کے واقعات بدظنیاں بن گئی ہیں۔ تاہم انہی باروں میں جو پورے بالکل نہیں اور بے تحلف ایک دوسرے کے گہر و تہا بہا آتے ہیں اور پراس سے زیادہ بدظنی ہو سکتی ہے اور سب کے چال چلن مشتبہ کہہ جاسکتے ہیں۔ نہ کوئی قلمندہ تر بخیر و شر کسی بہتان کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ آپ جانتے ہیں۔ نام نہ کسی حدیث کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اس قدر عظیمہ اوقات پر غور ہو گواہوں کی اس آہام کا گواہ کوئی بھی نہیں ہے۔

جب تک آنکھوں سے کئی برائی دیکھی ہو۔ باقی رہے چال چلن پر صفائی کے گواہ۔ حضرت عائشہؓ پر یہ حدیث علی سے پوچھا تو انہوں نے بریدہ پر شہادت حوالہ کی جو سب حالات فاکٹی سے واقف تھا۔ سو اس نے یہی جی جواب دیا۔ تو خدا کی قسم میں نے اس میں کبھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی۔ جس سے مجھ کو کسی قسم کا شک ہو۔ البتہ وہ خود سال بہنے کی وجہ سے ایسی فاضل ہو کر سوتی ہے۔ اگر کبھی بکرا کر خرید لیا ہوا آگیا جاتی ہے۔ اور المؤمنین زینب بنت جحش سے دریافت کیا کیا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ آج سو سن تھی۔ اور اپنے تئیں حسین صاحب بھال اور عالی شان ہونے کی وجہ سے عیشہؓ کے برابر خیال کرتی تھی۔ یہی جواب دیا کہ یا رسول اللہ وسلم میں اس بات سے کہنے سے جب میں نے کبھی دیکھا نہ کبھی سنا۔ سچنا جانتی ہوں خدا کی قسم میں نے اس میں کبھی خیر یا خیر کی کبھی نہ دیکھا نہ سنا۔ صفوان بن عقیل نے کہا کہ میں نے اس کے گھر میں داخل ہوئے ہی نہیں دوسرا مکان میں داخل ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت اسامہ بن زید سے دریافت کیا گیا کہ یہ نہایت ہی حضرت

ماں اور باپ دونوں کی طرف سے عائد ان بنی امیہ سے تھیں انکا پہلا شوہر عبید بن جحش تھا جو پہلے مسلمان ہو گیا تھا اور جب مدینہ کو دوسری بار لوگ ہجرت کرنے لگے وہ بھی اپنی بی بی ام حبیبہ کے ساتھ ملک حبشہ کو چلا گیا تھا۔ وہاں جاکر عبیدہ بن جحش کی بیوی ہو گیا مگر حضرت ام حبیبہ نے جب اسلام پر قائم ہوئیں۔ ہا وہ جو دیکھ اسکا باپ ابوسفیان مکہ کا سردار تھا۔ اور اس کا خاندان عیسائی ہو گیا۔ پہر بھی اسکا اسلام پر قائم رہنا واقعی اس کے زبردست ایمان کی تصدیق تھی۔ عبد اللہ کے مرنے کے بعد آنحضرتؐ نے نجاشی بادشاہ مدینہ کو بطور ولی قرار دیکر کہا بھیجا کہ آپ کا نکاح ام حبیبہ سے کرے۔ چنانچہ شہ جوری میں بمقام مدینہ ام حبیبہ کا نکاح ہوا اور آنحضرتؐ کی طرف سے نجاشی نے مہر ادا کیا۔ اس وقت ام حبیبہ کی عمر ۴۲ سال تھی اور آنحضرتؐ کی عمر ۶۰ سال تھی۔ بعد نکاح کے حضرت ام حبیبہ ملک مدینہ سے آئیں اور آنحضرتؐ کے پاس رہیں انکی وفات شہ جوری میں ہوئی۔ جب کہ انکی عمر ۷۷ سال کی ہو چکی تھی۔

اس نکاح سے آنحضرتؐ کی غرض مکہ والوں کی شوشر کا کم کرنا ہی تھا اور ام حبیبہ کی نوازش اور خبر گیری تھی۔ شایقہ صاحب نے جو لکھا ہے کہ اسکا باپ ابوسفیان مکہ کا سردار تھا جو مسیحیوں جو اڑوں کو بال سکنے کی قدرت رکھتا تھا۔ یہ سچ ہے لیکن بوجہ مسلمان ہو جانے کے وہ اپنی بیٹی کی خبر گیری نہیں کرتا تھا۔ بلکہ دشمن ہو گیا تھا۔ اگر کیا کرتا تو اپنی بیٹی اور داماد کو مکہ سے بلا وطن ہی کہیں ہجو دیتا۔

حضرت ام سلمہ رضی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اصل کا نام عاتکہ ہے جو قبیلہ بنی کنانہ میں سے تھیں۔ مگر یہ عاتکہ عبد المطلب کی بیٹی اور آنحضرتؐ کے معلم کی بھوپھی نہیں تھیں بلکہ ان کے باپ کا نام عامر تھا۔ حضرت ام سلمہ کے باپ مذنیہ تھے۔ جنکی کنیت ابو تمیمہ تھی اور عرب کے مشہور خاص شہسوار لوگوں میں گنے جاتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر ابو سلمہ بن عبد اللہ مخزومی تھے۔ وہ والد ان کے شوہر

اندو سلمان ہو کر ملک حبش کو ہجرت کر گئے تھے وہاں ان سے ایک لڑکی زینب نامی پیدا ہوئی
اس کے بعد ایک اند لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام دترہ تھا اور ان کے مسئلہ اندر ہی اسی نکاح
سے پیدا ہوئے۔

ابو سلمہ جو جگہ بد میں شریک ہوئے تھے جب انہوں نے سلسلہ ہجری میں وفات
پائی۔ تو حضرت ام سلمہ رحمہ اللہ کا نکاح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اس وقت انکی عمر ۲۶ سال کی تھی اور
حضرت ام کی ۵ سال کی حضرت ام سلمہ نے سلسلہ ہجری میں بد و مات حضرت ام
کے وفات پائی۔ اور انکی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ اس حساب معلوم ہوتا ہے کہ انکی ولادت
قبل ہجرت ہوئی تھی۔ ان سے ۸۳ و ۳۷ بیٹیں مری ہیں۔

ایک ضعیف سی روایت میں آیا ہے کہ پہلے حضرت ام سلمہ سے حضرت ابو بکر نے بھی
پیغام نکاح بھیجا تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اور اگر وہ بھی تو ممکن ہے کہ حضرت ام سلمہ نے انے بعض
وجوہات سے نامنظور کیا۔ لیکن اس بیہ نظارت نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت ابو بکر کی فضیلت
انکی نظر میں کچھ نہیں تھی۔ نکاح کے لئے کسی شخص کو منتخب کرنا امر دیگر ہے اور کسی فضیلت کا بل
ہونا امر دیگر۔

رشک بجا کے دور کرنے کے لئے دما مانگنے کی روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس میں بھی ملین
کی کیا بات ہے؟ اور حضرت ام سلمہ رحمہ اللہ کے نکاح میں انکے بال بچوں کی پدرش کا ذمہ حضرت ام
اٹھاتے ہیں۔ درمیان مبدوم ۲۰۷ دشمن دین اور شایق ائمہ اصحاب اس بات کا اپنی کتاب
میں لکھ کر نہیں کیا۔

حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا

حضرت زینب جو سبب اپنی قیامی کے ایام جاہلیت میں ام المساکین کے لقب سے مشہور ہیں
قبیلہ بنو ہلال سے ہیں ان کے باپ کا نام خزیمہ بن حارث اور ماں کا نام منعب بنت
حوت تھا ان کا پلا شوہر عبداللہ بن جحش ہمدی تھا جس کے مرنے کے بعد ان کا نکاح سلسلہ

سہی جن لباً۔

آپ کس خیال میں ہیں ہوش ناکو۔ قرآن شریف کے آیت کے شک ہم حضرت مریم کو
 قبول۔ مدعوہ۔ رابعہ۔ متدبرہ۔ مطہرہ۔ صاف اور قائمہ ثابت کرتے ہیں اور ہاں ہی جیسی ہی
 گرا آپکی محترمہ انجیل کے رو سے جو حضرت مریم کی نسبت ثابت ہوا ہے وہ یہی نزدیکی ہے۔
 اہی میاں! تم فکر کس میں ہو کر ہو۔ اسی مریم جو حضرت مسیح پر زینت ہو۔ یہاں لائی۔
 اور جو کونین صاف الفاظ میں دیکھا کر کہتے ہیں کہ اے عورت! تجھ کو فیض
 کیا کام ہے جس کی نسبت آپکا بارش منفرد لکھا ہے کہ اس کے لئے تو بہن کا ظہور ہو
 ہو ہی نہیں سکتا۔ جو حضرت یسوع اپنی ماں کی نسبت استعمال کیا۔ اور کیا یہ وہی درجہ ہے
 جس کی نسبت حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ کون ہے میری مایا میرے بھائی؟ اور اپنی مایا کو خدا
 کی مرضی سے باہر نکال دیوں کہتے ہیں کہ ہر کوئی خدا کی مرضی پر چلتا ہے۔ میرا بھائی اور میری
 بہن اور ماں ہی ہے۔ اور کیا یہ وہی صریح نہیں جس کے بیٹے ہی حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے
 (لوقا باب ۵) اور یہ وہی ماں نہیں جو اپنے بیٹوں سمیت مسیح کو بے خود دیکھ کر بچنے کو
 نکلی (لوقا باب ۵ و ۱۰ باب ۲۰ مرقس ۳ باب ۲۱) پس اس مریم پر اتنا فخر کرتے ہو اور
 اس کی نسبت حق الامر کہنے سے توبہ کراتے ہو۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ حضرت عمرؓ کی بیٹی تھیں انکی ماں کا نام زینب بن مطعون تھا جنہوں نے
 اسلام قبول کرنے کے ہجرت کی تھی۔ حضرت حفصہؓ کے پہلے شوہر کا نام خنیس ابن
 حذافہ تھا۔ جنہوں نے حضرت حفصہؓ کے ساتھ ہجرت کی تھی اور جب انکا انتقال بعد غزوہ بدر کے
 خنیس کے انتقال کے بعد انکا نکاح سہ جہری میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اس وقت انکی
 عمر اس سال کی تھی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۶۔ انکا انتقال سہ جہری میں بعد وفات

آنحضرت مکہ کے ہوا۔ اس وقت انھی عمر ۶ سال کی تھی اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت مکہ قبل ہجری میں ہوئی۔

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرتؐ نجم حضرت حفصہؓ رحمہ کو طلاق رحیمی دیدی تھی مگر یہ متبر نہیں اور اس روایت کی اسناد میں ایک سلمہ بن اکہیل شعبہ مسہک زیدی ہے جس کی روایت حضرت عمرؓ کی بیٹی کی نسبت قابل اعتماد نہیں۔

اگر بعض روایات خاصہ کی بنا پر بہت تشدید کے لئے طلاق رحیمی دے دے ہی دی جوتامہم کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔

اساگر آنحضرتؐ منیفہ ثانی کے ساتھ رابطہ محبت و اتحاد قوی کرنے کے لئے حضرت حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کے خواہاں ہوئے۔ اور کسی کے ساتھ کسی بات کا تذکرہ نہ کیا اور حضرت ابو بکرؓ نے اس خیال سے کہ جب تک آنحضرتؐ ص کا ارادہ ظہور میں نہ آئے۔ با اپنا ارادہ سے حرکت بائیں۔ حضرت عمرؓ کی بات کی نسبت کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس میں بڑی کوئی اعتراض کی بات نہیں بلکہ ادب و اخلاق ایسا ہی چاہتا ہے کہ جب تک ایک شخص کی بات کا فیصلہ نہ ہوئے۔ دوسرا سلسلہ خیالی نہ کرے۔

اور یہاں کہ لیول تھا کہ حضرت حفصہؓ نے بصورت۔ جو ان اور بہرہ منیت موصوف تھیں تو حضرت عثمانؓ کو ان کے ساتھ نکاح کرنے اور ام کلثومؓ سے نہ کر نہیں کیا مضائقہ تھا۔ مگر خواہ مخواہ امتناع کیا آپ ہی کا خاصہ ہے۔

اور حضرت ابو بکرؓ کے انکار پر اگر حضرت عمرؓ نے خفا ہو تو اس میں کیا مبالغہ و طعن ہے، بلکہ منظوری کی امید پر ایک بات کہی۔ نہ ماننے کو ناگوار خیال کیا۔

حضرت ام حنیہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام حبیبہؓ کا اصلی نام رملہ تھا مگر اباب کا نام ابوسفیان اور بن کا نام تھا

آنحضرتؐ نے اصحاب اور بکے ساتھ تعلق خیر اس لئے پیدا کئے کہ ان کا نام اور دیگر بکے تھے اور یہ بچاؤ و معاشوں (ابو بکرؓ و عمرؓ) تو لگیاں میں اور وہ صاحبوں حضرت عمرؓ نے اس کو دیا

عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت و عصمت بیان کی اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو سوا پاکی اور بہتری کے
 اور کچھ خیال میں نہیں آتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اگرچہ حضرت ہریرہ پر شہادت دی مگر وہ خود
 ابھی کوئی شہید پیش نہیں کر سکے۔ حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیسے میل القدر
 صحابہؓ جو بیسویں کے حوالہ پر جس درجہ عالمہ و فاضل ادا اعلیٰ درجہ کے دیندار متقی آدمی تھے
 وغیرہ نبی اور چہارت ذیل کی شہادت دیتی تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بریت زور کے ساتھ
 بیان کرتی تھیں۔ صفوان بن مہطل صاف انکار ہی میں الزام لگانے والے گواہ ہونے اور
 وجود اتہام بیان کرنے سے عاجز و کولایا لزون علیہ بار بعزہ شہدا۔

حاضر کے اتہام لگانے والے مدتدین
 کے سرایاب۔ اور انسانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بریت پر وحی بھی ہے اس پر بھی مگر کسی
 بے ایمان کو شبہ ہی رہے تو وہ جانتے اور اسکا ایمان۔ ہم اس زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔
 آپ کا یہ فرمانہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک ترو میں کیوں رہے اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ بھی
 آخر انبیاءؑ تھے۔ نہ اللہ کے بیٹے نہ تھے۔ تاکہ دعویٰ غیب دانی نہ ہو۔ شریعت کی وجہ سے
 آپ کو بھی زور و لاس ہوا۔ مگر آہستہ آہستہ معاملہ کی تحقیق فرماتے رہے۔ وہ جب قصور و عورت کو
 یک نکتہ نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اگر واقعی تحقیقات یا اتہام الہی سے یہ الزام ثابت ہو جاتا۔ تو
 یقیناً آپ چھوڑ دیتے۔ لیکن نہ تو تحقیقات ہی کے نہ جوڑ ثابت ہوا۔ اتہام الہی سے لکھ کر
 زور و شدت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بریت میں وحی نازل ہوئی اور اسکو بعد اچھو کا لہ قیبن سوگ۔
 اتہام لگانے والوں کو مزار وحی گئی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بریت ثابت ہوئی۔

لے خدا تعالیٰ اگر یہ بات تو سنیدے۔ یہی عصمت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بریت کی آیات نازل فرما دیں ہیں ایک نکتہ نہ
 صحابہؓ میں اتنا نہیں کی جو پختہ ہو۔ مگر کہ لہجہ کا امتحان یہ ہے کہ دنیاوی طور پر تحقیق ہو چکنے کے بعد
 ناساخنہ سر یہ ہوئی تھی تاکہ عام لوگوں کو کسی شک و شبہ نہ رہے مگر اسوقت آیات بریت آزمائش نازل فرمائی
 اور یہی امتحان و جیل کا الزام قائم کرنا۔ جیسا کہ اسکی عادت ہے اس لئے حکمت الہیہ نے حضرت عائشہ
 کی دعا دی طور پر نہ جس بریت ظاہر کے بغیر یہ اللہام شکست کیا۔ چوتھے پاک اور نیک لوگوں کو الزام
 تھا۔ نہ تو دنیاوی انجی اور یہی بریت ظاہر ہوئی۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت سے جو کہ دعویٰ نہ تھا سب سے پہلے کہ آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا ماننے ہیں، ہر طرف یہودیوں کے خوف سے بھاگتا پرتا ہے۔ کاش کہ اگر اسے خبر ہوئی کہ میں نے ابھی تین سال کے بعد کفارہ ہونا ہے تو ایسی بزدلی اور اصرار کیا کیوں نہ کرتا۔ پھر یہودیوں کو بڑی اور عجرات کی طاقت سے دوسرے سے حودیوں میں بھی منتخب کیا اور آسانی بادشاہت میں تخت پر بیٹھے گا وہ یہی دیا اور اتنا جانا کہ یہ شخص ۳۰ روپیہ رشوت لیکر حکم کر دے گا اسے گا اسے جھوٹا دے کیوں کریں۔ ایسا ہی حضرت مسیح آسانی بادشاہت اور قیام قیامت کا دعویٰ اپنی دعا کی میں فرماتے رہے۔ حالانکہ سب جھوٹ تھا۔ پس جبکہ خدا کے بیٹے سے متفقہ بشریت علینہ ہوتا ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو میرن خدا تعالیٰ کے بند سے اور رسول ہی تھے۔

الزامی جواب

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب نے جو ابن اندک کی ماہریم کا سچا ذکر الزامی طور پر اپنے کتاب میں کیا ہے اس پر آپ بہت منہ آئے ہیں اور جامہ سے باہر ہو گئے ہیں۔ حالانکہ تحقیقی اور اعتقادی طور پر حضرت مریم کو تقدس اور مطہر ماننا امر دیکھ رہے اور الزامی طور پر عیسائی نہ ہو سکتا موافق مریم کی حالت کا نقشہ پیش کرنا امر دیکھ رہے ہیں جو کچھ مولوی نور الدین صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہی آتنا و صد ثبنا کر کے لایق ہے۔ یعقوب کا بیٹا یوسف ۷۰-۸۰ برس کا ہو کر اور از کار رفتہ جزا میں دھوکا کھائے گئے تھے، کھانا ہرنے سے پیشہ منگنی ہوئی کی حالت میں وہ حاملہ پائی گئی۔ یوسف بظن ہو کر اسے نشر نہیں کرتا۔ بلکہ چپکے سے چھوڑنا چاہتا ہے۔ (متمم ابواب ۴۰) ان باتوں کے بعد بغیر فرض اعتقادی کے کون شخص بہر دعویٰ کر سکتا ہو کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس الزام سے جو یہودی انکی نسبت لگاتے ہیں بری ہو سکتی ہے۔ مولوی نور الدین صاحب بالکل سچ فرماتے ہیں کہ وہ عورتوں پر زنا کا اتہام لگانا ایک کی نسبت اتہام لگانے کے دوجہ الہام سے ہی ظہور ہے۔ دوسری سے کہنا اور سچ میں لڑا کا

میں رہیں۔ اسکا ارادہ کر دیتے مائیں۔ حضرت جالیشہ رضی فواتی ہیں کہ حضرت جویریہ رضی سے
بڑا کر کوئی عورت زیادہ برکت والی ثابت نہیں ہوئی جس کے نکاح کی یہ برکت ہوئی ہو کہ اسکی
قوم کے سوا زیادہ آدمی آزاد ہو گئے ہوں۔

اسی قدر صحیح ہے ادباتی روایات سب غلط اور غیر معتبر ہیں۔

حضرت صفیہ رضی

جنگ خیبر میں قبیلہ بنی نضیر کا سردار کننا نہ مارا گیا۔ اُس کے اہل و عیال اسیر ہو گئے۔ ان
قیدیوں میں سے اسکی بیوی صفیہ رضی نے اسلام قبول کر لیا اور بعد میں جناب رسول اللہ
کے نکاح میں آئیں۔ بخاری وغیرہ کتب میں ان دیات میں سے کوئی بھی نہیں باقی و انندی وغیرہ کی سب
روایات مسلمان خود معتبر نہیں سمجھتے۔ بلکہ انندی کو محققین طالع البلیل کا خطاب دیا ہے۔
اندھی بن اخطب کے قتل اور یہودی شکت پر جو یہودی ظاہر کر رہے ہو۔ یہ تمہاری
طینت کا نام ہے۔ ورنہ شریوں اور مفسدین فی الارض کا کوئی بھی ساتھ نہیں دیتا۔ کیا خیبر کا
یہودی یہودی لوگ نہیں تھے۔ جنہوں نے خندق کی لڑائی میں قریش کو خندق کے واسطے اکسایا تھا
اور خود ہی اُنکے ساتھ شریک تھے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی سخت مخالفوں بنی غطفان اور بنی ہمد کے

لے اگر ان روایات کو مان ہی لیا جائے کہ ہم تمہاری ان ذکر کردہ روایات کے بموجب صفیہ رضی کا اسلام لانا
ثابت ہوا۔ مگر حضرت ام اسکو آزاد کرنا اور دلو کو ہر گز اپنا ہی ثابت۔ اُنکے ساتھ نکاح اور نکاح کا لیر کرنا بخاری ثابت
ہے باقی راضیکہ پہلی منزل پر پہنچنے سے گناہ اس کا کوئی خاص باعث ہوگا ورنہ اگر وہ راضی ہوتی تو پہلے
نکاح پر ہی راضی نہ ہوتی اور نہ دوسری منزل پر وہ جات قبول کرتی۔ امد البایوب کا یہ روایا اگر صحیح ہے تو
تو انہوں نے اپنے خیال کے بموجب بنی کی غیر خواہی کے جوش میں ایسا کیا ہوگا۔ ان باتوں کو حصری نکاح ہی
سمجھتے تھے۔ اور باقی آنحضرت ص کا زمانہ وغیرہ کی بات ارادہ ظاہر کرنا یہ نقل معلوم ہو کہ ایک آدمی
بہین بنی کا کہانی کہتا ہوں کہ وہ لوگ کہانی پر غفلت و غایت بہتر بن گیا تھا۔ رب اور بہت اور طوط کا خواہش ہے مسجد کی اور نشا
کوئی نہ تھا۔ اسکی باتیں کر۔ یہ سب سندت یا اگر کسی نے ان خیال کے مطابق سمجھ کر اسرار اس پر کر دیا۔

ساتھ ہی ان کا ساز باز تھا۔ اول اپنے مستحکم طعن کے گہرے انداز کو اسباب کے لحاظ نہایت مروتانہ طریق پر مسلمانوں کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ آنحضرتؐ پر چڑائی کا ارادہ رکھتے تھے۔ کہ حفظہ نامقدم کے طور پر انکی سخت سی سخت شرارتوں کا بدلہ دینو کے لئے آپؐ پر ہائی کی گئی اور وہ شیریں الطبع اپنی کیفیت کردار کو پہنچے۔

کیا انہوؑ نے آنحضرتؐ کی ہلاکت اور خلیفہ میں کوئی دقیقہ نامرعی رکھا تھا۔ کیا وہ آنحضرتؐ پر حملہ کرنے کے لئے تیار نہ ہیں تھے۔ پس کیا لگہر حقیقی خدا پرستوں کی جامعیت کو تباہ اور برباد اور نیست و نابود کر دیتے۔ تو آپؐ خوش ہونے لگے اور جب ظالموں اور شرابیوں کو انکی بدیوں کی سزا ملی دیکھا کہ تورات میں بھی حضرت موسیٰ و یسوع وغیرہ دیتے رہے تو انکو اپنا فسوس اور اس کے ہمدردی ہوئی۔ کاش! تباہی اس نیست و نابودات اور فسادات پر۔

اگر تم غور کرو تو ساری پیغمبر اور خدا کے دین پر ظلم اسہ کہ جسے ہڈی والوں اور اسد کی راہ میں لوگوں کو حق سے روکنے والوں کے لئے چٹان بن جانے والوں کو سزا دیتے رہے ہیں (مسند فی الذین خلوا من قبل ولن نجد لسنة اللہ متبدلاً) انبیاء سابقہ حضرت موسیٰ و یسوع و ادو وغیرہ کے زمانہ میں بھی یہی دستور تھا ہے اور تو خدا کے دستور میں رد و بدل کبھی ہوا ہوگا۔ پس کچھ بنی مطلب اللہ کی قوم پر گھڑا انکی شرارتوں کی سزا بدکاریوں کی پاداش تھی اگر وہ حق پر تھے۔ تو ضرور نبی کے مقابل جو حق کا دعویٰ کرتا تھا انکو بد ملتی۔ لیکن وہ سب سب خاص و خاصیت شکنہ اور ذلیل و متواہ اور خود ہر۔ جاد الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقاً وہ حق نمایاں ہو گیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا۔ باطل نیست و نابود وہی ہونے والا ہے۔

آنحضرتؐ کا دعویٰ مثیل موسیٰؑ ہونے کا تھا مثیل موسیٰؑ کی بشارت میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو اس نبی کی نہایت خدا اسے مواخذہ کرے گا (استغفار باب) اس بشارت کے موافق آنحضرتؐ طے آنحضرتؐ کا بھی بنی مطلب اللہ کی قوم پر گھڑا انکی شرارتوں کی سزا بدکاریوں کی پاداش تھی اگر وہ حق پر تھے۔ تو ضرور نبی کے مقابل جو حق کا دعویٰ کرتا تھا انکو بد ملتی۔ لیکن وہ سب سب خاص و خاصیت شکنہ اور ذلیل و متواہ اور خود ہر۔ جاد الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقاً وہ حق نمایاں ہو گیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا۔ باطل نیست و نابود وہی ہونے والا ہے۔

نے جی بن اقطب کو یاد دلایا کہ کیا غن کی مخالفت میں تجھ سے موافق نہ ہوا اور تیری ذلت نہ ہوئی۔ فتکد وایا اولی الاکیاب x

حضرت میمنہ رضی

صلی میمنہ کے قرار داد کے موافق آپ دو سو سال سے ہجری میں عہد القضا کے لئے مکہ میں چلے وہاں اپنے پیچھے تو مرام عمرہ اور اس کے عہد سے فارغ ہونے پر آپ م نے عباس بن عبد المطلب کے ذریعہ سے انکی مالی میمنہ بنت حارث سے جنکی عمر اس وقت ۵۰ سال تھی نکاح کیا اور اولاد فرمایا کہ ولیمہ کی دعوت مکہ میں ہی کریں ایک میں سلاو کو علاوہ اہل مکہ کو بھی مدعو کیا جائے۔ چنانچہ اس معاملہ میں اہل مکہ کی راہی اور اہل طلب کی گئی۔ مگر انہیں نہ مانا جس پر اپنے فی الفور کوچ کا حکم دیا۔

۵۰ برس کی بڑھاپے کے ساتھ نکاح کرنا بھی سہرا اسکے کچھ عجیبہ میں نہیں سکتا کہ آپ کا مقصد مکہ والوں کی شوق کو کسی حد تک کم یا فرو کرنے کا تھا۔ چنانچہ اسی اس نکاح سے یہ فائدہ ہوا کہ عبد المجد بن عباس اور خالد بن ولید شخص شریک اسلام بھی ہو گئے۔

ابو ذکرا حشاہ نے خواہ مخواہ اعتراضات کا ٹھیکہ لیا جو اسے اس طرح خواہ مخواہ باطل پر اعتراض کیا تھا تو آپ میری طرف لکھیں تو ریت و سبیل کی بات اور کثرت آیت پر اس قدر اعتراض کر سکتے ہیں کہ آپ اور انکی ساری قوم جواب دیتے دیتے تھک جائیں اور منور روز اول کا مصداق ہو۔ اس طرح سیدھی اور صاف باتوں پر بھی اعتراض کرنا محض بد باطن لوگوں کا کام ہے۔ چنانچہ حضرت سیدہ کے نکاح پر جو آپ اعتراض کرتے ہیں نہ اس قدر وہابیات ہیں کہ کوئی انسان ایسے اعتراض بے جا کر نہیں کر سکتا۔ حضرت میمنہ اور ام سلمہ کو جو آنحضرت م نے پردہ کا حکم دیا یہ حکم الہی پر عمل تعلیم تھا اس پر اعتراض کیا تھا اور اسلامی پردہ کو غایب سے ہیں وہ ایسے اظہار شمس ہیں کہ جن قوموں میں پردہ کا رواج نہیں ہے وہ بھی کہہ سکتے ہیں خیال کرتے اور اس عہد خصلت پر شک برتن ہیں نہیں علوم اب خواہ مخواہ کیوں شک کی آگ میں جل جائیں اور خداوند کا خوف نہیں کرتے۔

آنحضرت مکی وفات کے بعد انتقال کیا۔

زید بن حارث کی مالک نام سہنگ تھا وہ کہیں جا رہی تھیں کہ جو زمین بنے رستہ میں اُس پر مل گیا اور زید کو بچ کر رکھا طے کے بناریں بچنے کو لائے۔ اس وقت انکی عمر آٹھ برس کی تھی۔ حکیم بن خرام نے اپنی بھوپھی خدیجہ رض کے لئے ۴۴ سو درہم پر خرید لیا۔ حضرت خدیجہ رض نے زید کو آنحضرت مکی کو دیدیا اور آنحضرت م نے ان کو آزاد کر دیا۔

آقا مازید کے باپ اور چچا مکہ میں آئے۔ امزید کو بچا لیا اور ان کو ساتھ بچانا چاہا۔ مگر زید نے آنحضرت م کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ اس لئے آنحضرت م زید سے بیٹوں کی طرح پیا کر لیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت م حجۃ الودع کے پاس جا کر دم عجبے موافق تھے بنا لیا تھا مگر دیا گیا یہ روایت صحیح نہیں کہوتی اس واسطے کہ زید کو بیٹے بنائے جانے کا وہ وقت بیان کیا جاتا ہے جبکہ آنحضرت م کی عمر ۶۵ سال کی تھی اور ابھی حضرت خدیجہ آنحضرت م کے نکاح میں تھیں (دیکھو امہات صفحہ ۶۶) عقلاً یہ بات لغو اور باطل معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت م جبکہ خود حضرت خدیجہ رض کو اولاد پہون کی امید تھی۔ ایک غلام کو اپنا بیٹے بنا کر اپنی اولاد کا شریک بنالیں۔ حضرت خدیجہ رض کو تو باجوبہ نہ تھیں۔ آنحضرت م ایک غیر شخص کو بیٹے بنالیتے۔ نہ آنحضرت م کو حضرت خدیجہ رض کے ساتھ نکاح کدس نہ پڑ سال ہو گئے تھے کہ اولاد ہونے کی امید ہی تھی۔ نہ ابھی تک رسالت کا دعویٰ کیا تھا۔ کہ آپ م کو کسی امر میں معاون بنانے کی ضرورت ہو جس قوم قریش میں آپ م تھے وہ آپ ہی سب پر زبردست اور سب میں شریف مسلم تھی۔ زید کے بیٹا بن جانے سے قوم کو کچھ فائدہ نہیں پہونچ سکتا تھا۔ حضرت خدیجہ رض بھی ہرگز گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ ایک بیگانہ غلام آنحضرت م کا بیٹے بن کر انکی آئندہ اولاد کا شریک ہو۔ غرض کہ جس پہلو سے دیکھیں یہ روایت بالکل غلط اور باطل معلوم ہوتی ہے۔ البتہ یہ کہ مولوی فیضان الدین صاحب نے لکھا ہے۔ وہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے کہ آپ م پیار سے زید کو میٹا کر کے پکارتے رہے اور گو گوٹ اس رسم کے موافق زید کو بیٹے یا پسرخواندہ سمجھا۔ علیحدہ قرآن شریف میں بھی کہیں تشہام لفظ نہیں ہے۔ بلکہ اذعیار تبع دعی کا لفظ یعنی پیارخواندہ مذکور ہے۔ زید کو میٹا کہنے کے سوا شہر کہیں عرب کے موافق بیٹے بنانا ہی کسی روایت سے ثابت نہیں۔

قرآن شریف میں جو لکھا ہے کہ ادعوہم لا بائہم اسی باطل خیال کے دگر کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔

حضرت زید سے واقعی آنحضرتؐ کو بہت محبت تھی ان کے اسلام لانے سے اس محبت کو اور بھی قوی کر دیا تھا۔ کمال محبت ہی کا باعث تھا کہ آپؐ نے زیر کا نکلج کرے امرار کے ساتھ اپنی بھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش سے کر دیا۔

حضرت زینب رحمہ اللہ کو شریف اور عالی خاندان تھیں۔ اور زید غلام آزاد تھے حضرت زینب ادا ان کے لواحق نے پہلے نہیں مانا۔ مگر جب آنحضرتؐ یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ کہ ما کان لمومن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امران یكون لہم الخیرۃ من امرہم تو انہیں مان لیا۔ اور حضرت زینب کا زید کے ساتھ نکاح بندھ گیا۔

چونکہ حضرت زینب خاندانی شریف آزاد اور خوش حال عورت تھی اور زید غلام آزاد۔ اور صاحب میں بھی زید زینب کے جوڑے تھے۔ اس لئے نہ صرف ممکن بلکہ گمان غالب ہو کر کچھ عرصہ بعد خاوند عورت میں ناچاقی پیدا ہو گئی ہو سیکو کہ وجہ خاوند چوکے زید زینب کو مطیع رکھنا چاہتو ہونگے اور زینب اپنی شرافت خاندانی اور زید کے غلام آزاد ہونے کی وجہ سے انکی قدر رکھتا ہوگی جیسی کرنی چاہتو کرتے ہونگے۔ بہر حال بیڑہ ناچاقی سخت درجہ کے جھگڑے اور کشمکش تک پہنچ کر ہو کر باہمی تفریق کا مدیہ ہوئی۔

زید نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی کشمکش کو بہت دفعہ آنحضرتؐ کے سامنے یہ بیان کیا۔ مگر آنحضرتؐ ہمیشہ زید سے زور نہ کیا۔ انہہ باہمی سلوک اور اتفاق کی ہدایت فرماتے رہے۔

لہذا وہی فیروز الدین صاحب نے جو اپنی کتاب دفع طعن نکاح زینب میں بعض مدعیوں کی بنا پر لکھا ہے کہ یہ ت اس موقع پر نازل ہوئی ہے یہ کہ یہ آیت پہلے ہی نازل ہوئی تھی اس آیت نے بطور علامہ کے اس وقت پر ہی ہوگی مفسرین کی یہ برسی غلطی ہے کہ نشان نزول بیکر کرنا۔ اور آئندہ آیات کو بھی خواہ مخواہ معنی سے لے کر ساتھ چسپاں کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ادعوہم لا بائہم بہت پہلے نازل ہوئی۔ جب کہ ابھی آنحضرتؐ کا زینب کے ساتھ نکاح بندھنے کا گمان ہی نہ تھا مفسرین نے کہنے مان کہ زید کو دیکھ کر اس کا غلامی ایسا ہی حلال بناؤ کہہ لائے مفسرین اسلام بہت پہلے نازل ہو چکی تھی۔ مگر مفسرین نے غدارانہ معنی کو افق سے باندھ کر یہاں کرنے کے منہ صلاہم کا لفظ سمجھتے نزل ہونا بیان کیا۔ جو بالکل اور معلوم نہیں ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب رحمہا کو اس سید المرسل کی اندراج مطہرات میں داخل ہونے کا فخر حاصل کرنے کا بہت اشتیاق تھا کیونکہ بعض عورتوں کی بہت خواہاں ہوتی ہیں اس لئے اسکا منشا ہو گا کہ اگر زید طلاق دیکر تو میں آنحضرت م کے نکاح میں آسکوں گی۔ مگر یہ کسی طرح ہی ٹھیک نہیں کہ آنحضرت م آپس عاشق ہو گئے ہوں۔ یا آپ ہی اسکے ساتھ نکاح کے خواہاں ہوں۔ کیونکہ زینب کے لواحق زینب کو آنحضرت م کے نکاح میں نہ لے کر پہلے ہی تیار تھے جو آپ م نے منظور فرمایا اور طوعاً و کرہاً زید کے ساتھ نکاح کرادیا۔ آپ م کو اپنے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش ہوتی۔ تو پہلے ہی بلا وقت کر سکتے تھے۔

جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ آنحضرت م ایک ن زینب رحمہا کو نکاح نہاتے دیکھا اور آپس عاشق ہو گئے اور زینب کو زید سے طلاق دلانے کا موجب یہہ ہے۔ یہ روایت بالکل غلط ہے اور کسی حدیث صحیح سے دیکھا نہیں سکتے۔

مذہب کو دیکھو عاشق ہوا تو دنیا میں ایک بات ہی ہوتی ہے۔ مگر یہ منہ عورت کو دیکھ کر عاشق ہونا یہ کیسا لغو معلوم ہوتا ہے کسی تغیر دنیا میں سب سے عیسائیوں کے خدا کے دادا حضرت داؤد م کے قصہ کے اور کہیں نہیں مل سکتی۔ جو اور یا کی بیوی کو نکاح نہاتے دیکھ کر عاشق ہوتا ہے اور شاید اسی مٹھو شائق صاحب نے مسلمانوں کی لغو غلط روایات میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر یہ قصہ نکالا ہے تاکہ اقرامی نہ کر سکیں سو مسلمان تو اس قصہ گہرنے والے پر لاکھ لاکھ نفرین لعنت کرتے ہیں۔ مگر اگر احمد شاہ داؤد م کے قصہ گہرنے والے کی نسبت کیا کہیں گے۔ جو ان کی مقدس کتاب میں لکھا ہے۔

زینب حضرت رسول خدا سلم کی بھوپھی کی بیٹی تھیں جس کو آنحضرت م نے نیکوئی دیکھا ہوا تھا پس جو لوگ اس قصہ میں یہہ بتانے باندھتے ہیں کہ آنحضرت م زینب پر عاشق ہوئے تھے اور یہہ امر موجب طلاق ہوتا تھا وہ ایسی غلطی کرتے ہیں جو فہم و روایت کے ہی بالکل بخلاف ہے زینب اور ادوسرے کو احقر کی تو مرضی یہی تھی کہ زینب کا نکاح حضرت رسول خدا ہی کے ساتھ ہو مگر رسول م کے ساتھ رشدداری کا فخر حاصل ہو۔ لیکن حضرت رسول کریم م سے اسوقت نہیں مانا تھا۔ لیکن قرآن شریف سے ثابت ہو کہ بعد میں بھی آنحضرت م کی مرضی ہرگز

زینب کے ساتھ نکاح کرنے کی نہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ وہ زید کو ان پر رعب الغاطیس طلاق
میں سے منع کرتے تھے۔ کہ امسك عليك زوجك واثق الله اپنی عورت کو
اس کے پاس رکھو اور ماسے دور طلاق دینا اچھا نہیں، جو لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت م یہم
اکلامات مناقضہ کہتے تھے۔ قطع نظر اس کے کہ نص قرآنی کے یہ بات بالکل برخلاف ہے۔ کسی
مصحح روایت بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

یہ تو قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ آنحضرت م کی مرضی اگر نہ تھی کہ زید طلاق دیدے
تو زینب کے ساتھ نکاح کر لوں لیکن اس خیال سے کہ اس عورت نے میرے ہی امر سے
زید کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ اب اگر زید نے چھو دیا تو غالباً زینب میرے ساتھ ہی نکاح کی
آواز دے گی اس کی امید کو واقعی کی دلجوئی اسی بات میں ہو گئی کہ چار دن چار برس انوں۔ یہ بات
اگرچہ اپنی شریعت کے لیے جائز تھی لیکن اس پر شیعہ سلفہ نسائیں یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ
روح حلال ببناء کما الذین من اصحابکم تمہارے اہل بیٹوں کی ہر بات تم پر حرام
ہیں جو تمہاری پشتوں میں مگر اس خیال سے کہ کفار خواہ مخواہ کا طعن دیکھتے کہ سپر خوانہ کی
جو رو نکاح کر لیا۔ آپ اس شوق سے ڈرتے اور جھپٹتے تھے۔ حتیٰ ائیکہ زید نے زینب کو
طلاق دیدیا۔ اور پھر بات مذکورہ یہ نکاح جائز سمجھا کہ آپ نے یہ نکاح کر لیا۔

کفار آپ کو طعن دینے لگے کہ بیٹے کی بیوی نکاح کر لیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو
سارا اقتداء یاد دلایا کہ حق میں صرف خدا سچوئے اور کفہ کے طعن کا کچھ خوف نہ کرنے کی ہدایت
کی۔ چنانچہ وہ آیات یہ ہیں۔

واذ تقول للذی انعم الله علیه وانعمت علیه امسك عليك زوجك واثق الله
ان تحشاه فلما قضی زید منہا وطرا زوجکمما الکی لا یکن علی
المومنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذ اقتضا منہن وطرا وکان
امر الله مفعولا ما کان علی النبی من حرج ینا فرض الله له سنۃ
الله فی الذین خلوا من قبل وکان امر الله قد رآ مقد ولہ الذین

یبلغون رسالات اللہ و یحشون ولا یحشون احداً الا اللہ
 و کف باللہ حسیبا۔ ما کان محمد اباً احداً من رجالکم و لکن
 رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیما ترجمہ ہوتا ہے
 کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا چاہے اللہ احسان کیا اور تو نے ہی احسان کیا کہ تو اپنی بیوی اچھے
 پاس ہی تھے وہ اس سے ایسا فریب ہرگز نہیں کر سکتے تھے کہ فریب کو اس سے پھرا میں اور
 یہ بھی کہ جس طرح آنحضرت م اس پر پہلے احسانات کیا کرتے تھے اسی طرح اب بھی اپنا احسان
 اس پر یوں ظاہر کیا کہ اسے اپنی بیوی کے پاس ہی رکھنے کی ہدایت کی۔ اگر ان الفاظ پر
 یہ مفہود نہ ہو تو یہاں انکالانہ بالکل بے سود ٹھہرتا ہے۔

اگے لوگوں میں بھی خدا کی ہی دستور دہ ہے کہ اور شریعت کے جاری کرنے والوں پر
 عمل کرنے میں وہ کسی سے کبھی نہیں رہی اور اللہ کا کام ایک انداز سے بچے ہوئے ہوتے ہیں وہ
 اللہ کے لوگ جو پیغام الہی پہنچاتے رہے اور اسی سے ڈرتے رہے۔ اور اس کے سوا انہوں نے
 کسی کے طعن و لامت کا خوف نہ کیا اور اس حساب لینے والا کافی ہے دنیا کی کینہ ہر ایک کی
 اپنے فرائض مقررہ کی بابت حساب لیگا۔ نبی کو طعن کرنے والے لوگوں کو محمد تو میں سے
 کسی ایک مرد کا بھی باب نہیں ہے۔ یعنی انکی اولاد نہ رہے ہے ہی ہمیں تو فریب اس کی
 جو کس طرح ہر گئی پیراں اللہ کے رسول ہے۔ ان جہت سے سارے ہی اُس کے بیٹے ہیں
 اور نبیوں کا ختم کرنے والا ان کی وفات کے بعد کہ جس کی حاجت بھی نہیں تاکہ رسالت اور نبوت
 کا جو جہ بنائے اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو جانتا ہے (اُسے یہ معلوم ہے کہ اس رسول کے بعد
 نہ کوئی نبی ہو گا۔ جس کی عین کی اشاعت کے بعد کسی کی مردار کی ضرورت ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ
 اسکا دین آپ پیٹا لے گا۔ اور ہر طرح آپ متکفل ہو گا۔

اور تو اپنے بنی میں ایک بات چھپاتا تھا جس کو اللہ ظاہر کر دیتا تھا اور لوگوں کو دیتا تھا
 یعنی اس ارادہ کو چھپاتا تھا اگر اگر زمینے طلاق دیدی اور معلوم ہو گیا کہ اس کے کھل کر اٹھا۔ شیعہ
 کی جتنی تو ناجایز نہیں ہے مگر اُس کے توح سے نہ تھے کہ لوگ مطعون کر سکیں کہ پھر

کی جسد نکاح کر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُسکو ظاہر کر دیا تھا اور اُس کے علم میں یہی تھا کہ تم اس سے نکاح کر لو گے اور تو ہر معاملہ جسکو اللہ ہی کا پابنجر (جو امر شرع) کی رستہ روا ہو۔ اس پر عمل کرنے میں کسی لایم کے نوم اور طاعن کے طعن سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ سو جیسا کہ علم الہی میں مقدر تھا۔ یوں ظہور میں آیا کہ جب زید اُس عورت سے تعلق قطع کر چکا۔ تو اُس سے ہم نے نکاح نکاح میں دیدیا یعنی یہ امر ہماری شریعت اور ہماری ذہنی کے موافق نہیں آیا اور یہ ہم لوگوں پر اتنا کہ آئینہ کو لوگوں پر اپنے پسرخانندوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں جبکہ وہ اپنی بیوی سے قطع تعلق کر چکی کوئی اضطراب اور دھکڑ بکڑ نہ ہو اور اس امر کی کراہت اس کے دلوں سے نکل جائے۔ اور یہ خدا کا کام ہی طے ہو کر رہتا تھا۔ جیسی تو اُسکا سامان پہلے سے بنا ہوا تھا۔ نبی کے لئے اللہ تعالیٰ جو شرع مقرر کر دیا اس پر عمل کرنے میں اُسے کوئی دھکڑ بکڑ اور تذبذب نہیں ہوا۔

جواب مطاعن

(۱) زید انحضرت ص کا بیٹا تھا۔ انحضرت نے محض اسی غرض کے لئے کہ اسکی زوجہ کو نکاح میں لائیں اُسے تنہیت سے جواب دیا جسکی مدت مائے ہرے تھے۔

جواب۔ زید کو انحضرت کا تنہیت مانتا صحیح ہوا یا کتنا ثابت نہیں اور نہ آپکو تنہیت بنانے کی ضرورت تھی جبکہ حضرت خدیجہ رض سے اولاد ہونے کی آرزو تھی اور حضرت خدیجہ رض پہلے ہی صاحب اولاد تھی۔ اور انحضرت ص سے بھی کئی بچے پیدا ہوئے۔ اپنی اولاد کے بڑے یا اولاد کی امید ہوتے تنہیت بنانا محض اہیات اور بناوٹی بات معلوم ہوتی ہے۔ انحضرت ص جو محبت اور شفقت کی راہ سے بڑا کہہ سکتے رہے۔ لوگوں سے تنہیت سمجھا لیکن اصل میں وہ تنہیت ادا کے پاک نہیں تھا۔ بلکہ پسرخانہ کہنا چاہئے۔

اور اگر حقیقتہً تنہیت ہی سمجھ لیا جائے تو نام تنہیت کو حقیقی بیٹا یا حقیقی بیٹے کی مانند نہیں کہتے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سابقہ نہیں اور نہ کسی کے لطف کے اجزا اسکو بڑویشاں میں اور تنہیت ص انحضرت ص نے اسکو جواب نہیں دیا۔ بلکہ زینب کے معاملہ واقع ہونے سے بہت پہلے یہ حکم ہو چکا تھا

کہ اذعوم لا بائیم ولو قسط عند اللہ ان کو کراچی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو۔ بلکہ
کے نزدیک بہت انصاف کی بات ہو گا اگر لکھ جائے باپ معلوم نہیں تو تمہاری دینی بہائی میں ادا
تمہاری جیلے ہیں۔

ادریہ جو آپ فرماتے ہیں لگاؤ نہ سے بیٹھنے کا اعتبار نہیں۔ تو پھر آنحضرتؐ کی ازواج اہبات
المؤمنین جو کہ گزشتہ دوروں پر حرام ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اہبات المؤمنین تو وہ رسولِ ادیب
کی حجت سے ہیں اور انکا حرام نہ ہونا اس حجت سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اہبات المؤمنین ٹھیک فرما
مگر یہ وجہ جو کہ ایک طبعہ حکم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے ساتھ مومنین کا
نکاح حرام فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا ولا تنکحوا الذوات من بعدہ ایداً چنانچہ آنحضرتؐ کی
ازواج کا اہبات المؤمنین ہونا سورہ کے اوایل میں ہے اور ان سے نکاح ناجائز نہ سورہ اور ان میں
ہے نہ زہر نہ زانیہ اس ایک جگہ ہی ہیں۔ اور وہ ان کا تعلق معلول کا تعلق ہے۔

(۴) زہر نہ زانیہ اس ایک جگہ ہی ہیں۔ اور وہ ان کا تعلق معلول کا تعلق ہے۔

جواب۔ ہاں صاحب بیشک آگے جو تو ہی سگاہ اذہا سے ماں کا حق حاصل ہو گیا سگاہ
اعوان کیا ہوا قرآن میں ہے تو اس بات پر کہ حضرت مریم ایک خدا دیوتا کی ماں اور ایک خدا
کی (دوب) کی معاذ اللہ جو۔ اور ہم سترے پچھلے تیسرے سے خلا روح القدس کی بہن تھی
وہ علامہ تھی گئی یہ سب واقعات تو انجیل کی بے ثبات ہیں۔ آپ کو اس شہینہ پر خوب خبر۔ کہ کیا تو
مریمؑ خدا کی بیوی تھی یا اسکا خداؤں کے ساتھ کیا تعلق ہو گیا۔ اور حضرت زینبؑ رضی اللہ عنہا کی
نسبت یہ قرآن میں موجود ہے۔ اور ان کا لائق کتب تک دوروں کے تنکے کو دیکھنے کا اور پانچ شیر کی
حرف خیال نہ کرے گا۔

ادریہ کا آنحضرتؐ کی بیوی نہ تھی غلط ہے۔ اگر یہ ہوتی تو ضرور آنحضرتؐ ہر گز
میں مگر باقی۔ نہ ملے زہر کے کسی گہریں۔ وہ ہیں (اہبات صفحہ ۷۷) پھر شیخ اسلامی کے
بجواب یہ ہے کہ وہ کہہ جائیں نہیں بلکہ یہ کہہ جائیں کہ زینبؑ آنحضرتؐ کے پردہ کو توڑتی تھی۔
(۳) اپنے بیٹے کی جو رو سے شہینہ لگایا۔

جواب۔ یہ بات عقل اور نقل دونوں کی ہے نہ ظہر۔ نقل کی رو سے تو اس لئے کہ قرآن یا کسی

حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور عقلا میں لئے کہ زینب حضرت رسول کریم کی بیوی تھی۔
 جس کو آپ نے ہزار بار وفود دیکھا تھا اور آپ ہی نے اُسکا نکاح زید کے ساتھ کر دیا۔ حالانکہ زینب اور
 اُسکے رشتہ دار پہلے سے آپ کے ساتھ نکاح ہونے میں خوش تھے پس یہ بیوہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک
 شخص جس کا پہلے بلا فرحت کسی عورت کے ساتھ نکاح نہ ہو۔ رکاوٹیں اکثر تھیں۔ اس قدر وقتوں سے
 اُسکے ساتھ نکاح کرے۔ قرآن سے ثوابت ہو کہ کتنی تو ایک طرف آنحضرتؐ دل سے زینب کے
 ساتھ نکاح کرنے کے ہی خواہاں نہ تھے چھٹی تو آپؐ فرمایا کہ امساک علیک زوجہ و اللہ
 مع حضرت زینب کی مرضی بے شک ازواج مطہرات ہیں داخل ہونے کا فخر حاصل کرنے کی تھی اور
 انہی کی مرضی اور بلوغی اور طاقی کے لئے آنحضرتؐ نے اُن سے نکاح کیا۔ مگر زینب کی مرضی
 نہ ہوتی تو کسی یہ نکاح ہو ہی نہ سکتا تھا۔ اور عشق کا ہونا بالکل باطل ہے۔ اگر عشق ہوتا۔ تو ضرور
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت زینب کے ساتھ آنحضرتؐ کی سال و سال حبینہ دینے کی ہوتی
 زیادہ ہوتی۔ حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آنحضرتؐ نے کسی بھی زینب سے زنا یا نفاس
 کی ہو۔ بلکہ ذات شریف بھی آپ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ہوئی۔

ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مکر زینب کا عشق مطلق نہیں ہوا۔ بلکہ زینب
 کی خواہش نہات المومنین۔ داخل ہونے کی تھی اور حضرت نے اس خیال سے کہ میں اُس کے ساتھ
 اُسکا نکاح ایک کم درجہ کے آدمی کے ساتھ کیا۔ جس کا تیو حسب منشا ظاہر نہ ہوا۔ اُس کا ارادہ
 کرنا اسکو زیادہ پیچ دینے کا موجب ہو گا۔ اس لئے آپؐ نے حضرت زینب سے نکاح کر لیا۔ اگرچہ
 حضرت زینب رحمہا کو اس وقت آپؐ بھی بہت شہر ہل سکتے تھے۔ مگر بعض عورتیں فحش کی بہت
 خواہاں ہوتی ہیں اُس نے ازواج النبی میں داخل ہونے کا فخر حاصل کرنا چاہا۔ اس لئے آنحضرتؐ
 نے بھی طوعاً و کرہاً اُسکی درخواست کو منظور فرمایا اور اُس سے نکاح کر لیا۔

لے چکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب زیادہ عالم تھیں اور سب اسلام کی اشاعت و تعلیم سے آنحضرتؐ کو
 زیادہ مدد دیتی تھیں اس لئے اُن کے برابر حضرت کی نظر میں کوئی بھی عورت نہیں ہوتی۔ مگر حضرتؐ کے نزدیک کسی بات
 کا عشق تھا۔ حضرت کے ذاتی علم و فضل کا۔ مگر حسن کا جس کا ہر تار ہمیشہ کے لئے حضرت زینب رحمہا کی
 طرف اکہماں قویہ منعطف ہوا کرتی۔

پہلے ہی جان بچا چکا تھا۔ پس اگر آنحضرتؐ شہ شریعت کے موافق ایک جائز کام کر لیا، امد اللہ تعالیٰ
نے آنحضرتؐ کو کام کا اضطراب اور غم نہ دے دے کہ اس کے لئے فرمایا کہ سب سب امر میری مرضی کے

بظان نہیں اس لئے کسی کو اعتراض کوئی حاصل نہیں۔ تو یہیں کیا قیامت ہو گی؟

انجیل میں پولس کہتا ہے کہ پاکو کے لئے سب کچھ ہر پاک ہے پر ناپاکو کے لئے کچھ بھی پاک نہیں ہے
پولس کا یہ مقولہ الہامی اور خدا کی طرف سے گنا جاتا ہے۔ اب ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ پولس نے
نہایت کفر کیا کہ ایسا روایات مسئلہ کو خدا کی طرف منسوب کیا۔ جو شرائع سابقہ کے بالکل بظان ہیں
اور ایسا ہی مسیح کے احکام کی نسبت بھی مخالف پوری پوری بظنی کر سکتا ہے۔ مگر وہ سب اس کے
اپنے ہی طبع زاد احکام ہیں جو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔

(۷) آنحضرتؐ نے بے نکاح و گواہ محبت کی ہادہ دیا کہ اللہ آسمان پر نکاح کر دیا اور جبریل شاہد
ہے مگر نکاح کا یہی انتظار نہ کیا۔ عشق ایسا دامنگیر بنا۔

جواب یہہ اعتراض کہہ کر سکتا ہے جو بالکل پاگل ہو گیا جو شخص اپنے لئے جتنے ہذرہ پاس
کے رکھتا ہو آیات تمسین کر سکتا ہو۔ اس کی نسبت یہہ سمجھ سکتا ہے کہ عشق کی مجذوبی
میں مدت حدت یعنی دو تین ماہ کا تو انتظار کیا ہو اور نکاح کا جسے ایک آدھ گھنٹہ سے زیادہ
عرصہ نہیں لگتا اس کا انتظار کرے۔ جو شخص یہہ کہتا ہے کہ نکاح کی ضرورت نہیں وہ بیخبر نہیں
گھر کا اس میں حدت کی بھی ضرورت نہیں۔ پس اس روایت کا غلط ہونا بالبد اہت
ثابت ہے۔

یہہ بات منقولہ امر متواتر دیا ہے ثابت ہو کہ آنحضرتؐ معلوم نے اس نکاح کا ولیمہ
نہایت عمدہ طور سے کیا۔ اور یہ دلیل بات کی ہے کہ آنحضرتؐ نے حسب دستور و بطلاق
زیر کے منسوب رہنے سے نکاح کیا تھا۔ پس جن لوگوں نے یہہ خیال کیا ہے کہ آنحضرتؐ شہ غیر نکاح
کے ذریعہ سے مقاربت کی تھی وہ رہ غلطی ہیں امد غالباً یہہ خیال ان کے دل میں مذبحا کہا سے
پیدا ہوا ہے جسے آسمان پر نکلے ہوئے کا خیال سمجھا گیا تھا۔ مگر یہہ دلوں کا خیال محض غلط ہے
اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں جگہ قرآن مجید میں منجوں افعال کو بسبب علت العلل ہونے
کے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس سے یہہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ فعل بند و نفع نہیں کئے۔ اگر

کسی روایت میں اللہ المزج و جبریل شاہد اذ لا نکاح کو خدا اور جبریل شاہد ہے۔ یہ بھی ہوتا ہے
یہہ انحضرتؐ سے اس شخص کے جواب میں کہا ہوگا جس نے اس نکاح کے عدم جواز کا اعتراف کیا ہوگا
یعنی یہہ امر آسمانی اور الہامی حکم کے موافق ہوا ہو کیونکہ اس سے پیشتر سورتنا میں یہ حکم ہچکا تھا
تہا ہر سے صلیبی بیٹوں کی بیویاں تہہ حرام ہرج نہ لے پا لکوں کی۔

تہا ہر سے صلیبی بیٹوں کی بیویاں تہہ حرام ہرج نہ لے پا لکوں کی۔
کسی کرتے بیٹے کر لینے یا منہ سے بیگا کہہ دینے سے درحقیقت وہ صلیبی بیٹا نہیں ہوا ہاں اور نہ
بیٹے کرنے والا حقیقی باپ ہوا ہاں ہے۔ پس جو حکم صلیبی بیٹے کی زوجہ سے تعلق ہے وہ اس کی
زوجہ سے تعلق نہیں ہو سکتا۔ یہہ رسم جو نفس الامر کے برخلاف عرب میں جاری تھی اس کا عدم
ان نہایت مناسب اور ضرور تھا۔ اور بیٹے کو بیٹا پکارنے سے شہ ترانہا کہ شاید وہ اس شخص کا
حقیقی بیٹا ہے۔ اس لئے حکم ہو کر و ما جعل ادعیاءکم ابناءکم و الذکم قتلکم
بافواہکم واللہ یقول الحق و هو یمدی السبیل۔ ادعوہم
لا بالہم ہو ا قسط عند اللہ فان لم تعلموا اباہم فاعوانکم
فی الدین و مالکم۔ سورہ احزاب رکوع اول۔

(ع) محمدؐ اپنے مذاہر بیتان باندہ نہ نا کیا اور اس کو مکہ خدا بتلایا۔
جواب اور پر کے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ انحضرتؐ معلم نے خدا پر کوئی بہتان نہیں بنا دیا
نہ نا کیا لکے جو کچھ آپؐ نے کیا شریعت ہی کے بموجب کہا۔ البتہ جہلا۔ شے منافقین کے اعتراض
کرنے پر اور تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس امر کا جواز بھیجے ظاہر کیا۔ اور نہ حضرتؐ نے نہ کوئی خدا
پر بہتان بنا دیا ہے۔ نہ نا کیا کیا مسیحؑ نے سبت کی حرمت نہیں تو کوئی۔ اس کے سامنے
اس کے یار لوگوں کے خوشے نہیں کہاتے رہے۔ پہلوی انجیل کو کھانے نہ دیا تو رات کے
برخلاف پا کوں کے لئے سب کچھ پاک نہ بتایا۔ پس قسم کہ یہ کتاب ہے کہ مسیحؑ نے خدا پر بہتان
باندہ خدا کے عورات کو ملال کر دیا اور اس کو خدا کا حکم بتلایا۔ خدا نہ ساقول ثابت میند
الزام نہ تعجب ہو کہ ساتھ ہی تم یہ کہتے ہو کہ حکم خدا بتلایا اور پر کہتے ہو کہ خدا پر بہتان باندہ
اگوا کے حکم کے موافق کوئی کام کیا تو خدا پر بہتان نہیں باندھا۔ اور اگر خدا پر بہتان باندہ ہے
تو وہ خدا کے حکم کے موافق نہیں ہوا چاہئے۔ حالانکہ تم تسلیم کرتے ہو کہ اس کو حکم خدا بتلایا اور پر کہتے

خدا کا کلام مان کر اعتراض کرتے ہو تو جو کچھ آنحضرتؐ مہرے کیا۔ قرآن کے موافق کیا ہو مکلف
کے برخلاف کرنے کا الزام کیا؟

شایق صاحب اگر آپ کو واقعی یقین ہے کہ قرآن شریف کی
کوئی آیت کلام ربانی نہیں ہے بلکہ حضرت ص کی خود ساختہ ہے
تو اس کے ثبوت کے لئے میں آپ کو سہل ترکیب بتاتا ہوں
جو جس بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا۔ کہ آیا کلام ربانی اور احکام الہی تھے یا بناوٹی اور آنحضرتؐ
کے خود ساختہ۔ وہ ترکیب یہ ہے کہ آپ اس آیت (وَاذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ
الْجَمْعُ كَانَتْ خَيْرًا مِنْ دَرَاهِمٍ أَعْرَبِي) سے نسیج و طبع عربی و ان عیسائی کو (خواہ ہندو ہو خواہ عیسائی) دیدیو
کر اسے عربی میں ترجمہ کرے۔ اگر فصاحت۔ بلاغت۔ رمانت اور رسالت اور نور کلام
و غیر میں اس آیت کے برابر سن گیا۔ تو میں ہی اُسی وقت مان لوں گا کہ یہ آیات کلام الہی
ہیں نہیں بلکہ آنحضرتؐ کی خود ساختہ تھیں جو آخر خدا کی طرف منسوب کی گئیں۔ لیکن اگر
اس کلام کے برابر نسیج و طبع ترجمہ دنیائے کسی عیسائی یا غیر عیسائی سے نہ ہو سکا۔ تو پھر
ایک سو قوت ایمان لانا پڑے گا۔ کہ یہ آیات حضرت ص کی خود ساختہ نہیں تھیں۔ بلکہ ربانی
کلام تھیں۔ قدرت شریف سے ثابت ہو کہ آنحضرتؐ امی محض تھیں۔ ساری عمر کبھی لکھا
نہ کسی کتابت میں بیش نہ کسی سے علم حاصل کیا۔ پس اس امی شخص کے کلام کے برابر آپ ص
لئے کسی آیت کا ترجمہ کر دیا۔ تو سبھی لایا جائیگا کہ یہ کلام ربانی نہیں۔ نہین دنیا روز سے چند صفحات
کا ریفندہ اند۔ نہ اسے دُر۔ اور خدا کے سچے کلام پر ایمان لاؤ جس کی نظیر لانے سے دنیا عاجز ہے
آپ اپنی کتاب کے صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں کہ پس اس کی بھی ضرورت تھی۔ ضرورت صرف
اس کی تھی کہ حضرت ص تینے کی جو سچے عشق لگا دیں اور سچے کلمات دلوا کر جو رو بنائیں۔ اور خدا
پر بہتان نہ بنیں۔ اور بزدلوں کو گمراہ کر لیں۔ اپنے غامی مولویوں کو مادم کریں۔ اس گستاخی کا
دورا جواب تو مدد کے اس سے لے گا۔ اگر ترکیب ترکیب جواب یہ ہے کہ پس عیسائیوں کے خدا
کو سچی ہی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ضرورت تھی تو رسالت کی کہ دنیا میں ورت قرآن کے شگے بنا دیں
و نہش کی بیوی میں اپنی لکھی ورت سمجھو جس سے کیا کام لکھو جس بیوی کی حزن۔ رب۔ لوگوں کو

حضرت کی اوڈیاں

ماریہ قبطیہ

اریہ قبطیہ کے حالات میں آپسے مختلف تفاسیر سے مختلف روایات کی ہر راہ کردی ہے اور قرآن شریف کی سورہ سحر کی ابتدائی آیات کا شان نزول اریہ قبطیہ کا واقعہ بیان کیا ہے اگر ہمارے خیال میں جبہ بخاری کی ایک صاف اور صحیح حدیث سورہ سحر کی ابتدائی آیات کی شان نزول میں موجود ہے تو اریہ والی روایت اس کے مقابل کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ تفسیرین اسلام ہی تو عادت ہی ہے کہ ایک امر کے متعلق جس قدر روایات صحیح یا ضعیف ان کو مل جاتی ہیں۔ ایک ساتھ بھرتی کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ کام محققین کا ہے کہ ان روایات کو ماضی زلزلہ قرآن و سنت پر عرض کر کے صحیح یا غیر صحیح روایات کو جدا کریں۔ سو ہمارا یہاں تک خیال ہے کہ سورہ سحر کی ابتدائی آیات کا شان نزول قصہ خلجیہ ہے جس کو بخاری اور مسلم اور دیگر مبطل القدر محدثین نے منقول کیا ہے۔ چونکہ یہ ممکن نہیں کہ دونوں ہی ان آیات کا شان نزول ہوا۔ اس لئے ترجیح اسی واقعہ کو ہوگی جس کا سناہ سنت صحیحہ ثابتہ بھی ہے۔ سورہ قصہ تحریر عمل چرس واقعہ بخاری میں ان الفاظ میں لکھا ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشرّب عسلاً عند زینب بنت جحش ویکث عندہا فوافیہا بیتاً وحقصتہ علی ابنتہا دخل علیہا فلیقل لہ اکل مغایر انی اجد منک دیمح مغایر قال لا ولکن کنت اشرّب عسلاً عند زینب بنت جحش فلن اعود لہ وقد حلفت ولا یختری بذالک الخ۔

بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کے پاس کچھ دیمح پیٹا کرتے تھے اور وہ آپ کو شہد پلایا کرتی تھیں پس میں نے ارفصہ نے اس بات پر

اتفاق کیا کہ ہم دونوں میں جس کے پاس رسول خدا ﷺ لائیں۔ وہ یوں کہہ سکے کہ
 اپنے معاذیر کھائی ہے۔ آپ ﷺ مغایر کی بوائی ہے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ نہیں میں نے
 تو دین کے پاس شہد پہلے (سوا اگر ایسی ہی بوائی ہے تو آگے میں کبھی نہ نہیں گا۔ اور
 میں قسم کھاتا ہوں اور تم نے اس بات کا ذکر کسی سے نہ کیا۔ سپر ہم آیات اتریں کہ اے نبی
 تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کی حد سے تجاوز تو اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتا ہے اور
 اندھ غور پریم ہے۔ خدائے تعالیٰ تم پر کفار و ادا کر کے نامناسب قسموں کا کہہ لانا نہ کر دیا ہے۔
 اور اندھ غور پریم ہے۔ اور وہی حکیم و علیم ہے۔

پس یہی اصل واقعہ ہے جس پر آیت تحریم نازل ہوئی۔ یعنی عورتوں کی رضامندی کے
 بغیر نہ کہ شہد کو ترک کر دینا اور اپنی بیوی کو اس ترک کی اطلاع دوسروں کو دینے سے
 حرمانت کر دینی تاکہ یہ بات اس بی بی کے پاس امانت رہے جس کی خاطر شہد چھوڑ دیا
 ہے۔ اور عام طور پر یہ بات پھیل کر اسٹ کے لئے ترک شہد پر حجت نہ ہو جائے۔ چو کہ یہ
 بات آنحضرت ﷺ نے راز کے طور پر اپنی بی بی سے کہی تھی اور اس کے ساتھ ایک اذرت
 بھی تھی جس کے اظہار کرنے سے دنیا نے اسلام کے انتظام میں بڑا فرق آنے کا اندیشہ
 تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس بی بی کے یہ راز انشاء کر دیئے پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ
 کو الہام سے اس واقعے اطلاع دیدی بعد قسم کا کفار و ادا کر کے قسم کے کھولنے کا حکم دیا
 اس مجید کے ظاہر کر دینے پر عورتوں کو سخت تنبیہ و تنہید کی۔

سورہ کی طرز بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسری بات جو اس بیوشی ظاہر کر دی
 کوئی بڑی قابل اخفا اور متہم بانسان تھی۔ جس کی عام طور پر پھیلنے سے اسلامی عظمت میں
 سخت خلل پڑنے کا احتمال تھا۔ معل یا باریہ کی تحریم۔ ہرگز نہ تھی۔ کیونکہ ایک حرم
 لے سنا اور کھانت کا گروہ پر غور نظر کرتے ہوئے کسی بوجہ نہیں ہرگز نہ تھی۔ یہ کی بھیاں ہفتت رہ ہی جس میں
 ہیں ہر شہد میں کسی بوائی و جاتی پر۔ کہ عجب نہیں کہ اس شہد میں غلطی کی بوائی ہے۔

نہ بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابو کریم رضی اللہ عنہ کی غلامت کی نسبت تھا کہ یہ کریم علیہ السلام ہو گا۔ لیکن چونکہ اس نے کوا
 سو کی غلامی میں شکی اور انتظام میں ذوق نہ لایا تھا اس لئے اس کو انشاء سے فائدہ نہیں پہنچتا۔

مباشرت تک کر دینا۔ یا شہد کا اپنا اور حرام کر لینا۔ کوئی ایسی ہتھ بات نہیں
جس پر نہ پڑے کتاب کیا جائے ان تنویر الی اللہ فقد صغت قلوبکم
وان تظاہر علیہ فان اللہ ہو مولہ وحبیل وصالح المؤمنین
والمسکۃ بعد ذلک ظہیرہ عسی رید ان طلقکت ان یبدل
ازواجہ خیر امکنک مسلمت موصلت فتنت تلعبت غیبت
سخت ثببت واکاراً اگر تم دونوں (جفسہ و عایشہ) خدا کی جناب میں
توبہ کرو تو تمہارا حق میں بہتر ہے کیونکہ تم دونوں نے کجی انجیر کی۔ اور اگر تم نے غلات
ایں سازشیں کی تو ان کا حامی اور مددگار ہے اور چربیل اور اپنے نیک مسلمان اور
اس کے۔ بلکہ اگر تم اس کا معاون ہو تو یہ ہو گا اگر نبی تکلم طلاق دیدی۔ تو اس کا رب تم سے
بہتر ہو یا اس کے بدل میں جو یا نہ دار ایلا نہ ارفد کے حضور میرا کر گزرنے والی توجہ کرنا لیاں
اعبارت گزار روزہ دار و عابد بنے اور کنواریاں ہوں۔

آیت قریم کی اصلی تفسیر یہ بات کہ اب وضعت کر دی گئی۔ جو کچھ مقابل تفسیر میں غیبت
کیا وہی اس اور مختلف و منفور آیتیں محض یہ ہیں۔ اب صحت ایک اعتراض شایق
ہو گیا کہ کیا اس کے انصاف میں حلال چیز کو اپنے اور حرام کیوں کیا اور بہ حرام کھال کیوں
کیا سو اس کے جواب میں یہ کہ اگر اس پر کہ بعض پروردہ بیویوں کی خاطر اپنے شہد کے پیشے پر
حلف کھانی۔ چو کہ اس کے شہد کو ترک کرے اور ترک پر قسم کھانے سے خواہ تو وہ ایک حلال چیز
محرام ہوئے باقی تھی۔ اس کے تعالیٰ نے اپنے بند کیا۔ تاکہ اس کا شہد کو بھیڑ دینا و نیائے اسلام
کے لئے حجت نہ ہو سکے۔ اور وہ جو بڑا نہ سمجھنے لگ جائیں۔ اس میں اعتراض کی کیا بات ہے
بس اوقات ایک نبی یا مہم سے کوئی غلطی یا خطا چھری ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ معاذ بریہ
وہی و الہام اسے سوا بے سدا کی جانب رہنمائی کر دیتا ہے۔ دیکھو وہ بے صافقہ میں
بہر جس کو ترسم کے جانور کہائے گئے اور ان کے کھانے کے لئے اسے ہدایت کی گئی۔
بہر جس کے کھانے میں حرام چیز کو نہیں کہا یا تو بہر اللہ تعالیٰ نے فوراً بطرس کو متنبہ کیا۔ اور
اس کے مال چیز کو حرام مکتہ (اعمال توفا۔ اب ۹)۔

پھر منتوں کو توڑ دینا یا قائم رکھنے کی نوبت میں بھی اجازت دے دی (دیکھو شہاد
 ۲۰ باب ۱۴)۔ حضرت مسیح نے پہلے ایک کام سے سخت نچوڑ کر اور پھر اسی بات سے پھر کر
 وہ کام کر لیا (متی ۵ باب ۳۳) سینائیوں کا خدا خود برا عہد شکنانہ سے اور خدا سے کفر
 میری عہد شکنی کو دیکھ کر گئے (شمار ۱۴ باب ۳۴) اور نہ صرف اسی قدر بلکہ خدا نے ان کو
 پچھتا یا بھی کرنا ہو زمینداریش ۶ باب ۶: ملکہ پچھتا پچھتا کر خدا کی نجات پا کر تباہ ہو گیا (۵ باب
 ۶) اپنے نبیوں کو فریب بھی دیا کرتا ہے (یزیاہ ۴۴ باب ۵)۔ مسیح نے اپنے آپ کو اپنے
 ایسے طریق سکھاتا ہے جو بہت بُرے اور ایسے احکام دنیا کی دنیا سے الگ ہیں۔
 مردہ ہو جانے۔ (حزقیل ۴ باب ۲۵) زنا کار کو کیوں لائے کی مراد ہے تاکہ تیرے پچھتا
 باب ۱) پھر نبیوں کو گوہ کے ساتھ ملا کر دلی کھانے کا حکم دیا ہے (حزقیل ۵ باب ۱۰)
 اور کہا تم کھانا کھاؤ اور تیرے ساری توبہ کی اور انیل کا کچا کچا کھاؤ۔
 صاحب کے آگے دہر دیتا۔ ہاں اُنکے دوبارہ اطلاع دینا ضروری توبہ اور انیل کی
 قلعی کھولی جا سکے گی۔ وہ بذریعہ خط ضرور اطلاع دیں۔

باقی یہ بات کہ آنحضرتؐ کی عورت میں اس قسم کی باتیں کبھی وقوع نہ پا سکیں اور انہیں
 اسکا جواب یہ ہے کہ وہ کوئی نہ بیبی یا فرشتہ نہیں تھیں۔ مقتصد و بیشہ میں سوان سے کہ کبھی
 ایسی بیبی باتیں نہ ہوئیں آتی رہیں۔ مگر آہستہ آہستہ آنحضرتؐ کی تعلیم و تہذیب نے انہیں
 و بدبہ اسطورت سے رو بہ اصلاح ہو کر آخر کار وہ بھی اعلیٰ و اعلیٰ فاضلہت کے ساتھ مشقت
 ہو گئیں۔

خدا کا شکر ہے کہ تاہم کسی نے حضرت سلیمان کی عورتوں کی طرح اپنے نبیؐ کو ثابت بدعتی
 نہیں کرائی۔ بلکہ آنحضرتؐ کا وہ بدبہ اور فحشا اور زیست اسی قسم کی تھی کہ آنحضرتؐ کے اخلاق
 سب سے مستفیض ہو کر اخلاقِ ملکی سے حصہ پا لیا اور باوجود مختلف طبائع اور مختلف مزاج والی
 عورت ہونے کے آنحضرتؐ پر کوئی عورت اپنا اثر نہیں ڈال سکی۔ اتنی اس قسم کی عورتیں
 میں اس قسم کا نباہ یہ حضرتؐ کی اعلیٰ اخلاق اور سیاست کا نتیجہ تھا۔ متفکروں والوں والا لیا۔

حضرت امہانی

آپ نے جو اپنی امتہات کے صفحہ ۴۰-۴۱-۴۲ اور ۱۱۹ وغیرہ میں آنحضرتؐ کو بیہ الزام دیا ہے کہ معاذ اللہ آنحضرتؐ کا امہانی سے ناجائز تعلق تھا سو بیہ الزام اگرچہ ایسا ہے کہ اس جھوٹے افتراء پر آپؐ پر نالاش کر کے آپ کو چند دفعہ جیلی نہ کی سیر کرائی جائے۔ لیکن اس جھوٹ کی جزا صرف اس حکم النجاکین پر چھوڑ کر اس قدر گدازش کی جاتی ہے۔ کہ صاحب آپؐ نے کہاں سے بیہ معدوم کر لیا کہ آنحضرتؐ کا امہانی سے ناجائز تعلق تھا۔ آپؐ کی بعثت سے پیشتر آپؐ کی ساری قوم آپؐ کے نیک چال چلن کی شاہد امین و صادق آپؐ کا لقب ہر مہم میں آپؐ قوم کے معجز و واسے۔ راستباز آپؐ مشہور حضرت ابو طالب کی وفات کے وقت آپؐ کے چال چلن کی شہادت دیتی۔ حضرت فدیجہؓ رف آپؐ کا اعلیٰ چال چلن۔ دیانت۔ امانت۔ راستبازی و یکسو آپؐ ہیام نکاح ذالمتی۔ ایسے سید المصطفین و امام المحصنین کے چال چلن پر بظنی کرنا اور جلیبی کا داغ لگانا صرف انہی عیسائی سرشت کو ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ آنحضرتؐ کی اعلیٰ چال چلن کی شہادت خود قرآن شریف سے ہی ثابت ہو۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ تو کہہ دے۔ کہ فقد لبثت فیکم عمر آمن قبلہ کہ میں نبوتؐ پیشتر تم میں ایک عمر رہ چکا ہوں۔ تم نے میرے چال چلن۔ راستبازی۔ عفت و عصمت کے برخلاف کوئی بات نہیں دیکھی۔ افسانہ عقلموں پھر یہی نکوائنتی سمجھ نہیں کہ ایسا پاک باطن۔ پاک چال چلن اللہ راستباز آدمی خدا پر افتراء نہ ہو گا۔ جس شخص کا چال چلن مشتبہ ہو اور وال میں کالا ہو۔ وہ ان پر زور الفاظ میں کبھی قوم پر محبت پوری نہیں کر سکتا۔ کہ تم میرے سارے حال افعال و اقوال اور چال ڈھال کو جانو۔ کیا تم مجھ سے نہیں سمجھتے کہ میں صادق۔ امین۔ راستباز اور اعلیٰ چال چلن کا آدمی ہوں۔

بیہ تو آنحضرتؐ کے چال چلن پر قرآنی شہادت ہے۔ لیکن ادا ویت صحیحہ میں جس قدر آنحضرتؐ کی عفت و عصمت کی نسبت روایات وارد ہیں۔ ان کو کو لکھا جائے تو صرف اسی کے لئے کتاب کفایت نہ کر سکے۔ الحال ہم اسی قدر بیان کرتے ہیں۔

کہ صاحب اول جو تہمت اُٹھائی گئی بابت روایت بیان کی ہے وہ کالوجی من السماء نہیں
اگر اسکو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ہم اس شخصیت ص پر لازم لگانے کی کوئی وجہ نہیں۔ آنحضرتؐ من
انہما ہی کو پیغام نکل دیا۔ اُٹھائی گئے یہ جواب دیا کہ راشد میں دوست رکھتی تھی تو کجا بلیت
میں پس کیوں نہ دوست رکھوں میں نکو اسلام میں۔

ان الفاظ سے بظنی سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اُٹھائی اور آنحضرتؐ ص کا جاہلیت میں
ناہیا یا زندقہ تھا سو اس شخص کے ایک ہی حکام نہیں جو اول وجہ کا مدیاطن اوشہ طان
سیرتہ اور پاک خیت ہو رہا ان الفاظ کا تو مطلب اتنا ہی تھا کہ میں جاہلیت میں پسند
رکھتی تھی کہ میرا نکاح آپؐ سے ہو جائے اب کیوں پسند کروں جب کہ نئی بدولت اسلام کی سی
نعمت نصیب ہوئی۔ اس سے وہ مطالب بھی لیتا جو آپؐ سے بہا ہے۔ حقیقت یہ کہ آپؐ
کا کام ہے۔

اگر صرف انہی الفاظ سے یہ ناہیا یا زندقہ مفہوم ہو سکتا ہے تو ان اہل کے ان
بیانات کی نسبت کیا کہہ گئے۔ جہاں لکھا ہے کہ مسیح تھا کو اوشہ کی بہن وغیرہ کو پلا کر تا
تباریوخا (باب ۵) اور باوجود ہجرت کے بسا اوقات فاشیہ عورتوں کے گھر چلا جایا کرتا۔
اور ان سے عطر ملواتا تھا۔ اور متی ۲۶ باب ۶-۷ اور مریم اور سوسہ اور بیتی اور
عورتیں جو مال سے انکی خدمت کرتی تھیں اور اس کے ساتھ چلا پھر ان میں دروختا (باب
۳-۴ متی ۲۶ باب ۷-۸)۔

بہر حال اگر اُٹھائی کے ان الفاظ سے آنحضرتؐ ص پر صرف ظن ہو سکتا ہے تو نہایت
خدا کے بیش کے چال اور حال سے نہ صرف ظن بلکہ تعین ہو سکتا ہے کہ وہ ناگفتی حرکت
کا متحجب ہوتا ہوگا۔ اور شوق بازی میں سلطان رہتا ہوگا اور یہ صرف ایک الزامی جواب ہے
وہم حضرتؐ ص اور حضرت رسول کریمؐ ص کو کو یکساں اور مقدس چال چلن والا سمجھتا
ہیں۔ واقعی اگر آپؐ حضرت اُٹھائی پر عاشق ہوتے تو پھر اسکا کوئی عذر بھی تسلیم نہ کرتے
بلکہ چاہیے بادشاہ کی طرح شادی پر اسے مجبور کرتے۔ لیکن آپؐ نے اسکا بچہ بچہ سے بال بچہ کر
عذر کیا۔ وہ منظرہ کر لیا۔ جس سے صرف ایک معمولی سی بات رد جاتی ہے اور تہمت ختم ہوتی ہے۔

و بعد از آن وقت کہ ائسے اعتباری سے نکاح کرتے تھے تو اس وقت کیوں نہ فرمایا
 نہ۔ بل جو نکاح میں مرد و عورتوں کو نکاح کرے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ص فی الرحمہ
 بچوں کی خبر گیری سے تیار تھے۔ کیونکہ یہ تو آپ کو معلوم ہی تھا کہ اسکے بچوں میں وہی پر نکاح کی
 خبر گیری کی تھی۔ لہذا یہ اعتباری کے جوڑے معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے اپنے نفع سے بچوں کی
 خبر گیری کرتے کہ لایۃ بود۔ ہے۔ تو یہ سب نے بھی کچھ نہ فرمایا۔

حرمیں

اور حرموں کی نسبت آپکا امر ارض کرنا نہ تھا۔ جب کہ انبیاء سابقہ کی کتابوں میں سنت
 حرم کا جواز ثابت ہے۔ تاہم آپ پر لکھا کہ ان کے گویا اپنے ہی باؤں پر لکھا ہوا ہے۔
 انشاء ۴ باب ۱۴۔ عورتوں کو اسے نہ صاف حکم لکھا ہے۔ اور ۴ باب ۱۔ ہم اس ان
 اس عورتوں میں سے ہے۔ ۱۰ اچانک کہیں لکھا کہ نہ مندر اور ناخن کٹو اگر جو رو بنا لے گا صاف
 حکم ہے۔ پہر اگر اس سے نہ شہ نہ ہو تو اسے جہاں سے لکھا جی نہ ہو نکل جائے گا حکم ہے۔ حضرت
 سلیمان ۳ کے پاس ۳۰۰ مہم تھے جس کی تسریع نہ تھی۔ حضرت مسیح مہ کو بیان کیا جاتا ہے
 حضرت ابراہیم ۴ و عبد الباقیہ کے پاس بھی حرم تھے۔ انہیں جو نکاحی آیا ہو سکے علاوہ انہیں اور
 اور انجیل میں بھی یہ امر حرام نہیں ہوا۔ آپ کا آپ کا یہ سارا اعتراض آپ ہی پر الٹ رہا ہے
 مہا ہو جو ابکم ہو جو ابنا۔

لوٹڈی غلام بنانا

شایق صاحب آپ اچھی طرح یاد رکھیے کہ لوٹڈی غلام بنانا اسلام کی امتیاز کی ہوئی رسم نہیں
 ہے بلکہ حضرت موسیٰ کی شریعت میں لوٹڈی غلام بنانا جائز رہا۔ غرب و غیرہ مالک ہیں لوٹڈی غلام
 مہم کے انجیل کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے۔ اس کا جواب یہی یہاں آ گیا۔

جیسا کہ تم خود گھماؤ اور لیا ہی کپڑا پہناؤ جیسا کہ تم خود پہنتے ہو کیونکہ وہ بھی خدا کو بندو میں اچھو
 ستا نہیں چاہتا۔ پس ایک غلام جو نہ لون اور ایسے اعلیٰ درجہ احکام نہ میسی کی خطالت میں ہو
 وہ اُن معنوں کے لحاظ سے جو لفظ غلام کے اس زمانہ میں سمجھے جاتے ہیں غلام نہیں کہا
 جاسکتا جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ یہہ امر قابل لحاظ ہو کہ وہ لفظ جس کا ترجمہ غلام ہے۔
 قرآن شریف میں کہیں نہیں آیا۔ جو جملہ قرآن شریف میں استعمال کیا گیا ہو وہ یہہ ہے وہ جو
 تمہارا بھائی ہے؟ تمہارے قبضہ میں ہیں جس کے معنی صرف یہہ ہیں کہ جو ایک واجب طور کی لڑائی میں
 قید ہو کر آئے ہوں۔ اور اس طرح پرانی آزادی سے محروم ہو گئے ہوں۔ ایسے قیدی اگر
 مسلمان ہو جائے تو یہ تو ان کی نسبت یہہ کہہ کر آ کر ذکر دیجئے جائیں لیکن اگر اپنے مذہب پر
 قائم رہتے تھے تو آپ کا حکم اپنے معتقدوں کے لئے یہہ تھا کہ ہر بھی تم انہیں اپنا بھائی سمجھو انہیں
 دیکھا کہ جو مالک اپنے غلام سے مہربانی کرے وہ مقبول خدا ہو گا اور جو اپنے اختیار کو برہ طور
 پر استعمال میں لا کر یعنی غلام کو ستائے وہ داخل بہشت نہ ہو گا۔ ایک مسلمان نے اُن سے
 سوال کیا کہ جو میرا غلام مجھ پر ناراض کرے اُسے کتنی بار مجھ سے معاف کر دینا چاہو؟ نبی عربی نے
 جواب دیا۔ ایک روز میں سنو وقوعہ محمد صلعم نے ایک نیم شائستہ ریاست کو سردار
 کی طرح قیدی عورتوں کو حرم بنانا جائز رکھا۔ لیکن وہ عورت جس کی اسطرح پر اولاد ہو جائے
 اس کی نسبت یہہ حکم دیا کہ وہ اولاد سے بدنام کی جائے اور نہ وہ چھڑی جائے بلکہ لاکھ لاکھ مر جانے
 کی حالت میں آزاد بھیجی جائے۔ یہہ حیوانہ قوانین جیسے کہ اُمید کی جاسکتی ہے قوانین شریعت
 موسوی کے موافق ہے۔ لیکن بہت سی باتوں کے لحاظ سے اُن سے بہتر ہیں۔ بلکہ ایسی ہیں
 کہ کسی یورپین یا مسیحی پر وہ فروش سلطنت نے اپنے مجبورہ تو امن میں اُس وقت تک مدد
 نہیں کئے تھے جب کہ عیسائیت کی مروج نے انسانیت و شائستگی کی مروج لکھتے تو معقول
 ہوتا غلامی کو بالکل نیست و نابود کر دیا۔ مثلاً ایک یہودی قوم کا آدمی جب غلام ہو جاتا تھا
 اس کی نسبت شریعت موسوی کا یہہ حکم تھا کہ جب وہ اپنی ندامت کا زمانہ پورا کر لے۔ تو آزاد
 سمجھا جائے۔ لیکن وہ عورت جس سے اس کے لاکھ لاکھ شادی کر دی ہو۔ یہہ عدال ہوں کہ
 اس سے جدا کر لی جائے۔ اور غلامی میں ہیں۔ جو مسلمان مالک اپنے غلام

پہلے دھم دھم ہوا، پھر اجنبی کے ہلکے اور آزاد کردی۔ مگر جغلات اسکے اگر کوئی یہودی اپنے غلام کو بہانہ تک نہ دے کہ جو جان سے مار ڈالو تو اسکے لئے ایک سزا کا حکم تھا لیکن اگر وہ اپنی سزا کی حالت میں ایک یا دو دن تک زندہ رہے تو بالکل چھوڑ دیا جاتو۔ جیسا کہ انجیل کے انگریزی ترجمہ میں خوفناک سخت الفاظ میں اس ملک کی یوں یاد کیا گیا کہ غلام اپنے مالک کو روپیہ ہے یعنی جس طرح چاہو اسے استعمال کرے۔ امریکہ کی ان سلطنتوں میں جس میں غلامی مایہ نر تھی غلام کو کوئی قانونی حق حاصل نہ تھا ساگر کوئی مالک اپنی لونڈی کو بیچ کر ایک بڑا وکریا تھا تو یہ بیرون اسکی انسانیت سمجھی جاتی تھی۔ نہ کہ سلام کی طرح کہ اسکی دینی مالک کی ہنایت عربی کی حالت میں بھی عدالت کو جائز تھا کہ اسکو غلام پر مہربانی کرنے کے لئے مجبور کر سکے۔ تمام انسانوں کی غلامی نظریں برابر ہونا ایک ایسا اصول تھا جو چھوڑنے پر ایک مقام پر زور دیا ہے اور اس طرح پر جو کچھ یہ اصول غلامی کی نسبت ذات و نفع کے خیال کو بالکل مٹا دیتا تھا۔ اس لئے غلامی کی ذلت کو بھی رفع کر دیا جو کہ کے نزدیک محنت کرنا ذلت کا موجب نہ تھا اور ملک عرب کی رسم غلامی اگرچہ اصولاً ہمیشہ بڑا کھنڈہ کے لائق ہے لیکن یہی وہی وجہ سے غلامی ایک زیادہ تر مشہور اور زیادہ مستقل قلعہ ہو گیا۔ جو کہ ہر مین دوسرے لوگوں کی خدمت لینے کے اس طریقہ سے جو آٹھ ملکوں میں جاری تھا کچھ زیادہ بڑا نہیں کہا جاسکتا۔

یہ بھی صاحب لکھتے ہیں کہ شاید یہ بات تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے کہ عیسائیت اور غلامی ایک دوسرے کے لئے بھی کس طرح اچھی چیزیں ہیں لیکن ہر توجہ لائق سے بحث ہے اور یہ امر محقق ہے کہ غلامی بے شک عیسائیت کے ساتھ ساتھ رہی ہے بلکہ اسکی عیسائیت کے رواج پانچویں صدی تک ہی کیا ہے۔ اور یہ کہ انجیل میں بیشک کوئی عیسائی مخالفت غلامی کی نہیں ہے۔ بلکہ یہ غلام اسکے اُس میں غلامی کو بطور ایک موجودہ رسم کے تسلیم کیا گیا۔ اور پرلوس نے مالک کو بیچ ساتھ نوکر کو بیچ کر دیکھو اس غلام کو سخت نام سے مخاطب کیا ہے) ایسی ہی مراعات سے بیان کیا ہے جیسے کہ مالک کو بیچ کر فریض کو امن کے ساتھ۔ پس سلام کی نفسیت اور شاہب پر تو ہم حملہ میں ہی ایسی ہی ثابت ہے۔ عیسائی کہ اندو معاملات میں اب تقابلاً اس عالی قدر ضعف کے شائق صاحب

شور و غوغا نہیں معلوم کس وقعت کے لایق ہے۔

مسئلہ طلاق

ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اپنی اٹھتہات کے صفحہ ۴۷۶ میں لکھتے ہیں کہ طلاق و کثرت ازدواجی لازم لزوم ہیں۔ اس کا جواب ہم پہلے بیان کر چکے کہ منطقی صاحب کی یہ منطق بالکل غلط ہے کثرت ازدواجی اور طلاق میں کوئی تلازم نہیں ہے، ورنہ خود بھی مانتے ہیں کہ عہد عتیق سے پیشتر کثرت ازدواجی کا رواج تو نہ تھا۔ پر طلاق کی اجازت صرف یہودیوں کو انجلی سخت دلی کی وجہ دی گئی ہے۔ پہلے طلاق نہ تھی۔ پس انکا تلازم ایسا اڑ گیا جیسے گدے کے سر سے سینگ۔

۴۱ خدامند مسیح کے قول پر ان کو فخر ہے کہ انہوں نے کثرت ازدواجی کو حرام ٹھہرا کر طلاق کو اڑایا۔ مگر یہ بھی بالکل غلط ہے۔ نہ تو حضرت مسیح نے کثرت ازدواجی کو اڑنایا۔ اور نہ ہی طلاق کو کلیتہً منع کیا۔ جب زنانہ کی وجہ سے عورت کو طلاق دی جا سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ سخت درجہ کی نا اتفاقی اور کمال نشو و اعراض کی حالت میں جس میں زن و شوہر ملائکہ سر سے کی ہلاکت کے خواہاں ہوں۔ طلاق نہ دی جا سکے ملائکہ دوسری حالت میں زیادہ ضروری معلوم ہوتی ہے۔ پس جس مذہب میں کمال نا اتفاقی کی حالت میں مرض لاعلاج کا آخری علاج یعنی قطع تعلق (طلاق) نہیں ہے وہ مذہب بھی ناقض اہل سکویہ و پیروں کا گھمنڈ بھی فضول ہے۔

میں حیران ہوں کہ جب عہد عتیق میں کثرت ازدواجی حلال و مشروع تھی۔ طلاق بھی حلال و مصلح تھی تو پھر اسلام پر کچھ اعتراض کیوں ہے۔ کیا عہد عتیق کا خدا کوئی آؤ نہا اور قرآن شریف کا کوئی آؤ نہا راجع میں بخودی اصلاحات تو ممکن ہیں گزشتہ جیتیں ایک سخت نہیں اُجایا کرتے اس لئے ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان رسوم میں مناسب اور قابل تعریف اصلاح بخودی۔ مگر ایک سخت اصلاح نہ کیا۔ نہ مصلحت کے خلاف نہا۔

اسلام نہ دی گیا ہے مگر عقل کا عقل ہے۔ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ عام
عالموں میں تو بیوی ایک ہی ہو۔ مگر چونکہ اشد ضرورتوں اور قدرتی مجبوریوں کی وجہ سے بعض دفعہ
انسان دوسری یا تیسری بیوی کے لئے بھی مضطر ہو جاتا ہے اس لئے ایک مذاہب
کثرت ازدواج کی بھی اجازت دی جائے۔ سو اسلام نے ایسا ہی کیا ہے اور یہ وہ بات ہے۔ کہ
دوسری تو میں بھی پھر اگر اسی بات کی طرف جھکتی ہیں۔

پھر چونکہ زنا شریعت کا تعلق محض باہمی محبت، خلوص اور پیار پر موقوف ہے اور یہی اس کا تمام
قانون میں دیکھا جاتا ہے۔ کئی دفعہ مرد و عورت میں نا اتفاقی بھی ممکن ہے۔ اور ایسی نا اتفاقی
بھی جس کا علاج ممکن ہی نہیں اس لئے ضرور ہے کہ شریعت الہی بطور علاج ایک مرض کا علاج
کے قطع تعلق کی ہی اجازت دے تاکہ اس قسم کی مشکلات اور تکلیفات وقت بعوض کم ہو کر مرد و عورت
عورت منیت کی حالت میں بسر کریں اور ایک دوسرے کی ہلاکت کے خواہاں نہ ہوں اور باہمی مخالفت
ہو کر مرد و عورت دونوں پر کڑی پر مجبور ہوں۔ لہذا تعلق قطع کر دیا جائے تاکہ مرد اپنا بندہ نہ بنے
کرے اور عورت اپنا۔

عیسائی قوم میں زنا کی حالت میں تو طلاق ہے خبر میں دریا ہی مکیمانہ عقل نہیں برتی
گئی۔ مگر کمال نشو و نما اس کی حالت میں طلاق بالکل نہیں جس کا نتیجہ تمام عیسائیوں کو معلوم
ہے کہ بیویوں مرد و زن بوجہ بے اتفاقی کے سخت فسق اور عیبت کی حالت میں ہیں۔ مرد
کہیں عورت کہیں یا نکاح کر رہیں سکتے یا بھی نہ ہو نہیں سکتا۔ سو اس کے یہ کاری کی طرف
جھکیں اور کوئی سبیل مل نہیں سکتی۔

قرآن شریف نے مسئلہ طلاق کے بار میں رہنمائی طریق اختیار کیا ہے۔ جس سے
بڑھ کر کسی انسان کے خیال میں نہیں۔ قرآن شریف کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ کیا۔ باقی
کا بڑا رحمان اسی طرف ہے۔ کہ طلاق نہ دی جائے اور اس فعل سے سخت تہذیب کیا
جائے۔ چنانچہ ہمارے رسول کریم نے بھی بہت سی احادیث میں طلاق کو ناپسند فرمایا
تھے عیسائیوں نے بھی مجبور ہو کر آخر اسلامی طلاق کو ہی نہ بغیر کیں اور یہی جیکے بہت تہذیب
ہوئے مسلمانوں کا قول نقل کیا گیا۔

اور بلا ضرورت طلاق کو تو بغض المباحات اور غدا کا قصہ ملاسنے والی چیز ارشاد کیا ہو غرض کہ
شریعت اسلامی میں طلاق نہایت ناپسندیدہ بات ہے۔ لیکن اگر مرد کو مطلقاً اس کا اختیار نہ دیا
جاتا تو بعض صورتوں میں بڑے بڑے فسادات کا احتمال تھا۔ جیسا کہ دوسری تفسیر میں دیکھا
جاتا ہے کہ ان کے مذہب میں طلاق نہیں مگر مجبوری اُن کو اسلامی فائدے کی طرف رجوع
کرنا پڑتا ہے۔ اسلام نے طلاق جائز رکھی ہے مگر بڑے مضائقے اور احتیاط کے ساتھ کہ حتی
الامکان طلاق کی نوبت نہ آئے۔ اور آئے تو وزن و شہرہ میں کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو۔ اولاً حیف
دونوں میں طلاق کا دینا سب سے سب میں مصلحت یہ ہے کہ ان دونوں میں میاں بی بی چار
ناچار ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں عجب نہیں کہ یہ علیحدگی طلاق کی محک ہو۔ تو جس کو
طلاق دینی ہو۔ ضرور ہے کہ عورت نہاد ہو چکی ہو۔ جس سے ظاہر ہو جائیگا کہ وہ اعیہ طلاق
قوی ہے۔ پھر طلاق کی عدت سے اس میں ایک تناسب کی احتیاط ہے کہ عدت کی مدت
تیس سواترین بار عورت کو دن آجائیں گے۔ تو اچھی طرح اطمینان ہو جائیگا کہ حمل سے نہیں
عورت حمل سے ہوتو اس کی عدت وضع حل تک ہو۔ مگر عدت میں مرد و عورت کو اچھا موقع مل
سکتا ہو کہ پھر ملاپ کریں اور وہ اپنی طلاق کو واپس لے جس کے اصطلاح شریعہ میں رجوع اور رجعت
کہتے ہیں۔ پھر طلاق میں اس کا بھی لحاظ ہے کہ بے فائدہ اور بلا ضرورت عورت کا وقت عدت
میں ضائع نہ ہو۔ اس کو جلدی عدت پوری کرنے کا موقع دیا جائے۔ دو طلاقوں میں رجوع ہو سکتا
ہے۔ لیکن تیسری طلاق کے بعد مرد و عورت میں اتنی مفارقت ہو جاتی ہے کہ اس شخص
نے جسے دائمی جدائی کی ضمان لی ہو تیسری طلاق کوئی نوبت مند نہ ہو سکتا۔

جب نوافاتی کی صورت پیدا ہو تو قرآن نے حکم دیا ہے کہ پہلے نوافاتی کے رفع
کرنے کی جتنی الامکان ہوگی جائے۔ عدت کو تنبیہ و تہدید کر کے اس کی کشتی کی جائے۔ عورت
کو ہر کشتی اور بد صورتی پر بھی فنا پاک عسی ان نکروہوا شیئاً وجعل اللہ فیہ
خبر کثیراً شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور غدا لے اُس میں بہت بہتری رکھی ہو یعنی حساب
و لا ہو جائے یا اُس میں کچھ اور خوبی کی بات پائی جائے۔ پس جتنے الامکان قطع تعلقی نہیں ہو سکتا
تو یہ سب کچھ کہ شاید ان میں پرصاف ہی ہو جائے اور طلاق کی نوبت نہ آئے۔

اگر جب کوئی جلیلہ کوئی چارہ کوئی تہذیب کا رکن نہ ہو سکے تو آخری مصلح حلاق اور قطع تعلق بنا گیا
اور یہ عین محنت کے موافق ہے کیونکہ انفاق اور محبت کی حالت میں تو کوئی طلاق
دیتا ہی نہیں اور جب پرلے درجہ کی نا اتفاقی اور عداوت اور مخالفت پیدا ہو جائے تو پھر قطع
اتعلق اس سے بہت بہتر ہے کہ دونوں ایک جگہ رہ کر فریق کی حالت میں بسر کریں اور ایک دوسری
کلی بلاکت کے خواہاں ہوں۔

اب ہم قرآن شریف کی وہ آیات پیش کرتے ہیں جس سے طلاق کی بابت کچھ
ادھر لکھا گیا ہے۔ سب کی تصدیق ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے والقی
تخافون لنشوزهن فنعظوهن واجهرهن فی المضاجح واضربوهن
فان اطعنكم فلا تبغوا علیہن سبیل ان اللہ کان علیا کبیرا
وان خفتم شقاق بینہما فابغوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا
ان یرید اصلحا لوقف اللہ بینہما ان اللہ کان علیا خبیرا اور
جن عورتوں کی سرکشی اور نافرمانی سے تم ڈرتے ہو ان کو پہلے سمجھاؤ پھر اگر لگا ہوں یہ
ان سے مدار ہو۔ پھر ان کو مار کر تہذیب کو سوا کرتا ہوں فرمایا نہ مارو اور بائیں تو تم ہی کوئی الزام
کی راہ اور طلاق کا حیلہ نہ ڈھونڈو اور عورت سے بے پروا ہی نہ چلاؤ۔ کیونکہ بزرگ اور بڑے
تو اس پر ہی ہے دلگیر عورتوں سے سلوک اور صفائی کرو۔ پھر اگر اسے لوگوں تکو میاں بیوی کی
سخت مخالفت و عداوت کا اندیشہ ہے۔ تو ایک منہعت میاں کی طرف سے مقرر کرو
ایک بیوی کی طرف اگر منہعت کو شش کر نیگے تو خدا اصلاح کی توفیق دے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ
علیم خبیر ہے۔

پھر فرمایا۔ لذلین یولون سن نساء ہم تر لصب اربعۃ اشہار
فاؤ فان اللہ عفو کریم۔ وان علوا الطلاق فان اللہ سمیع علینہ
والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قروء والطلاق مزان مضاء
مبجوف لا یتسری بالحصن فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح
زوجا غیرہ۔ واذا اطلقتہ النساء فبلغن اجلن فلا تعصبن علیہن ان

ایمن ازواجین و اتقوا اللہ ربکم لا تخرجون ولا یخرجن الا ان یتاتین
 بفاحشۃ مبینۃ فاذا ابلغن اجلن فامسکوهن بمعروف او تلقوهن
 بمعروف ولا یجمل لکم ان تاخذن واما اتیقوهن ومن یتق اللہ یجعل
 لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب ذالک امر اللہ انزلہ الیکم
 ومن یتق اللہ یکفر عنه سیمائہ و یعظم لہ اجرًا - ترجمہ جو لوگ اپنی بیوی
 جدا ہونے کے لئے قسم کھالیں وہ طلاق دینے میں جلدی نہ کریں بلکہ چار مہینے کا انتظار
 کریں مگر وہ اپنے اس ارادہ سے باز آجائیں تو خدا کو غفور رحیم پائیں گے وہ ماسفے کی
 زیادتیوں کو معاف کر دیگا۔ مرد کی طرف سے ہوں یا عورت کی طرف سے بشرطیکہ عینہ و حاشہ
 کی اصلاح کریں اور حسن سلوک سے برتاؤ کریں اور اگر طلاق دینے پر پکا ارادہ کریں تو سن رکھیں کہ فلا
 سمیع و علیم ہے۔ مگر ناحق طلاق دی گئی ہو تو عورت کی زیادہ کو ستمگر مرد سی باز پرس کرے گا۔
 اور جانتے کہ جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ رجوع کی امید کے لئے تین حیض تک انتظار
 کریں اور ان تین حیضوں میں جوڑ بیاہیں ہینے ہیں مدفعہ طلاق ہو گی۔ یعنی ہر ایک حیض
 کے بعد حالت طہ میں فائدہ عورت کو طلاق دے۔ حالت حیض میں نہ دی کہ وہ نفرت کا
 وقت ہے۔ بلکہ انتظار کرنا چاہئے شاید موافقت ہو جاوے۔ اور جب تیسرا مہینہ آجائے تو خداوند کو
 آگاہ ہو جانا چاہئے کہ ابیا تو طلاق سے رک جاو اور عورت کو حسن معاشرت کے ساتھ اپنی
 گہری یاد کرے یا احسان اور حسن سلوک کے ساتھ ہریشہ کے لئے عورت کو رخصت کرے۔ اور اگر
 تیسری طلاق پھر سے حیض کے بعد آتی ہے وہ بد سے توبہ یہ عورت اکی نہیں رہی و ایسی
 جدا تھی ہو گی۔ تاوقتیکہ وہ مسرانا و نہ نہ کرے اور وہ مرضی سے نہ چھوڑ دے۔ اور ایسی
 شخص کی نرانیسی ہے جو باوجود مذکورہ بالا انتظار کے اور وقفہ طہ کے نہ بچے اور جب تم
 لے مہالہ شہر میں ملے۔ طلاق ٹوٹے کہ تو یہ جیلا کرنا یا کرنا ایک بات کہ کئی نقطہ وغیر میں نکاح پڑھ کر طلاق طاری
 جاتی ہے۔ مطلقاً حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔
 جسے یہ ایک باری غیرت اور غیبیہ ہے طلاق سے بچنے کے لئے کوئی بڑا ہی بے غیرت ہو گا۔ جو اس
 سزا کو روا رکھے سو وہ شخص کے جواب تک آگیا ہے۔ کہ اس نے عورت سے دائمی بدائی

عورتوں کو طلاق دو اور انکی مدت مزید گزر جائے (یعنی حیض کے بعد تین طلاقیں پڑ جائیں)
 عدت ہی گزر جائے تو وہ عورتیں تمہاری نہیں رہیں۔ انکو فائدہ کرنے سے مت روکو اور خدا
 سے جو تمہارا رب ہے ڈرو۔ اعدان کو عدت کے دنوں میں گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔
 مصالحت و اتفاق کے لئے ایک موقع ہے مگر یہ کہ ان سے کوئی علانیہ بدکاری نہ
 ہو اور جب ایسی مدت عدت گزر جائے تو ان کو خوش سلوکی کے ساتھ بکھو یا احسان کے
 ساتھ چھوڑ دو اور تمکو میر جائز نہیں کہ جو مال مطلق سے پہلے عورت کو دیا تھا وہ لے لو اور جو
 کوئی ان معاملات میں خدا سے ڈرے گا (کیونکہ زن و مرد کے معاملات پر ایویشلی ہیں اور)
 پر ایویش معاملات میں خدا کا خوف ہی بدر معالگیوں سے روک سکتا ہے) تو خدا (اسکو)
 مشکلات سے رهایی دے گا اور اسکو دامن سے روزی دے گا۔ جہاں سے اسکو نہ مل سکے
 نہیں ہوگا۔ یہ خدا کا حکم ہے جو اسے تم پر نازل فرمایا۔ اور جو اعدت ڈرے گا اور طلاق نہ
 دیگا۔ (خدا اس کے گناہ معاف کر دے گا اور اسکو بہت ثواب عطا فرمائے گا۔)

طلاق کے متعلق یہ حکم الہی ہیں جو اوپر بیان کر دیئے گئے اور جس سے زیادہ گہرا
 اور اسن اور حکیمانہ ہو نہیں سکتا۔ اس پر تعجب ہو کہ شایق صاحب یا کوئی دوسرا غیر مذہبی
 کہے۔ حق بات یہ ہے کہ اسلام کی یہ اصلی و فاضل تعلیم حبیب و مایوں کے دلوں میں
 کھٹکتی ہے اور جسد اور باوت پر برائی کی کڑی سزا ہے۔ اور یہی نرمی اور نرمی تعلیم
 سامنے ہے۔ تاہم تو وہ سنا اسکے کہ یہ سنی جو سوں کو بچھڑا رہا ہے اور کھرت کو کھٹا رہا ہے
 اور کچھ کہ نہیں کہ اپنے مذہب میں کوئی نبی نہیں جو بیان کریں۔ سا لگنا رہا ان کا
 انہی باتوں پر ہے کہ وہ سب کے محاسن کو نسخ و فسخ کر کے قبائح کی شکل میں دکھائیں اور اپنی
 اوپر اعتراض ہونے سے نجات پائیں۔ فتفکر و ایاد اولی الاباب۔

۱۔ اگر احمد شاہ صاحب جو حضرت امین کی بے قاعد کثرت ازواج کا ذکر کیا ہو (اس بات صفحہ ۳۷) یہاں
 کوئی وحی الہی نہیں ہو سکتی جو ان کے لئے قرآن میں نہ ملے اور نہ ہی یہ کہ ان کے لئے یہ حدیثیں ہیں
 ایک ہی فرقہ کہتے ہیں کہ اس طرح ان میں سے کئی ایک میں تو حلال حرام ہوتا ہے بلکہ عکس
 اکبر نے اسے اور مولیٰ نے اسے کہہ دیا ہے کہ جو کچھ کہتے ہیں وہ سب ہی جھوٹ ہے جو کہتے ہیں
 قصہ شرافت اور شکر کریم علیہ السلام اس وقت تک کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کہتے ہیں
 غلطی سے اصل سدا پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

منعہ

مصنف اہانت اپنی کتاب ص ۲۶ میں لکھتے ہیں کہ عورات کی نسبت صرف اتنی سہارواؤں
اسلام کہا بیعت میں ہوتی تو صبر ہی کیا جاتا۔ حضرت کی شریعت میں منع بھی حلال ہے۔ جو صریح
نہی ہے۔

اس کے علاوہ ہیں اسی نہ رسالہ کی یہ ہے کہ منعہ اسلام میں ہرگز ہرگز نہیں ہے اگر منعہ
اسلام آئیں ہوتا تو جس دن نکاح اور طلاق کے مسائل و احکام کتب فقہ میں موجود ہیں حضور
رسمہ کے احکام بھی ہرگز لیکن آپ کسی فقہ کی کتاب میں منعہ کے احکام و مسائل لکھا نہیں کہ جو جس
اظہار میں آئے کہ منعہ اسلام میں حرام ہے

جس نہ روایات مختلفہ آپ نے منعہ کی بابت نقل کی ہیں وہ بخاری اور مسلم کی اس
تفق علیہ حدیث کے مقابل کچھ نہیں دینے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منعہ نقل ہے کہ
آنحضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی گوسفند اور بکرا منعہ سے منع کر دیا۔ پس جبکہ رسول خدا
نے خود منعہ کو منع کر دیا تو حضرت ابو بکر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت منعہ کی حرمت وغیرہ منسوب
کرنا صحیح نہ ہوگا اور آپ کا بھی صحیح نہیں ہے کہ منعہ کو منعہ کہی جاسکتی ہے۔ بالکل مخالف ہے۔
منعہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز بیان نہیں کیا اگر آپ نے منعہ سے منع فرمایا تو منعہ سے منع فرمایا
میں جاری تھا۔ مختلف روایات، مختلف بیانات سے بقدر مشترک اسی قدر معلوم ہوتا ہے
کہ بعض جگہوں یا سطور میں جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے منعہ سے منع فرمایا تو حرام سے
بچنے کے لئے ہم سب کے دستور کے موافق کسی عورت کو منعہ سے منع کر لیا۔ سفر سے واپس آؤ
تو اسے چھو آؤ۔ چھو کر عورت کی دست برداری اور فراق نہ ہوگا۔ منعہ کی بابت کوئی حکم نہیں آیا
تھا اور نہ ہی آخر تک ہی گو منعہ ہی تھی۔ اس لئے آنحضرت نے منعہ سے منع فرمایا کہ منعہ سے منع کر کے
اجازت دیدی۔ جب قرآن شریف میں نکاح اور طلاق کے احکام نکل رہے تھے، منعہ کی بابت کوئی حکم
نازل نہ ہوا تو آپ نے ہمیں ہی سے خبر کے دن ہر روز کے لئے نکاح سے منع فرمایا کہ یہ ساری نکاح منعہ
کی مصلحت ہو جاتی ہے۔ اگر کہ آنحضرت نے شروع سے اس حکم کو کیوں نہ کیا، اور بعض مواقع پہنچا

اجازت کیوں دی اسکا جواب یہ ہے کہ مسئلہ اسد یفا رکھی ملک کی رسوم و عادات کو آہستہ آہستہ رفع کرنا ہر یہ کہیں نہیں ہو سکتا کہ ایک دفعہ ہی سب رسوم و عادات قبیحہ کی مخالفت کی کہ انہیں سب معوض خطر میں ڈال لے۔ چنانچہ شراب وغیرہ اسی طرح حرام ہوا ہے۔ پہلے بیکہ دیکھو کہ لاقرب للعلیٰ وامنتم سکا اسے شراب کو گم کیا اور جب اسکا انکار کم ہوا تو یک لخت مکہ پر بارگاہ سلوک کا عن انحراف للبشر قتل فیہما اثمہ کبیر و منافع الناس۔

مستحکم! بت بے شمار مختلف روایات ہوئے کا موجب امرت نوحہ لوگ برہنہ بنو سنا اہل سنت جماعت کی خدمت میں اور حضرت عمر خطاب رفع کو الزام دینے کے لئے بہت سی موضوع روایا گھر گریات کا تنگ نہ لایا۔ اہل بات صرف اسی قدر ہے جس قدر راویہ کو روٹی چنانچہ ہمارے دو بہت مولوی محمد فیروز الدین صاحب نے اپنی ایک کتاب میں جو متعہ کی بات چند اجابت لکھی ہیں۔ انکو ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

نظم

اب متعہ کی جو رسم ہی اسلام میں نہیں	پھر اس پر اعتراض تھا۔ اسبج نہیں
رسم عرب پہ جاری رہا تھا یہ چند روز	ختم الرسل کو متعہ کا کچھ حکم تھا نہیں
جائے ہے جہاد تھے غازی موب کے جب	اک سو مرتب وہ جنگ سو ہوتے بد نہ نہیں
کرتے تھے چند دن کسی عورت کو ان نکاح	تہتے تو خیر طلاق انہیں پارہ تھا نہیں
حضرت ہی اک دو جنگ میں یہ حال دیکھ کر	ساکت تھو اس سے نفرت کیا نہیں
کمال ہوئے جو حکم نکاح و طلاق کے	قرآن میں حکم متعہ کا تھا مطلقاً نہیں
خیر کے رفت بوجہ کھلی جمانعت	اب روز حشر تک اسے کرنا روا نہیں

قرآن شریف میں تو یہ کہیں نہ نہیں دون ایک آیت ہے فاستمتعتم بہ منہن فاولھن اجورھن فریضۃ سنئ انہن سے جن حراتوں سے تمنے فریضہ اٹھایا ہے انکو اچھے بہتر قرار دیا۔ وہاں سے بعض لوگ متعہ کا حکم نکالتے ہیں۔ لیکن قرآن شریف کا سیاق اور سباق دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کو متعہ سے کوئی تعلق نہیں اس حکم کو شریعت متعہ کا اشارہ نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے ان عورات کی تفصیل ہے۔ جن نے نکاح حرام ہوا انہیں

یہ کہ گایا، جو کتاب اللہ علیکم و احل نکم ما و اذ الکم ان تبتغوا با مو الکم محصین
 غیر مسلحین فما استتعتن بہ منہن فالتھن اجورھن فریضۃ۔ ولا جناح
 علیکم فیما تراضیتن بہ من بعد الفریضۃ ان اللہ کان علما حکیمان جو روزہ
 مکساۃ نکاح مکلفہ نہ۔ حرام مقرر کیا ہے اور ان کے سوا تمہاری لئے سب عورتیں حلال ہیں کہ اپنی
 مال یعنی بہر دیگر ان سے بیاہ کرلو۔ اگر شہوت نکالنے کے لئے غرضی اور چند روزہ تعلق ان کے ساتھ نہ
 رکھو۔ مگر بیاہ اور احصان یعنی پیشہ کے لئے ان کو قید نکاح میں رکھنے کے لئے مزاجت کرو۔
 جس سے متعصن حرام ہو گیا، سو ان میں جن عورتوں سے تنہ فائدہ اٹھایا ہے یعنی محبت
 کرنا ہے تو ان کو ان کے بہر مقررہ ادا کرو اور مقررہ ہونے کے پیچھے رضامندی سے اگر کم و بیش کرلو
 تو تیرے کچھ گناہ نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ اسراۃ قدرت سے لگاؤ اور روزہ فطرت و انفس ہے
 اس سے اپنی عزم و محنت سے یہ احکام نازل فرمائو ہیں۔ انتہے۔

اب دیکھئے اس آیت کے سیاق و سباق کے دیکھنے سے اظہر من الشمس ہو کہ متعہ کو اس آیت سے
 کچھ تعلق نہیں بلکہ محصنین غیر مسلحین کے لفظ سے متعہ حرام ٹھہرا ہوا ہے۔ قرآن شریف
 کے الفاظ موجود ہیں انکی تفسیر صحیح جو سیاق و سباق کے مطابق ہے کہ دی گئی ہے۔ اب بھی اگر کسی
 کی تسبیح ہو تو وہ جانتے اور سمجھتا ہے۔ ہم اس زیادہ کہ نہیں کہہ سکتے۔ یہ چونکہ شیعہ گناہ مال
 متعہ کے حجاز کے قابل ہیں اس لئے انکی کتابوں سے ایک مقبرہ مشہور و ایت یہاں صج کے دیتے ہیں
 جس سے متعہ کی اصلیت کا بھی پتہ لگ جائیگا۔

شیعوں کی کتاب فقہۃ الرضا میں یہ حدیث موجود ہے اعلم یا اخی الخو جہ
 راوی کہتا ہے کہ ابو بھائی میں نے امام رضا سے پوچھا کہ یا حضرت میری جان آپ پر ہم
 قرآن ہو فرمائیے کہ متعہ کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں کہ روایت کیا ہو آپ کے دادا امیر المومنین علیؑ
 نے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کیا متعہ کو فتح کے دن۔ اور حرام کر دیا غیب میں
 اور منوع کر دیا اسکو امام نے۔ امام رضاؑ نے کہا پھر فرمایا امیر المومنین علیؑ نے خدا کی قسم
 متعہ حرام ہے۔ البتہ اجازت دی گئی تھی شروع میں پھر امام نے فرمایا کہ حضرت م نے متعہ کو روکنا نہیں
 کہا تھا بلکہ جو زمانہ عرصہ کے لئے کہ جو مسافرت میں رسول خداؐ کے ساتھ موجود تھے۔ اور

شکایت اپنی تکلیف کی کرتے تھے۔ رسول خدا نے اہانت متہ کی نہیں دی تھی۔ گارسیہ لوگوں کے واسطے تاکہ حرام سے بچیں لیکن جن شخص نے متہ کیا اس حالت میں کہ وہ نہ نکاح پر نہ باغیہ نہ نوشہری پر اپنے مکان پر موجود ہے یا کسی شہر میں مقیم ہے۔ پس بیشک اس نے سباج کیا انہو نفس کے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اسکے لئے اور فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے جن شخص نے تجاوز کی اللہ کی حدوں داخل ہوانہ عامیوں میں۔ احوال کے پیشے نہیں تھا جواز متہ کا گو وقت اضطرار اور ضرورت کے جیساکہ جائز ہے وقت ضرورت کے گوشت سورا اور دُر دار اور خون۔

احادیث صحیحہ ثابۃ متعلق حرمت منہ

جنکے مقابل صاحبِ آسمان کی واپسی تباہی و آفات بالکل لغو اور ناقابلِ تسلیم ہیں :-
عن ابن مسعود قال کنا نخرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولینا عنہ
سنا وقلنا الا نختصی فتنہا ناعن ذلک ثم رخص لنا ان نستمتع فکلنا
احدنا ثمکم الرجل بالشراب الی اجل (بخاری و مسلم)۔
وعن سلمۃ بن اکوع رزق قال رخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام او طاس
فی المتعة ثم ناعنہا (بخاری و مسلم)۔

وعن ابن عباس قال انما كانت المبتعة في الاول الاسلام كان الرجل
يقدم البلدة ليس له بها معرفته فيتزوج المرأة بقدر ما يريد انه يغنيهم
فتمحفظ له متاعه وتصلح به شانه حتى نزلت الا على ادواجم او ما ملكت
ايامهم فقال ابن عباس نكل فرج سواها حرام اخرجه الترمذي -
وعن محمد بن حنفية ان عليا كان لابن عباس ان رسول الله صلعم

و عن محمد بن حنفیہ ان علیاً کان یبکی علی ابن ابی طالب
 مله مدیت میں آیا ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح موت کی مرنے والوں
 کی تھانہ پزیرا بی حالت اضطراری طاری تھی کہ وہ خاصی ہونے پر آمادہ تھے۔ چونکہ جو حدیں متوکہ مانع
 نہ تھا آنحضرت مہلنے اجتہاد و دستور برکے موافق اجازت حریدی۔ پھر قرآن شریف میں اس کے جو ذکر
 اشارہ نہ پایا گیا تو ہمیشہ کے لئے ممنوع کر دیا گیا۔

ذمی عن متعة النساء ولم یخبر عن کفر یوم الحمر الا نسیتہ اخذ جنتہ لمنه
الا بادیۃ۔

اسلام میں عورت کی حیثیت

ڈاکٹر احمد شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اسلام میں عورت کی عزت یا حقوق کچھ محفوظ نہیں رکھ گئے۔ لیکن سخیل میں عورت کی عزت و حقوق کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ انوس ہے بڈاکٹر احمد شاہ صاحب کی عقل و دانش پر معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کبھی قرآن شریف کو ایک نظر سے بھی نہیں دیکھا۔ اور یہی وجہ آپ کے اسلام سے مرتد ہونے کی بھی ہوئی۔ ورنہ جس سے آپ سخیل کو دیکھتے ہیں۔ اگر اسی نظر سے قرآن شریف کو بھی ملاحظہ فرماتے۔ تو آپ معلوم ہو جاتا کہ عورت کو ہر قسم کی تعلق اور باطن اور اخلاق اور عزت و حرمت وغیرہ کے ظاہر کرنے کا اور طریقہ کیا ہو گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کا لباس ٹھیکہ اور مرد کو عورت کا لباس بتایا۔ آپ جانتے ہیں لباس کیا چیز ہے؟ انسان کے لیے باعث زیب و زینت عزت و جلال کا موجب الناس باللباس المشہورہ قولہ ہے۔ انسان کی زیب و زینت ساری لباس سے ہے۔ پس اس ہتھارہ سے جس میں اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو ایک دوسرے کا لباس ارشاد فرمایا۔ ایک دوسری عزت و حرمت زیب و زینت اور جلال وغیرہ صیغہ کچھ نہیں آگئے۔ پس نہاری انجیل کو سب فقہاء نے عورت کی عزت کو۔ عورت مرد کا جلال ہے۔ خدا میں نہ عورت مرد کے بغیر ہے نہ مرد عورت کے بغیر۔ قرآن شریف کی ایک ہی جامع و مانع آیت میں آگئے ہیں کہ ساری دنیا لباس کو اپنے لیے زیب و زینت عزت و حرمت اور اظہار جلال کا باعث خیال کرتی ہے اور کوئی شخص بغیر لباس کے نکلا پھرنا نہیں چاہتا۔ اللہ پاک انجیلی فقرہ

لکھ کر شہر جو رو کا حق جیسا کہ چاہئے ادا کرے اور ویسا ہی جو رو و شوہر کا الخ فخرنا اٹھنی بچھا کر یہ کہنا کہ مواجب اور حقوق انہیں کہتے ہیں یہ آپ کو کس کے مقابل میں کوئی شریعت اسلامی ہی سنائیں (۱۴۲ صفحہ) بڑے ہی افسوس اور تم کی بات ہے۔ بلاشبہ تم نے آج تک قرآن شریف بھی ایک نظر سے بھی نہیں دیکھا، رنہ اگر تم قرآن شریف کا دوسرا سپارہ ہی دیکھتے تو تمہیں یہ بات پر کھوخت تر مندہ ہونا پڑتا۔ جو بے استدعا فی مزار ہے۔ وَلَهَنَ مِثْلَ الذِّیْ عَلَیْہِمْ بِالْمَعْرُوفِ اور مردوں پر بھی عورتوں کے لئے ایسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ عورتوں کے مردوں پر۔

اور یہاں تک کہ اگر سب اپنی عورت کی کوئی بات ناپسند بھی آئے تاہم ان سے خوش سلوک کرو۔ ماقال وعاشروہن بالمعروف فان کرہتھوہن فحسن ان تکرہوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً اور نہ ان سے خوش سلوکی سے گدراں کرو بسو اگر تم کو ان کی کوئی بات ناپسند آئے تو شاید تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اُس میں بہت سی بھلائی رکھ دے (یعنی اُسے اولاد عطا فرمائے یا اُس کی کوئی اور خوبی ظاہر ہو۔ مطلب یہ کہ اگر اُس میں ایک عیب دیکھو تو)۔ کچھ نیچے ملاحظہ فرمائیے کہ ہمیں بہت سی آؤ فرمایاں بھی ہوں۔ میں اُن خوبیوں کا خیال کر کے اس کی ناپسند حرکات سے مدد نہ کرو۔

امان سب بڑے کہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شہودہ یوم میں عورت مرد کے اخلاص پر اور کواچی رحمت و قدرت کا نشان قرار دیا اور فرمایا کہ ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ ان فی ذلک لآیات لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُونَ اور خدا کی قدرت کے نشانوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اُس نے تمہیں تین تمہارے لئے تمہاری بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کی طرف سے پیچھے نہ رہو اور اُس نے تمہارے درمیان اخلاص اور پیار و محبت و رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس بات میں ان لوگوں کے لئے جو خدا کی آیات میں منکر کرتے ہیں۔ ایک بڑا نشان قدرت ہے۔

اور پھر فرمایا کہ للرجال نصیب مما لکتسبوا وللنساء نصیب مما لکتسبن

مرد کے لئے اپنی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کے لئے اپنی کمائی کا۔ یعنی مرد اپنی کمائی کا
 مالک اور عورت اپنی کمائی کی مالک پھر میراث میں عورت مرد کے ساتھ ہر جگہ برابر حصہ داتی
 ہے۔ پس یہ تو وہ حقوق و مواجب ہیں جو مازر و سلف قرآنی کے عورات کو حاصل
 ہیں۔ اب عیسائیوں میں جو حقوق عورات کے میں اپنی کیفیت سنئے۔ ”قومی رسوم غیر
 سے ہم قطع نظر کر کے صرف انگلستان کے قانون پر نظر کرتے ہیں جیسے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا
 حارث و خانہ ہے۔ قانون انگلستان کے بموجب نکاح کے بعد بہت سے احکام میں عورت
 کی ذات ہی قائم نہیں رہتی۔ وہ گویا اپنے شوہر میں شہلک جاتی ہے۔ وہ اپنے نام سے کوئی
 معاہدہ نہیں کر سکتی۔ اور اپنی ذاتی جائیداد جو قبل نکاح سے حاصل کی ہو وہ بھی شوہر کے مالک
 میں جاتی ہے اور اسے اختیار ہوتا ہے کہ جیسے چاہے اسے صرف کو دے۔ عورت کو اتنا ہی
 حق نہیں ہونا گوارہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کے لئے مزیادہ خرید کرے۔ یا منگو بھیجے
 گو مرد پر نان و نفقہ عورات کا واجب ہے مگر یہ انگلستان میں بھی تعمیل کر پائے گا کوئی مناس
 ذریعہ نہیں ہے۔ اور نہ عورت کو زنی کپڑے کی نالیش کر سکتے کا مذکرے مگر کچھ ضمنی صورتیں
 نکالنی گئی ہیں اور زیر بہت سے مراجعہ سلوک کی اور اذیت کے ایسے ہیں جن کا کچھ بارہ نہیں
 نہ عورت کی کوئی فریاد و منتنا ہے نہ عدالت کچھ کر سکتی ہے گو عورت اپنے شوہر سے مفارقت
 کر کے سرمد سے الگ رہے مگر کچھ بامدادہ حاصل کرے گی۔ وہ شوہر ہی کی ہوگی۔ مگر عورت
 پیشتر سے بند و بست نہ کرائے تو عورت کا وہ مال اسباب جو اس نے ایام مفارقت میں
 حاصل کیا ہے اس کے شوہر کے قرضخواہ اسے لے سکتے ہیں۔ مرد کو اپنی کل جائیداد کا اختیار
 حاصل ہے۔ چاہے وہ اپنی مین جیات میں غیروں کو دی جائے۔ عورت کو کچھ نہیں مل سکتا
 جب ایسے دست و پاری ہوں اور دنگ مزاج اور دھوم کی ناک ہو تو عورت کی بڑی حق تلفی
 ہوتی ہے۔ اور خاص کر اس وقت جب اتفاقیہ مرد کا عورت کے ساتھ نباہ نہ ہو سکے اور دونوں
 کی طبیعتیں لیں تو ایک دوسرے کی بڑی ہی حق تلفی ہوتی ہے۔ ان دونوں مفارقت تو ممکن ہی
 مگر چونکہ طلاق نہیں ہے اس لئے نہ تو مرد دوسرا نکاح کر سکتا ہے۔ نہ عورت ہی دوسرا نکاح
 کر سکتی ہے۔ اور دونوں کی زندگی سخت ضیق اور تنگی کی حالت میں گذرتی ہے۔ مرد یہ راہ

اوصاف و اوصاف کے کسی طرح میری عورت زنا میں پھنسے اور طلاق کا بہانہ نہ لے۔ اور عورت مرد کی ملکیت کی خواتین ہوتی ہے۔ عورت اپنی حاجت و نفسانی بجز زنا کے پوری یہ کر سکتی اور اسے اپنی حاجت و روانی بجز زنا کے نہیں کر سکتا۔ یہ بدترین تباہی ہیں۔ بخیل کے احکام نکلے و طلاق کے اہل تعلقات زنا شوی کے جس کی اصلاح ہر زمانہ میں نئے نئے قانون کے ذریعہ تدریج کی جاتی ہے۔ مگر تاہم کہ جب اصل میں ہی وہ احکام انصاف میں توازن کی نسلان کیا خاک ہوگی نظر میں حالات میں بیسے زور سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام میں جس قدر عورت کے مواعجب و حقوق اور عزت و حرمت و غیرہ قائم کی گئی ہے۔ انخیل میں ہکا پاتنگ ہی نہیں قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عاشقہ ہن بالمعروف ان کے ساتھ یہ عورتوں سے معاشرت کرو و لھن مثل الذی علیہن بالمعروف ان کے حق بھی دینی ہے یہ جیسے مرد و بچی عورتوں پر علاوہ اس کے جس گناہ سے عورت سزا پاتی ہے اسی گناہ سے مرد بھی سزا پاتا ہے۔ البتہ مرد معاشرت میں مرد کی کسی قدر عورت زیادہ رکھتا ہے و للرجال علیہن درجۃ مگر بخیل میں بھی ایسا ہی عورتوں کو مرد و بچی تابداری کرنے کا حکم ہے۔ مگر مرد و عورت کی تابداری کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ صرف محبت کرنے کا حکم ہے۔ دیکھو (استی ۵ باب ۲۲) اسی طرح مردوں کو تعلیم دینے کا حکم ہے مگر عورتوں کو نہیں (قرنی ۱۴ باب ۴۶-۴۷) امطائوس ۲ باب ۱۱-۱۲ حلالہ اس کے اخیل جو عورتوں کو مردوں کے برابر کرنے پر بہت زور لگایا جاتا ہے۔ بہت کتابیں لکھی جاتی ہیں مگر پھر بھی تدبیری تقاضا و تدبیر ہو سکتا۔ مرد و عورت کو بیاہ کر جہاں چاہے۔ لیجائے۔ عورت مرد کو جہاں چاہے نہیں لے جاسکتی۔ بلکہ مسلمانوں میں تو عورت اپنے مال کی مالک ہوتی ہے اس میں حلیچ چاہے آزاد ہی سے تعزیر کرنے کی ضمانت ہوتی ہے۔ مگر عیسائیوں میں تو عورت اپنا مال ہی نہیں رکھتی جو کچھ وہ باپ کے گھر سے لاتی ہے وہ بھی شوہر کی ملک ہو جاتا ہے اور شوہر کے مال میں بلا اجازت کسی طرح کا تصرف کرنے کی مجاز نہیں ہوتی۔ غرض عورتوں کا مدبر اسلام میں بہ نسبت عیسائیوں کے زیادہ ہے۔ عورت کی کچی اور شقاق پر بھی صبر کرنا کا حکم یا مدد دینا کہ عورتوں کو فائدہ اٹھانا ہے تو اسی پر ہے جن میں اٹھالو اگر بہت سیدھا گناہ ہو گے

تو ایسا نہ کرے۔ یعنی طلاق دوہرے (دسم) پر ہرگز نہ کرے۔ ہر سوئی مومن کو جسے انجمن
اس کے کوئی دین، پسند ہو گا تو دوسرے کو بھی نفع پہنچے بھی ضرور ہو گا۔

۱۱۔ بچپن یا لڑکھپن کوئی اپنی فی بی کو غلام کی طرح نہ مانتا۔ ہر سوئی وقت اشتراحت بھی
آکر رہتا ہے۔ تاخیر نہ کرے۔ اس قول سے کہ نہیں جھوڑا میں نے اپنے بعد کوئی فتنہ بوزیاہ
مقرر نہیں کیا۔ الامردوں پر عورتوں سے۔ اس سے عورت کی مختاریت مقصود نہیں۔
الیکہ مردوں کو ان کی بجا اطاعت اور زیادہ اختلاط سے جو بیہ دینی کی حد تک پہنچا کر
انسان کے لئے موجب فتنہ ہو جائے۔ ڈرایا گیا ہے۔ ارفیقہ ان کے فریقہ کرنے کے اشم
کی نسبت ایسا کہا گیا ہے یعنی کہ انکی فریقگی کا اثر ایک فتنہ ہے۔ جس سے کئی مہینتیں
برپا ہوتی ہیں اور یہ اس شل کے موافق ہے کہ تین چیزیں زر۔ زمین۔ زن فتنہ کی
چیزیں ہیں۔ یہ ایک تشبیہ ہے اور اس سے کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ کہ اس شل میں زن
زمین کی حقارت مقصود ہے۔ مرن ان کے نتیجہ اور اثر سے تعلق ہے۔

غرض کہ امثال و حکمت میں کسی شے کو اس کے اثر وغیرہ کے لحاظ سے فتنہ و فحش کہہ دینا
بہر کوئی اعتراض کا موجب نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح نے خود کشیلوں میں لوگوں کو سوراہتے اور
مندرد اور بدوخیہ کہا ہے۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ فی الواقعہ سوراہتے۔ بخود تھے ورنہ
ان کی طبیعت کی خاصیت یا اثر کے لحاظ سے ایسا کہہ دیا گیا ہے۔ تو کشیلوں میں کسی خاص غرض
کے لحاظ سے کسی شے کی نسبت کوئی لفظ کہہ دینا یہ ظاہر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ فی الواقعہ
میں کہہ مقصود اس چیز کی ہجو یا زہین ہے۔

۱۲۔ ایسا ہی اگر حضرت رسول کریم نے عورت احباب (شیعہ ان کے پیروندوں)
فرمایا ہے تو ان سے بھی انکی حقارت مقصود نہیں۔ ان کی فریقگی کے اثر کو ان الفاظ
سے متعارف کیا ہے کہ جس طرح شیطان انسان کو کج رہی کے پسند سے ڈال دیتا ہے وہی
طرح عورتوں کو حسن ایک قسم کا جادو ہے جس میں انسان پھنس کر نہ دنیا کا رہتا ہے نہ دین کا
یہ انسان کو عورتوں کا فریقہ نہیں ہونا چاہیو۔

۱۳۔ ادا پکا یہ قول کہ مانی اسلام عورت کو کہتے اور گدے کے چم میں جھٹلا رہا ہے جس

تہا ہی شرارت ہو۔ مدبث میں تو مدبث ہی نہ رہتا ہے کہ کتے اور عورت اور گدے ایک جگہ نہ رہیں
 سے نمودار نہ ہوا ہو۔ سو عورت کو آگے گزرے سے گانٹھنے کا باعث اس کی یلیدی نہیں
 بلکہ اس وجہ سے کہ عورت مرکی قلب سے والی ہے اور اسی سے اس کے آگے گزرنے سے خیال
 اس کی طرف سے کار و غایت میں مل رافع ہوگا۔ یہی نظیر ہر شکل ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ انسان
 کتے کا گھستتا، بزم سے تو کہہ میں وجہ سے کہ مرد و بلیہ ہیں۔ بلکہ انسان کو کشتہ ہوگی
 ترافت و خدمت کی وجہ سے حرام ہے اور کتے کا اس کی چوکی کی وجہ سے ۔
 اور میں ان الفاظ سے عورت کو کشتے اور گدے کے برابر ہی سمجھتا ہوں۔ ہر دو کا تعلق ہے
 ورنہ نہ کہتے ہیں ۔

اور عورت اور گدے میں کھسکا ہوا اخفیت نہ فرما رہا ہے اس کے لئے
 یہ ہیں کہ اگر گدے یا شرابہ کر کش یا بیکہ مٹل نہ ہو عورت فافروان اور سخت و صناع
 نقل آتے باہر کی جوامعت کے خلاف ہو۔ اگر کوئی امر موجب نحوست ہو تو یہ ہے۔ یہہ ایک
 عیسائی کہہ رہا ہے اس سے عورت کا باعمر و منحوس ہونا کہاں پایا گیا۔ مدبث کی عبادات اور انکی
 معانی کا سمجھنا ہی آپ ہی پر موقوف ہے۔ غالباً میں بھی نہ سیکو سلام ہیست روشن
 نہ ہے لکہ لکھنویت کے علما کہ وہ میں نے جاوید کیا۔ اور قرآن شریف میں ان کی کین کن عظیم
 یہ ہے۔ یہ سزا ہے کہ مقولہ نقل کیا گیا ہے کہ قول خداوندی ہے اور نہ اخفیت م کا فرمان
 پس اس پر غرض انرا محض حماقت سے ہے اور عورتوں کا زیادہ گنہگار یا دوزخی ہونا یہ ایک
 امر واقعی ہے کہ وہ اکثر فریاد کی، فرمان اور ناشاک گزار رہتی ہیں۔ ایک امر واقع کے بیان کرنے سے
 کسی فرقہ کی نہ میں قطع نہیں ہوتی۔ بلکہ انکو تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ
 انسان بڑا کر کش ہے۔ بڑے بڑے غصہ سے جو تو اس سے اسکی تو میں متعود نہیں ہوتی بلکہ لیکر دانتی
 کا اظہار و کر کشی گنہ سے انذار ۔

اس بات میں عورت کو گتہ کا بانی ضرور کہا گیا ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ وہ منہ آہ نہیں
 کہہ دیا۔ ہر عورت و بیہ کہ ایک گناہ میں پھنسے را مطاؤس ۴ باب ۱۱۷ اور پھر عورت کی سختی و زور میں
 اس میں ہر ایک مبالغہ کیا گیا ہے کہ اس کے پیٹ سے نکلتے والے انسان کو بھی ادا کیا ۔

ہم نہیں جانتے اس پر اعتراض کرنا آپ کی کس نرسٹ کا نتیجہ ہے۔ یہاں خیال میں تو یہ ہے ایسا نصیح بلین
 فقرہ ہے کہ اصل مطلب بیان کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی فقرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ معلوم
 آپ اسکو محلِ اعتراض میں کس طرح نے آئے۔ اس میں اعتراض کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
 لَسَاءَ لَكُمْ حَرْثُ لَكُمْ فَاتُحَرِّثُكُمْ اَنَّا شَتْنَمُ وَقَدْ مَوَا لَانْفُسَكُمْ وَالْقَوْلُ اللّٰہ
 تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں یعنی نسلِ انسان کی تولید کا محل۔ سو تم اس کھیتی میں جب یا
 جس طرح چاہو۔ جاؤ۔ مگر محض شہوت رانی نہ ہو۔ بلکہ۔ قد مَوَا لَانْفُسَكُمْ اولادِ صالح کے لئے
 مباشرت کرو۔ وَالْقَوْلُ اللّٰہ اور اللہ سے ڈرو۔ اس بارہ میں دعاِ اعتدال سے نہ ہر نہ غلات
 وضعِ فطرت کوئی کام کرو۔

اب نہیں معلوم اس میں اعتراض کیا ہے۔ بلکہ اس آیتؑ اپنی مفہوم میں سوائے طریقہ
 مخصوصہ مباشرت کے باقی ہر ایک قسم کی شہوت پرستی۔ بدکاری اور بد افغانی کو مکملًا قانونِ
 قدرت و آئینِ فطرت ثابت کر کے بنی نوع انسان کو ہزاروں قسم کے دکھوں اور بیماریوں سے
 نجات کا رستہ بتلا دیا ہے۔ کیونکہ لفظِ حرث جس کے معنی کھیتی کے لئے جاتے ہیں زمین
 کے اُس مخصوص قطعہ پر بولا جاتا ہے۔ جس کو ہر ایک قسم کے خشن فاشاک سو پاک صاف کر کے
 محض زراعت کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اس کی تخمیری کر کے فلد کی پیدائش کی امید کھاتی
 ہے۔ دوسرے کسی قطعہ زمین پر جس میں یہ مہذب نہ ہوں۔ لفظ کھیتی کا مہذب و ستانی زبان
 میں ہی نہیں بولا جاتا۔ پس اسے ظاہر ہے کہ جب عورتوں کو کھیتی سے نفیل کی گئی ہے تو انہیں
 بجز اُس عضوِ مخصوص کے جو نسلِ انسانی قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے ہر ایک قسم کی ناجائز حرکت سو
 بنی نوع انسان کو روکا گیا ہے۔ کیونکہ وحلی فی الدبر۔ مجامعت فی الحیض
 وغیرہ دوسرے جس قدر اسطرح کے افعال غلاتِ فطرتِ انسانی ہیں۔ وہ حرث کے نتیجہ کے

لے حیض میں جو مباشرت لکھی ہے اس سے ہر نغمہ معنی مقصود میں یعنی عورتوں سے لکھا ہوا
 جس کو یہ ہونا چاہئے تھے ورنہ قرآن شریف کے موافق حیض میں مجامعت قطعاً حرام ہے۔
 یسأونک عن المحیض۔ قلی ہواذی۔ فاعترفوا بالنسار فی المحیض حتی
 یطہروا۔

کہلایا ہے۔ جیسا کہ یہ باب ۱۵۵ میں لکھا ہے کہ انسان کون ہے جو پاک ہو کر اور وہ جو عورت
 سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹھہرے اور عورت کی نجاست اور ناپاکی میں یہاں تک غلو کیا گیا ہو
 کہ وہ شاد کیا گیا ہے کہ کون ہے جو ناپاک ہو پاک نکلا ہو۔ چونکہ بائبل کے رو سے عورت کی سخت توہین
 اور تحقیر ہوتی ہے اس لئے پیش بندی کے طور پر بشایق صاحب نے چند ایک اسلامی عقائد کو
 یہ خاص خاص مواقع اور حالات میں خاص خاص غرض کے لئے کہے گئے ہیں۔ اقرار فرما کر اور نہ سبھا
 کہ چاہے اس را چاہے وہ ہمیشہ میں الزام اس کو دیتا تھا منصور پانڈے صاحب نے یہ اعتراض
 کیا کہ کساں زیادہ سیویاں کر کے عورت کو دل جلانے میں انکی غیرت کو ٹھوٹے میں یہ یہ اعتراض
 آیا ہے نہ یہ ہے بلکہ غرض یہ ہے جس تعداد و زون کو تمام انبیاء کی شرایع میں رد کر کے۔ یاد رہے
 ابراہیم م پر جس کی تین بیویاں تھیں یا حضرت یعقوب پر جس کی پانچ بیویاں تھیں۔ یا اپنے
 خداوند یسوع مسیح کے مدعا بعد ۱۵ اور ۲۰ پر جنکی ۴۴ عورتیں تھیں اور انہر کفایت نہ کر کے ایک عورت
 کے ساتھ نہ کیا گیا۔ باسلیمان م پر جنکی سات سو عورتاں اور تین سو عورتیں نہیں۔ یہ مال آپکا
 یہ اعتراض اسلام پر ذرا ہی موزون نہیں اگر موزون ہے تو بائبل مرد پر اسلام نے
 اس بارہ میں جو کچھ کیا وہ یہ کہ کیا آپکی کتب مقدسہ کی اس رسم کی اصلاح کر کے سخت ضرورت کے
 موقع پر تعدد ازواج کو چار میں محدود کیا اور چار میں محدود کرنے کے بعد عدل کی ایسی سخت
 شرط لگائی جس سے عورتوں کی بیجا غیرت کی بہت کچھ اصلاح ہو گئی۔ پس قرآن شریف پر آپکا
 اعتراض کرا ذرا ہی نہیں جیتا۔ اگر اعتراض کرا ہے تو اس طرح کو کہ بائبل مرد سے عورتوں
 کو ناپاک اور گناہگار کہہ کر انکو ذلیل کیا۔ کثرت ازواجی رائج کر کے انکے دلوں کو جلایا۔ انکی
 غیرت کو کھراچی رنگی کو بال کیا تو ان عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے ان کو شہوت رانی کا ایک آلہ بنا دیا
 اور حضرت امام حسن علی کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے یہ قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں
 بعض مومنوں کا وہی تاہی خیال ہے جیسا بالغہ ہے جس کو اگر مسلمان لوگ تسلیم نہ کریں
 تو ان کے لئے کوئی مجبوری نہیں۔ کیونکہ قرآن و سنت یعنی ماخذ سے اسکا کوئی مضبوط
 نہیں لیکن بائبل مقدس جس میں آدم کی سو عورتاں اور سلیمان کی ہزار عورتاں مذکور
 ہیں آپ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ اور لہذا کہ حضرت لکم پر جو اپنے اعتراض کیا

ہم نہیں جانتے اس پر اقرار من کرنا آپ کی کس شرت کا نتیجہ ہے۔ یہ خیال میں تو یہ ایسا نفع لینے
 قمر ہے کہ اصل مطلب بیان کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی فقرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ معلوم
 آپ اسکو عمل اقرار من میں کس طرح نے آئے۔ اس پر اقرار من کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
 لَسَاءَ كُمْ حَرْثُكُمْ فَاتَّحَرَّثُوا لَكُمْ وَأَنْتُمْ قَدْ مَوَّلَا أَنْفُسَكُمْ وَالْقَوْلُ لِلَّهِ
 تمہاری عہدیتیں تنہا ہی کہیتی ہیں یعنی نسل انسان کی تولید کا محل۔ سو تم اس کہیتی ہیں جب یا
 جس طرح چاہو۔ جاؤ۔ مگر محض شہوت رانی نہ ہو۔ بلکہ قد مولا انفسکم اولاد مصالح کے لئے
 مباشرت کرو۔ واقفوا للہ اور اللہ سے ڈرو۔ اس بارہ میں حد اعتدال سے نہ ٹہرو نہ خلاف
 وضع فطرت کوئی کام کرو۔

اب نہیں معلوم اس میں اقرار من کیا ہے۔ بلکہ اس آیت اپنے مفہوم میں سوائے طریقہ
 مخصوصہ مباشرت کے باقی ہر ایک قسم کی شہوت پرستی۔ بدکاری اور بد اعمالی کو مکمل قانون
 قدرت و آئین فطرت ثابت کر کے بنی نوع انسان کو ہزاروں قسم کے دکھوں اور بیماریوں سے
 نجات کا سہ تیار کر رہا ہے۔ کیونکہ لفظ حرث جس کے معنی کہیتی کے لئے جاتے ہیں زمین
 کے اس مخصوص قطعہ پر بولا جاتا ہے۔ جس کو ہر ایک قسم کے خرافات و شک و سوچ و ہراس کے
 محض نزاعت کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اس کی تعمیر و ترقی کے غلہ کی پیدائش کی امید کی جاتی
 ہے۔ دوسرے کسی قطعہ زمین پر جس میں یہ مہم مہمات نہ ہوں۔ لفظ کہیتی کا ہندوستانی زبان
 میں یہی نہیں بولا جاتا۔ پس اسے ظاہر ہے کہ جب عورتوں کو کہیتی سے تشبیل دی گئی ہے تو انہیں
 بجز اس مخصوص قسم کے وضع نسل انسانی قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے ہر ایک قسم کی ناجائز حرکت و
 بنی نوع انسان کو روکا گیا ہے۔ کیونکہ وحلی فی الدبر۔ جماعت فی الحيض
 وغیرہ دوسرے جس قدر اس طرح کے افعال خلاف فطرت انسانی ہیں وہ حرث کے نتیجہ کے

لے حیض میں جو مباشرت لکھی ہے اس سے ہر نوعی معنی مقصود میں یعنی عورتوں سے لےنا
 جس کو یہود و نصارا سمجھتے تھے ورنہ قرآن شریف کے موافق حیض میں جماعت قطعی حرام ہے۔
 یسأونك عن الحيض قل هو اذى - فاعترفوا للنساء في الحيض حتى

یطهرن -

مفہوم میں بزرگ نہیں آ سکتے۔ بلکہ اس لفظ حرث کا امتیاز کرنے سے اللہ تعالیٰ نے زہدی بازی
 وغیرہ کی بھی عفت مانعت کر دی۔ کیونکہ انکے دم ہی منبع نسل انسانی نہیں رہتے بلکہ زمین
 کے حکم میں آجاتے ہیں۔ اور اس مگر لفظ ارض وغیرہ کا جو حرث کے استعمال نہیں کیا۔ تا
 کسی کو خلاف وضع و طرح کا گمان بھی نہ آئے اور اگرچہ ایک لحاظ سے حرث بھی زمین ہی ہے
 اور جہتہ۔ افسوس کہ قطعات زمین پہاڑی۔ ٹیلے۔ سلاخیں۔ سخت اور شہد ہوتے ہیں۔ وہ
 سبھی جنہیں کے لحاظ سے زمین گرا حرث اس قطعہ کو کہا جائیگا جو زراعت کو قابل ہو
 پس دیکھو کہ ایک حرث کے لفظ کے امتیاز کرنے میں اللہ تعالیٰ نے کتنی قدر فلاسفی رکھی
 ہے کہ جس سے سب امور خلاف وضع و طرحی اور زہدی بازی وغیرہ سے بھی ضمانت مانعت ہو گئی
 مگر یہ چشمہ اندیش کہ برکنہ باوہ حبیب ناید نہ نش مد نظر۔

اسی طرح آیت نہ نما کہ حرث لکھ کو لکھ عورتوں کو الہ شہوت رانی کا قرار دیا ہے
 اور خلاف وضع فطری امور کی طرف آہ کا خیال کیا۔ اگر آپ میں عربی و فارسی کا مادہ یا علمی لیاقت
 ہوتی تو ہرگز ہرگز انفرام نہ کرتے۔ بلکہ اس علمی لفظ پر قیود مان بوجہ قرآنی فصاحت و بلاغت
 اور الہی فلاسفی کی مادہ دیتے۔ مگر آپ نے قواعد اعتراضات کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ خواہ حق ہوں
 خواہ ناحق۔ آپ کو انصاف سے کیا کام۔

ہم کو تو کلام ربانی کی اس آیت کے پڑھنے سے ایک عجیب حقیقت اور فلاسفی
 معلوم ہوتی ہے۔ نہیں معلوم آپ کیوں اسے محل اعتراضات میں لے گئے۔ جب حالات میں
 حرث کا لفظ صرف اس قطعہ زمین پر بولا جاتا ہے جو خاص پیداوار کے لئے مخصوص کیا
 جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے استعارہ کے طور پر یہ لفظ استعمال کر کے عورت کے حقیقی اور
 بوجہ تعلق کو ظاہر کر دیا ہے۔ تو اس سے خلاف فطرت اور خلاف مفہوم حرث کے کچھ اور
 معنی لینے عورت شریعت کا کام ہے۔ واکرم صاحب اگر آپ کو چشمہ بنایا عطا ہوتی تو اسی ایک لفظ
 سے قیامت شریف کی غفلت اور شانہ بچو قطعہ آتی کہ جس میں اس امر کے لئے ایسا جامع لفظ
 بولا کہ اس کے مشابہ سے ہر ایک قسم کی بدکاری۔ خلاف فطرت۔ لواحت۔ رشت زنی اور
 زہدی بازی وغیرہ کی راہ ہر مذکورہ حد جس کے لفظ لفظ نے انسان کو تھوکر وں سے بچا یا نہ گھر

ہے نعیم انکے جنکو چشم بینا عطا ہو۔ لیکن اگر کو رو شنی ہے کیا کام؟

آنحضرت صلیعہ کی معصومیت

مصنف اُمّات نے اپنی کتاب کے آغاز میں ایک حدیث کے یہ کلمات لکھ دیے ہیں: **مَعصُومٌ** **اُنْجِی** **اُمّت** **کُ** **سُکَمَہ** **ہِی** **زَالِہِم** **اِنِی** **ظَلَمْتُ** **نَفْسِی** **ظَلَمًا** **کَثِیْرًا** **وَ** **لَا** **یَغْفِرُ** **لِلذُّوْبِ** **اِلَّا** **اَنْتَ** **عِزِّی** **اِنِی** **جَان** **پَر** **ہِیْت** **ظَلَمْتُ** **کَیَا** **اِدْتِیْرَہ** **سَوَاکُمُی** **گَنَہ** **نہِیْن** **مُخَشِن** **سُکَمَہ** **ہِی** **اِسِہ** **تِیجَر** **نَکَا** **لَاہ** **کَہ** **گَوَیَا** **اُنْخَضَرْتُ** **مُ** **سَخْت** **گَنَہ** **ہِیْکَا** **رِہِہ** **لِکِن** **اِس** **مُ** **کِی** **تَعْلِیْمَات** **اُور** **تَعْلِیْمَانِہ** **کَلِمَات** **سَہ** **جُ** **مُحَضَّن** **مُ** **کِی** **تَلْقِیْن** **کَہ** **لَہ** **ہوتے** **ہیں** **سُکَمَہ** **اُحْمَی** **کَہ** **کُون** **شَخْص** **گَمَان** **کَہ** **رُکُسنَا** **ہُو** **کَا** **اِس** **سَہ** **کَہ** **بَانِی** **نُزُہ** **کَا** **یَر** **ہَقْصُور** **ہے** **کَہ** **مِیْن** **وَاقِعِی** **شُرْعِی** **یَا** **اَفْلَاقِی** **گَنَہ** **کَہ** **ہیں**۔

حضرت مسیحؑ نے انجیل میں اپنے چار یوں کو ایک دعا سکھائی ہے جس میں لکھا ہے کہ اے خدا تو ملحد کو گناہوں کو بخش (لوقا ۱۱ باب ۳) تو کیا اس سے عیسائی یہ سمجھتے ہیں کہ انکی اس دعا سے جو وہ واقعی آپ بھی مانگتے ہو انکے حضرت عیسیٰ گناہگار۔ سمجھے جاسکتے ہیں چنانچہ کلام یہ سب تعلیمی کلمات ہوتے ہیں جو پیشوایان اُمت اپنی قوم کو طرق دعا و مناجات سکھانے کے لئے تلقین کرتے ہیں۔

پھر ملاحظہ فرمائیں کہ انھوں نے یہ دعا سننے والوں کو ایک نیک آدمی سے سننے سے پہلے کہ وہ سمجھ کر کہہ دے واقعی مجرم یا افسانہ گناہگار تھے۔ سننے کے بعد یہ ہے کہ نبیؐ نے یہ دعا ان کے لئے بتائی کہ وہ قرب انسان کو بڑھتا ہے جتنا ہے۔ اور لوگوں کے نزدیک وہ گناہگار ہی مقدس اور معصوم آدمی ہیں اسی قدر وہ اپنے تئیں خدا کے دربار میں اور اس کے تقدیر کے مقابل نکارہ ناجابل۔ ناجیز اور عاصی و مغضی خیال کرتا ہے۔ چاہتا ہے کہ میری یہ حالت ناقصہ (جس کو وہ گناہگار نہ مانتا) بیکرا ہے۔ خدا کے دربار میں دعا بھی جائے اور اس پر کلمہ جو علیہ او حالت کاملیت حاصل ہو۔ استغفار کا کلمہ ہے شہر۔ غفر کے اعلیٰ معنی عربی زبان میں بھپانے اور نہانے کے ہیں۔ اس کے

خدا سے اللہ تعالیٰ کی دربار میں ہمیشہ یہی التجا کرتے ہیں کہ ہماری موجودہ حالت ناقصہ درخواست
 بمقابلہ عام لوگوں کی یہی حالت کا لمحہ ہو کہ وہ اپنی جائے اور اس کے اعلیٰ درجہ کا ملیت عطا
 فرمایا جائے۔ خدا کی عظمت و عزت و جلال اور تقدیس کے سامنے ان کو اپنی موجودہ حالت گناہگار
 اور بری نظر آتی ہے اور وہی لئے وہ بے اختیار خدا کے دربار میں اپنی ناقصہ حالت کو ذلت
 اور گناہ سے تعبیر کر کے اُس سے مغفرت مانگتے اور اعلیٰ علیین پر ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے
 خاص مقرب انبیاء و اولیاء اپنی بشری حالت اور بشری حجب کو بھی وصال الہی کا حایل اور گناہ
 قرار دیا کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان بشری حجب اور انسانی مقتضیات سے بخت پاکر عین میں
 فنا ہو جائیں اور فنا فی اللہ کا درجہ پائیں۔ انکی اس انسانی حالت ناقصہ کو ذلت مانگنا و قرار
 دینے سے یہ تہہ بھونیکہ وہ واقعی اپنے شرعی گناہ سے استغفار مانگتے تھے۔ اگر حقائق
 ہمیں تو اور کیا ہے۔ حافظ شیرازی کا ایک شعر ہے جس میں وہ اپنے وجود بشری کو حجاب
 اور ایک بڑا گناہ قرار دیتے ہیں تو اس سے واقعی اور بشری گناہ سمجھ لینا سوائے شیطانی اور دیوانہ
 کے اور کسی کا کام نہیں۔ حافظ

تو خود حجاب خودی حافظ از میاں بر خیر

نشاط جرم ایں وجود تست کہ جزوے گناہ نیست
 پہ خیال میں جو شخص خدا سے مغفرت نہیں طلب کرتا۔ خواہ وہ کیسا ہی مقدس اور اعلیٰ درجہ
 کا خیال کیا جائے۔ جب مغفرت کی ضرورت نہیں سمجھتا تو وہ شیطان اور مردود آدمی ہے خدا
 کے دربار میں کسی شخص کو مغفرت مانگنے سے چاہ نہیں۔ ہاں ہر ایک شخص کی مغفرت کا درجہ علیحدہ
 ہے۔ عامیوں اور گناہ تو یہ کہندہ عارفان از عبادت استغفار۔ گناہگار گناہوں تو یہ
 کہتے ہیں اور مغفرت طلب کرتے ہیں۔ خدا کے عارف اپنی عبادت کو یہ کہتے ہیں۔ اور اپنی
 عبادت کو گناہ سمجھتے ہیں کدش پیر کی دربار مقدس کے لائق یہ عبادت ادا ہوئی نہیں۔ عرض کہ
 ہر ایک شخص اپنی اپنی حالت اور تہہ کے موافق خدا سے مغفرت طلب کرتا ہے اور اُس سے
 بھر حالت کے حاصل کرنے کی درخواست کرتا ہے اور یہی استغفار کی تلاش ہے۔ پس
 ڈاکٹر احمد شاہ کا اس طلب مغفرت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر ایک شخص شرعی گناہگار ہو کر ہی

سوان خطائوں میں ہیں اسد تعالیٰ انکو پیشہ کے لئے نہیں رہنے دیتا بلکہ فوراً مسائل کرتا ہے۔ اور
 معافیت سے درگزر دیتا ہے۔ صواب کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ فقہ کو دیا یا اولیٰ لا ینبار۔
 جو کہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے ہمارے مقدس رسول سید المرسلینؐ و امام المقدسین کی نسبت
 جوہر الزام گناہگار ہونے کا لگایا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خدا کے نبی
 کے چال چلن اور گناہ گاری کی حالت کا بھی کسی قدر بیان کیا جائے تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ کتنے
 حسین تعدیہا ت انحضرتؐ کی نسبت بڑے ہیں وہ سب وہی روایات پر مبنی اسد فاضل
 تسلیم ہر گناہی انجیل نصوح ظاہر سے مسیح کو گناہ گار بناتی اور خدا کا مجرم ٹھہرا رہی ہے
 جس کی تسلیم سے کسی عیسائی کو چارہ نہیں یہ یہ مضمون مولوی محمد قیر محمد بن صاحب کنی
 کتاب ایک سچو مسیحی کی مناجات میں غفلت درج۔ وہ ان سے دیکھنا چاہیے۔ بافضل
 اسی تدبیان کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ نے جو اپنی عیاشانہ طبع سے اپنی اہمیت کو صفحہ ۴۴
 میں انحضرتؐ پر عیاشی کا الزام لگایا ہے یہ الزام بالکل غلط اور باطل ہے۔ بیشک اگر
 انحضرتؐ کسی عورت کا بایز تعلق پیدا کرتے یا نشہ میں کثرت ازدواج کا عام رواج نہ ہوتا یا
 انبیاء سابقہ کی یہ سنت نہ ہوتی یا کسی فاحشہ عورت سے خللا رکھتے۔ اس سے مطر ملو لیا کرتے
 یا انکو عورتوں کے مال خورد برد کیا کرتے۔ پرائی عورتوں کی خدمت لیا کرتے تو البتہ شایق صاحب
 کا یہ قول انحضرتؐ کی نسبت درست ہوتا۔ لیکن جبکہ آپ صلعمت پاک و امن اور عظیم برور
 سے تعلقات نکاح پیدا کئے اور ایسی عورتوں کو ساتھ جو وصف تقویٰ سے موصوف نہیں
 اور جنکی اوصاف میں قانتات۔ تابعات۔ صالحات۔ عابدات۔ صالحات
 وارد ہوئے ہیں اور یہ نظمیں انکی شان میں آئی ہے۔ اول حدیث فابہ زائدہ پر وہ وار نہایت
 مدح کی صالحات ان میں سے بہت سی عالمہ فاضلہ بن کے احکام کو بچیلانے والی تھیں ایسی
 عورتوں کے حق میں بگمائی شایق صاحب کی ذریعہ نشانہ طبیعت اور عیاشی مزاج کا نتیجہ ہے۔
 ان عاشق مزاجی کا طعن اگر درست ہو سکتا ہے تو ڈاکٹر احمد شاہ صاحب خدا کے
 پیشے میں مسیح پر جبکہ شایق مدوز فیہ توحید اطلاق کیا یا انکی وادیوں اور نازیوں پر جو مشہور
 فاحشہ اور کسی عورتیں (دیکھو دیوبند) انکے خدا کے پیشے کے بدامین اور بدو پر جو باوجود

۹۹ عورتیں رکھنے کے پیر بھی بدکاری سے نہ ملے اور اوریہ کی عورت بنت تبیع سے نہ کیا گیا ہو
 نادر کو قتل کرایا بنت سب کو گھریں داخل کیا یہ حضرت سلیمان م پر جس کی ۷۰ عورتیں اور
 تین سحر میں تھیں اور باوجود نبی ہونے کے عورات کی محبت میں بت پرستی بھی شروع کر دی
 پس عیاشی کا طعن آپ کے بزرگوں پر بھینتا ہے نہ کہ سید المعصومین امام المطہرین
 حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر۔

آیات گھڑنا

آپ نے اپنی کتاب اہمات میں بار بار لکھا ہے کہ آنحضرت م جابجا اپنے مطلب کے موافق آیات گھڑ
 لیا کرتے اور انکو خدا کی طرف منسوب کر دیا کرتے۔

اس کے جواب میں یہ گندارش ہے کہ آپ کا یہ وہم سراسر غلط فہمی اور باطل ہے۔
 قرآن شریف میں سیکڑوں آیات و احکام ایسے ہیں جو براہے نص کے تحت مخالف اور
 آنحضرت م کے لئے ایک قید شدید ہیں۔ پس آنحضرت م کی نسبت آیات گھڑ لینے کا الزام مندرجہ
 ذیل بظنی کی تیجہ ہے۔

بلمان ازواج ہی کے معاملہ میں دیکھو انہ غور کرو کہ آنحضرت م کے لئے یہ حکم کہ
 لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بہن ازواج ولو اعجابک
 خسر من الا ما ملک یمینک کبھی شدید قید ہے کہ تجھ کو آئندہ بد کوئی اور عورت
 کرنے اور بآپ کو طلاق دیکر اس بگ اور بدل لینے کا اختیار ہے۔ اگر آنحضرت م آپ آیات گھڑ
 لیا کرتے تھے تو کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنے لئے ایسا حکم صادر کرتے۔ وہ صاف کہہ دیتے کہ
 محمد صبی جو وہاں کر چاہے۔ حلال میں۔ پرامت گو ہم سے زیادہ حلال نہیں۔

پھر اس آیت میں جہاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت م کو عورات کی برتسب گناہی میں
 بے غرضتہ ہر حلال پر سکتی ہیں ایک یہ قید لگا دی ہے کہ ان لا تہاجرن معلو
 وہ ہی عورتیں معلو جنہوین تیرے ساتھ ہجرت کی ہو۔ اب دیکھئے کہ آنحضرت م کی نسبت

رشتہ داروں کی نکل کر نے میں بہت قید زیادہ لگی ہوئی ہے کہ جنہوں نے انحضرتؐ کے ساتھ ہجرت کی ہوئی ہو۔ حالانکہ اور مسلمانوں کو رشتہ داروں کا نکل کر نے میں بہت قید نہیں ہے۔

پھر آیت تخیج میں میں اور تعالیٰ انحضرتؐ کو مکہ دیتا ہے کہ اپنی عورتوں کے گھر سے۔ کہ اگر تم دنیا اور دینیت دنیا کی خواہش کرو۔ تو میں خوشی خاطر تمکو رخصت کروں اور اگر دین کی خواہش ہو تو اسی فقرونا قدر صبر کرو۔ اور دنیا کی بہبودی تمکو حاصل نہ ہوگی۔

اب سوچو اور غور کرو کہ انحضرتؐ کو ایسے حکم دینے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ تو سارے عرب کے بادشاہ تھے۔ عورتوں کو زیورات لباس غذا کا انکی حسب مرضی دیدینا کونسی بڑی بات تھی۔ مگر نہیں آپؐ نے اور تعالیٰ کے پیغام کو صاف صاف پہنچایا اور آپؐ کی ازواج کو بی ہرگز ان آیات کی بناوٹ یا انفرادی کام نہ ہوا۔

ایک اندھا انحضرتؐ کے پاس قرآن شریف کی بعض آیات دریافت کرنے آیا۔ آپؐ اذعوت روسائے قریش کی طرف مخاطب تھے۔ اندھے کاتبات کا شمار مہملہ ہوا اور تعالیٰ نے غبار، فرمایا۔ عیس و ثولث ان جامدہ الاصلے چین مجین ہوا اور منہ پھیرا۔ اس بات کے پاس اندھا آیا۔ اب اس الزام کو اپنے حق میں آپؐ ہی لے لینا سوائے پاگل کے اور کوئی شخص بناوٹ پر محمول نہیں کر سکتا۔

ایک آیت میں آیا ہے کہ اگر یہ نہی تم پر نازل کرے تو ابھی اسکا دامننا نہ پکڑ کر اسکی رنگ دل کاٹ دیں۔ اور پھر اسکا کوئی مددگار نہ ہو۔

سورہ نزل میں آدمی تہائی یا دو تہائی رات تک رات کو جاگتے اور تہجد پڑھتے یا شدید حکم ہے وہ پرے درجہ کی مشکل ریلغفت اور سخت جی بدہ ہے۔ کوئی شہوت پرست اور گنہگار کی پابند آدمی اپنے حق میں ایسی قید نہیں رکھ سکتا۔ آپؐ نے ساری عمر

ان سب سے چھٹے حضرت رسولؐ کو دھنسنے آیت تخیج حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ اور کہا تھا کہ اپنے زانیہ سے مشورہ لے لینا یہ اس کو کچھ نہ ہو یا اب کی سزا ہو۔ دعوہ و محذورہ دنیا کو قہر کر کے پاکش ہو میں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت دیکھو انہوں نے ساف فرمایا کہ مجھ پر مشورہ لینے کی کوئی ضرورت نہ ہے میں اللہ و رسول کو قہر کیا۔ باقی عورات نے بھی ایسا ہی کیا۔

کبھی! ات کا جاگنا اور عبادت کرنا نہیں چھوڑا۔

ماہ رمضان کے روزے رکھنے جو بعض وقت سخت سی سخت گرمیوں میں آٹھ تیس دن تک رکے ساتھ لڑا اور جہاد کرنا جس میں بقا بلہ تمام اقوام مخالف کے اپنی جان جانے کا سب سے پہلے خطرہ تھا۔ پانچ وقت نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا اور یہاں تک لوگوں کی پیروی کا حریص اور قوم کا ہر درہم و ناکہ کی نسبت یہ نہ نزل ہوا۔ اعلیٰ باخ نفسک الا لیکونوا منہا کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر دینا اس بات سے کہ وہ ایمان نہیں لائے یہ سب شدید احکام اور مشکل عبادات جو ہر نفسانی اور شہوت پرستی کے سخت مخالف ہیں۔ اپنی نسبت ایک شخص کا آپ ہی دار و درویش کوئی عقل سلیم تجویز نہیں کر سکتی۔ ہاں اگر جعلی اور بناوٹ اور احکام گھڑ لیے کا خیال کسی کی طرف منسوب ہو سکتا ہے۔ تو وہ آپ کے انبیاء موسیٰ و داؤد وغیرہ کی نسبت ہو سکتا ہے۔ جنہوں نے ایسے ایسے احکام دیے اور ایسے ایسے جنگ کئے کہ یہ سب خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ پھر حضرت مسیح کی نسبت جس نے اپنی قوم سے ڈر کر محض خود فرضی کی بنا پر قانون فطرت کے برخلاف یہ ہدایت دی۔ کہ جو تمہارے واسطے کمال پرمانہ باری۔ باہنے کال بھی اسکی طرف پھیر دینا وغیرہ۔ تاکہ کسی طرح اسکی قوم انیرجہ کری اور ستانا چھوڑ دے۔ مگر انہوں نے بھی اسکا پیچھا نہ چھوڑا تا وقتیکہ صلیب پر چڑھا کر لعن و نارا دیا پھر اپنے شاگردوں سے عہدہ لے لیا کہ میں بادشاہ بن جاؤں گا۔ اور تم بارہ تختوں پر خلافت کو لو گ آسمانی بادشاہت کے قریب آئے گا یہاں تک وعدہ کیا کہ یہ پرنسپل ابھی گزرنے نہ پاسے گی۔ کہ یہ سب کچھ ہو جائیگا اس میں بعض وغیرہ مرنے نہ پائینگے کہ ابن آدم کو اپنے جلال میں آگے ہوئے دیکھیں گے (مسیح باب ۲۳-۲۴)۔

چنانچہ رسول ہی یہی یقین کرتے رہے کہ یہ آخری زمانہ ہے اور اب مسیح آنے والا ہے (عبرانی ۹ باب ۲۶) اتملاؤس ۶ باب ۱۵ وغیرہ۔ لیکن ۱۹ صدیاں گزر گئیں ابن آدم کا ترائی منور پہلی دور کا عہد اقس ہے۔ اپنے تئیں بڑا ثابت کرے کے لئے دوسرے پاک نبیوں کو جو مادیات مار کر (توقا ۱۰ باب ۶) یونس نبی کے ساتھ اپنی جھوٹی مشابہت دی۔ حالانکہ یونس نبی پھلی کے پیٹ میں زندہ رہے تھے اور یزید بن مکن اور تین دن اور تین رات۔ جب کہ مسیح مردہ قبر

میں رہا۔ اور صرف عورات اور ایک دن (مرقس ۵ باب ۴۴)۔ اپنی مؤمن کے لڑکھٹائی کی حرکت تو میری (متی ۲۳ باب ۱) یرسایہ نبی نے جھوٹی آیت گڑگڑا کر شاہ صدق سے کہا کہ تو امن سے مرے گا (یرسایہ ۴۷ باب ۵)۔ حالانکہ یہ بادشاہ قید میں مراہ کی اسکیپھین لٹا لی گئیں اسکے بیٹے اسکے سامنے قتل کئے گئے (یرسایہ ۵۲ باب ۱)۔

پھر حضرت یحییٰ نے فرمایا کہ جو مجھے ایمان لانا ہے۔ مجھ سے پہلے بڑے کام کرے گا۔ لیکن عورتوں کے کہا کہ اگر تم میں رانی کے برابر بھی ایمان ہو تو اس پہاڑ سے کہتے کہ وہیں چلا جا۔ تو چلا جاتا۔ اور تمہاری کوئی ہمت نہ ہوتی۔ (متی ۲۷ باب ۳) اگر تم میں رانی کے برابر بھی ایمان ہو تو جب تم اس توت کے درخت کو کہہ کہ جس سے اکہ کر دیا میں لگ جاتا تو تمہاری مانے گا۔ (متی ۲۷ باب ۶) اب یہ ایسی باتیں ہیں کہ جو ایلیوں یا عیسائیوں آج تک وقوع میں نہیں آئیں۔ یسوع مسیح سب خود ساختہ اور بناوٹی ہیں۔ اور ان گزاف جو کہ ہیں پھر حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم میرے نام سے مانگو گے۔ میں وہی کروں گا کہ باپ میرے میں جلال پاؤ (لوقا ۱۲ باب ۱۲) یہ بھی سب غلط ہے۔ کبھی ایسا نہ ہوا۔ نہ جو ہے۔ پھر دوسری بات یہ کہ نہ ایک کو کچھ لے سب کچھ پاک ہے پر نہ پاک کو کچھ پاک نہیں۔ یہ آیت بھی یسوع کے لوس کی گڑی ہوئی ہے۔ خدا کی طرف سے کبھی نہیں ہو سکتی۔ اپنی غرض کے لئے اور سب کچھ ملال کرنے کے لئے اپنی طرف سے یہ حکم وضع کر لیا گیا۔ نجات کے لئے اعمال کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بھی اعمال نیک کو بخینے اور تقویٰ و جہارت سے نجات پانے کے لئے اپنی طرف سے جو بار بوسے بنا لیا۔ مرد حضرت یسوعؑ کو تو نجات کی تعمیل کا ہی حکم دیتے رہے اور آپ تعمیل کرتے۔ فقط فکر و ایال اولی الالباب۔

عیسائیوں کے مذہب میں خونریزی

چونکہ الکر احمد شاہ نے افغانوں کو اب میں انحضرتؐ پر خونریزی کا الزام لگایا ہے حالانکہ قرآن شریف اور احادیث میں سے انہیں اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ کہ انحضرتؐ نے ہرگز پہل نہیں کی۔

بلکلاس آیت قرآنی کے سوانح کو وہم بد و کھاول مرقا اس وقت صرت اُنکے حلوں کی مداخلت کی۔ جب کہ انکی شرافتیں اور فساد مذبحہ گئے اور پریس میں بھی اگر مسلمانوں کو مہنہ نہ لینے دیا۔

اس لئے مزید معلوم ہوتا ہے کہ شایق صاحب کا شوق پورا کرنے کے لئے اُن کی بائبل کی کسی قدر غریزہ میں بھی انکی نظر کے سامنے لائی جائیں تاکہ انکو انصاف کے ساتھ موازنہ کرنے کا موقع ملے۔

پیدائش ۴۴ باب ۲۵ میں دیکھو۔ کس فریب۔ اور وہو کے سے سکھ اور حور۔ اسدا کو شہر والے بنی اسرائیل نے ہاتھ سے قتل ہو۔ دیکھو گنتی ۳۱ باب۔ انہوں نے میانوں میں لڑائی کی۔ بیسان۔ اور نہ مرنے موسیٰ کو ذرا یا تھا۔ اور سا مردوں کو قتل کیا۔ آدمی اور رحم اور موسیٰ اور حور اور ریح کو جرد یا نوں سے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا۔ میان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا۔ پچھٹی والی و اسباب کو لوٹا۔ شہروں اور قلعوں کو بھونک دیا۔ موسیٰ اُن پر اس لئے غصے ہوا کہ عورتوں کو کیوں جتیا رکھا۔ حالانکہ یہ نہ تو گناہ کا باعث نہیں۔ کل باب دیکھنا چاہئے۔

گنتی ۴۴-۵۵ پر اگر تم زمین کے باشندوں کو اپنے آگے سے دفع نہ کر دے تو یوں ہوگا کہ جنہیں تم رہنے دو گے تمہاری آنکھوں میں غار ہونگے۔ اور کانٹوں کی مانند تمہارے پہلوؤں پر چھبیں گے۔

استثنا ۳ باب ۴۔ اور ہم نے اُسی وقت اُسکے سب شہر کے لئے وہاں ایک شہر بھی نہ راجوینے اُن سے نہ لیا۔ ساتھ شہر۔ اور حور کا سا مالک ۴ باب ۴۴ مردوں عورتوں اور بچوں کو حرام کیا۔

استثنا ۴ باب ۴-۴۴ اُن کے بتوں کو توڑ ڈالو۔ گھنے باغوں میں آگ لگاؤ۔ اُن کے معبودوں کی کھدی ہوئی عورتوں کو چکنا چور کرکھو۔

استثنا ۴۰ باب میں مذکور ہے کہ زیادہ طاقت اور اسباب والے دشمنوں کے متٹو رہو۔ تمہارا خدا تمہارا ساتھ ہے وہ تمہاری طرف سے دشمنوں کے ساتھ لڑے گا اور

تجسّس بجاو گیا۔ اگر دشمن اپنا کیم آپ حوالہ نہ کر دیتا تو اسکا معاملہ ہو کر۔ اور جب وہ ملک قبضہ میں آجائے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو قتل کر دے گا۔ لڑکوں۔ مویشی کو اور جو کچھ اُس شہر میں ہے اسکا سارا لوٹ اپنے لئے اور وہ لوٹ کا مال کھاؤ اور مقبوضہ شہروں میں کسی سائنس دان۔ یعنی والی کچر جیتا مت چھوڑو۔ تاکہ اُن کا مکروہ کام تم میں اثر نہ کرے۔

استثنائے باب ۲-۶۔ جب خداوند تیرا خدا سات قوموں کو تیرے جوار کے لئے نہیں
 ماریو مہرم کیجیو۔ اُن سے عہد نہ کریو۔ اُن پر رحم نہ کریو۔ گنتی ۲۱-۱۶-۲۱ باب میں سخت
 درجہ کی خونریزی کا ذکر ہے۔

یشوع ۵ باب ۱۴۔ اہی ترشہ یشوع کا لشکر مہ کرایا۔ تب اُس تمام لوگوں کو جو شہر
میں تھے کیا مہ کیا پورت کیا جان کیا پورے کیا میل کیا بھیڑ اور گدا۔ سب کو ایک تخت ہاکہ
کیا۔ تہ تیغ کیا۔ حرم کیا۔

یغوع ۶ باب ۴۴ منب کچھ پھونک دیا۔ مگر سونا اور روپا۔

۲۴۹ باب ۱۰ - شکار کر کے جلانا۔ امدیچر اسپر تھوٹوں کا تودہ لگا یا قتل عام کرنا یا دشا
 کو بچا لسی دیکر تھراؤ کرنا یا دشا ہوں کو فنا کرنا۔ لکھ خدا کے حکم سے کوئی فسی روح باقی نہ رکھنا
 ایک بادشاہ جاکر پائیل کے خیمے میں آیا۔ اُس نے فریب اُس کے سر میں بیج گاڑ دی
 قاضی ۴ باب ۱ - پھر قاضی ۵ باب ۲۴ - اس درختانہ حرکت سے فبارک ٹھیرے۔

قاضی ۵ باب ۴۰ دلوں سے کنواریوں کو سپاہیوں کے لئے رکھا۔ قاضی ۹ باب ۹ ہم سکھ
کے بچ میرگ لٹکا کر لوگوں کو جلایا۔ قاضی ۸ باب ۱۶ سپاہ کو رعیتی نہ دینے سے بیشمار لوگ
قتل کئے گئے۔

۲۔ سمویل ۱۴ باب ۳۱ - داؤد نے ریک کے بادشاہ کا تاج اتار اپنی سر پر رکھا۔ لوگوں کے آروں اور کھانوں اور لوہے کی دھاتی گاڑیوں کے نیچے کیا اور انیسویں جلتے پتھر دیں۔
جلادیا۔ اتار بیچ ۲۰ باب ۲۲۔ مسلاطین ۱۰ باب ۱۱۔ ہونی انہی کے سار گہرائی کو بالکل نابود کیا۔ مسلاطین ۱۵ باب ۱۶۔ منعم تے تمام عالمہ عورتوں کے پیٹ نہاڑ ڈالے۔

۲ سلاطین ۲۳ باب ۱۶ قبروں سے ہٹواں نکلوا کے الہی حکم سے جلائیں۔

عہد متیق کے خوئی اور آتش نشان جہاد مختصر طور پر نقل کر کے کہنے ڈاکٹر صاحب کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اب انصاف انہیں یہ کہ آیا اسلام کا جہاد جو نہایت اعتدال پر مبنی اور قاطع قدرت کے بالکل موافق ہے۔ قابل اعتراض ہے یا یہی نہ ہے کہ آتش نشان جہاد جس میں بیہ قہر الہی ہو کہ مکافوں کو ڈھانا، شہروں کو آگ لگانا، باغوں اور ہرے درختوں کو جلانا، قتل عام کرنا، مردوں میں بیج کا ڈھانا، آروں کو کھانا، چروانا، پڑاؤں میں جلانا، سالہ عورتوں کو پیٹ پھاڑنا، کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑنا اور سپر بھی قوت غضبی کا فرد نہ ہونا۔ تو قبر سے ہٹیاں نکلوا کر علیہ الرحمہ ٹھکانا۔ اے تم جس مذہب میں یہ ظلم اور یہ غضب الہی ہو اور اس مذہب کا بانی بھی کہے کہ میں دنیا میں صلح کروا نے نہیں بلکہ تلوار چلائے آیا ہوں۔ سوجھ بوجھ اور جس کے پاس تلوار نہ ہو کپڑے بیچ کر بیچنا ہو۔ کیا اس مذہب کا کوئی آدمی اسلامی جہاد پر اعتراض کر سکتا ہے جو نہایت ہی اعتدال اور انصاف پر مبنی اور بالکل قانون قدرت کے موافق ہے کون شخص ہے جو ان احکام کو نہ شکر تھرا نہیں اُٹھتا۔ تو ان سے عہد مت باندھو۔ ان پر رحم کیجیو۔ بخلاف اس کے وہ رحمت اللعالمین صلح اور آپ کے عقائد جانفیں جب کہیں لشکر روانہ کرتے سب سے پہلے سردار لشکر کو یہی کہتے کہ ملک قبول نہ کی عورتوں۔ بچوں۔ بوڑھوں، فاقہ پر عبادت گاہوں کو زمین مت کرنا۔ کھیتوں کو مت جانا۔ پھلدار درختوں کو مت کاٹنا اور صرف انہیں سے بد لالینا جو کھوسائیں یا مقابلہ کے لئے پیش آئیں۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء سابقہ کے یہ دنیاوی جنگ تھو بالکل غلطی کر رہے ہیں دنیاوی جنگوں کو کتاب الہی میں ذکر کرنے سے کیا کام ہو جب تک ان کے ساتھ وہی تعلق نہ ہو۔ کیا اگر یہ دینی جنگ نہ تھو بالکل فضول تھے جنگ کا رخا خواہ کتاب ربانی میں کیا گیا۔ اگر یہ جنگ ان قوموں کے گناہوں کی سزا تھی تو پھر دنیاوی جنگ نہیں۔ بلکہ ان کو دینی جنگ سمجھنا چاہئے۔ اور پھر کیا اگر دین کے لئے جنگ ناہانہ ہو تو دنیا کے لئے جہاد ہو سکتی ہے۔ اور تورات میں تو صاف موزوں ہے کہ یہ سب کچھ خداوند نے فرمایا۔ خداوند کے حکم سے ہوا۔

پھر حضرت موسیٰ کے افعال کی اور تعالیٰ نے تعریف فرمائی (استقام ۲ باب ۱۰)

حضرت داؤد علیہ السلام کی گناہ میں اچھڑتے (اسلاطین ۴ باب ۵) (اسلاطین ۵ باب ۵)
 یسوع بن نون مع قدس کی داناہی سے معذرتاً (استشام ۴ باب ۵) پھر نبیل میں بھی ان جہالت
 کی تشریف کی گئی ہے جہاں لکھا ہو کہ انہیں ایمان سے بادشاہوں کو منسوب کیا۔ اور سستی کو کام
 کئے اور عددوں کو حاصل کیا۔ لڑائی میں بہادری اور غروں کی فوجوں کو ہٹا دیا (عمرانی ۱۱ باب
 ۳۵-۳۴) تو کیا یہ تمام مع دشنا جو بائبل ان بنیوں کی کرتی ہے۔ محض لغو و رایگان
 ہے۔ جب کہ وہ کام خداوند تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کرتے رہے۔ نہیں نہیں۔ وہ بالکل
 خداوند کی مرضی پر پلے اور اس کے حکم سے سب کام کئے۔

آنحضرت صلعم کی گذران کا بیان

بادجو دیکھا آنحضرت دنیا اور دین کے بادشاہ تھے ایسی حالت میں اگر چاہتے تو دولت کے خزانے
 جمع کر لیتے۔ عورتوں کو عہدہ عہدہ زیور بنا دیتے۔ اعلیٰ درجہ کی امیرانہ غذا پیش کھایا کرتے۔ مگر
 قرآن شریف سے ثابت ہو کہ آپؐ اپنی بیویوں کو صاف کہہ دیا۔ کہ میرا تمہارا تعلق محض
 دینداری کے لحاظ سے ہے یعنی میں تم سب کو دین کی معاونت و مسایل دین کی ہدایت
 کے لئے نکاح میں لایا ہوں۔ دنیا کے مال و پیسہ باب و زیورات وغیرہ کس لئے نہیں سوا اگر تم
 دین کی خوبیاں مطلوب اور فقر و فاقہ منظور ہے تو میرے نکاح میں نہو۔ ورنہ تم میں سے جو
 دنیا سے دنیا کے اسباب و لذت و زیورات وغیرہ کی خواہاں ہے۔ ابھی میں حسن سلوک اور خوشدلی کے
 ساتھ رخصت کرو دیتا ہوں۔ یہ تو لہجہ قرآنی سے ثابت ہے مگر اعلیٰ درجہ کی صحیح احادیث
 نبویہ سے قوت کے ساتھ ثابت ہے کہ آنحضرتؐ کی گذران نہایت سادہ اور فقر و فاقہ
 میں ہوا کرتی تھی۔ یہ نہیں کہ آپؐ کو کچھ پیسہ نہیں ہوتا تھا۔ آپؐ تو تادمہ رکبے بادشاہ تھے مگر آپؐ کی
 طبیعت میں دنیاوی لذتوں کی محبت ہی نہ تھی۔ کلی محبت آپؐ کو دین کی اشاعت میں
 اور پورے ملک کی یا د میں ملتی تھی (ولن کن الا لہ الیک) ان احادیث میں جو کہ جو تو تھے کہ
 آپؐ کو کچھ ملتی تھی۔ اور ان حاکم و تاجری روایات سے جو کہ اس صاحب بیان کی میں بر جہاں مستند

ہیں اور ناجیل سے بڑے مسلسل و متبر۔ مخالفین اسلام کو سخت شرمندہ ہونا چاہتے اور غور کرنا چاہتے
 کہ کیا وہ شخص جس کی زندگی باوجود میر ہو سکے عظام دنیاوی کے اس فقر و فاقہ میں گزری و مشہور
 نفسانی کا پابند ہو سکتا ہے اور اس کی نسبت کسی قسم کی بدظنی کی جا سکتی ہے۔

بخاری اور مسلم میں بالاتفاق لکھا ہے کہ آنحضرت م کے گہوالے دو دن برابر ہی جو کی
 روٹی سے آسودہ نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے کوچ فرمایا۔ عبد اللہ
 بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم م اور آپ کے گہوالے کئی کئی راتیں خالی
 پیٹ سو رہے تھے اور جب کھانا کھاتے تھے تو اکثر اوقات کھانا اچھا جو کی روٹی ہوا کرتا تھا۔

سہل بن سعد رحمہ سے کئی پوچھا کہ آنحضرت م نے کبھی میدہ کی روٹی بھی کھائی تھی۔
 وہ بولا تو کیا ان باتوں سے پوچھا ہے۔ آنحضرت م نے توفیق چھوٹک میدہ کو اچھا کھاتے بھی نہیں کیا۔
 کھانا تو کیا۔ پر سائل نے اسی سہل بن سعد کو پوچھا کہ آنحضرت م کے زمانہ میں تمہارے اٹا چھانوں کی
 چھلنیاں بھی ہوا کرتی تھیں آؤ کھا کوئی نہیں سائل نے پوچھا کہ بجز جو کی روٹیاں بغیر چھانے
 کے کس طرح کھاتے تھے۔ اس نے کہا چھوٹک لگا دیتے تھے۔ جو کچھ اُس چھوٹک سے مٹا دیتا اٹا ہوتا اور مٹا
 باقی کو ذرا لیتے۔

حضرت انس بن مالک آپ کے خاص خادم بتلاتے ہیں کہ آنحضرت م مثل امیرین کے
 بڑے بڑے خراجوں پر شکر کھانا نہیں کھایا۔ اور نہ کبھی چینیوں کی رکابی میں کھایا ہے اور نہ
 کبھی آپ کے لئے تیلی تلی چائیاں کسی نے نکائیں۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے اپنے استاد و قاضی
 سے پوچھا کہ چینیہ آنحضرت م اور صحابہ کرام مدنی کہ کھایا کرتے تھے۔ اس نے بتلایا۔ اُسی چھوٹک
 کے دسترخوان پر۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک جامعہ کی طرف گزرے اُن لوگوں کے آگے
 بھنی ہوئی کبری لکڑی تھی۔ اُنہوں نے ابو ہریرہ کو پوچھا کہ اُنہوں نے کھائے بلایا۔ اُنہوں نے انکار کیا اور فرمایا
 رسول کریم م نے دنیا سے کوچ کیا اور جو کی روٹی سے بھی اپنا پیٹ نہیں بھرا۔

رسول اللہ م کے حضور میں انس بن مالک جو کی روٹی اور بخاری ہوئی چھوٹک لکڑی سے
 اچھی بام گڑہی کی یہ حالت تھی کہ آپ مدینہ طیبہ میں ایک یہودی سے اُن سے اپنی زرہ گرو
 کر لے کر گھوڑوں کے لئے کچھ خرچ لائے تھے۔ انس م نے فرمایا۔ رسول اللہ م کے گہوالوں کے

پاس کوئی وقت ایک صاع گیمہوں یا اونکوئی غلہ نہ رہتا تھا۔ اور سچی سیبیاں تو تھیں۔ اور طلسم
نے فرمایا۔ ہم لوگوں کو رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے جھوک کا شکوہ کیا اور ہم لوگوں کے پیشوں پر ایک ایک پتھر
بندھا ہوا تھا اسکو دکھایا۔ تو اپنے اپنے بیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھائے۔ ایک بار لوگوں نے جھوک کا
شکوہ کیا تو اپنے اُن لوگوں کو ایک ایک خرادیا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا میں رسول اللہ کی فضیلت بابرکت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں
کہ آپ کھجور کی کھری چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور چٹائی کے نشان آپ کی پیلائے مبارک میں چھوئے
ہیں اور ایک تھیم چپے کا لگنا ہوئے ہیں جس میں کھجور کا چھلکا پٹا ہوا تھا میں نے یہ حال دیکھا
عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ اس سچی امت کو فرائی نعیب کرے۔ دیکھو فرائی ہم کو
کیسی فرائی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کو پوجتے بھی نہیں آپ نے فرمایا اے عمرؓ تو ابھی اسی خیال میں ہے
یہ کفار لگ رہے ہیں جن کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا گیا۔ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے
کہ کفار کے لئے دنیا ہوا اور آپ کے لئے آخرت۔ اب وہ یہ کہ فرمایا میں ۷۰ اصحاب صفہ کو دیکھا کہ
اُن میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس چادر ہوتی۔ پس کسی کے پاس فقط تہ بند تھی کسی کے پاس
نہا کی کپڑی۔ اسکو اپنی اپنی گردنوں میں باندھے رہتے۔ وہ تہ بند اور کمائی کسی کے پندلیوں تک پہنچتی
کسی کے ٹخنوں تک اور وہ شخص سر ٹھکل جانے کے دُور سے اُن کو سچھٹے رہتا تھا۔

ابو ذرؓ نے کہا کہ جھوکو میرے دوست (حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم) نے سات باتوں کو
حکم دیا۔ (۱) مسکینوں کی محبت رکھنا۔ اُن سے قریب رہنا (۲) اپنے سے کمتر شخص کو دیکھنا
اور جس کے پاس دنیا کا سامان بڑا ہوا ہو اسکو نہ دیکھنا (۳) نانے والوں کو ملائے رکھنا۔ اگر چہ وہ
نہ ملنا چاہیں (۴) کسی سے کچھ نہ مانگنا (۵) حق کو نہ دینا اگر کسی کو برا لگے (۶) دین کو بے
میں کسی سے نہ ڈرنا۔ اچھی بات کہہ نہی دینا اور بُری بات سے روک ہی دینا۔ کسی کی
خامت سے نہ ڈرنا (۷) لاجل و ملاقہ بہت کہا کرتا۔

اخلاق نبوی

انس رنہ فرماتے ہیں میں نے دس برس نبی صلی علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آپ نے مجھ کو کبھی اُن بھی نہیں کہا

اور نہ کبھی یہ فرمایا۔ تو نے قحان کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہ فرمایا۔ تو نے قحان کام کیوں نہ کیا۔ رسول اللہ ص سے کبھی کوئی چیز ایسی نہیں مانگی گئی کہ آپ نے نہیں فرمایا ہو۔ رسول اللہ ص سے ایک شخص دو پہاڑوں کے درمیان بیٹھ کر یاں مانگیں آپ نے اُسے دلہا دیں۔ پھر وہ تو اپنے لوگوں میں پھونک کر کہنے لگا۔ اے لوگو! جلدی مسلمان ہو جاؤ ورنہ اکی قسم جھگڑا تو شاید تو یہ کہ اپنے محتاج ہونے سے بھی نہیں ڈرتے۔

رسول اللہ ص پہلی حیا کی بات نہ بدلتے۔ نہ لعنت کرتے اور نہ کسی کو کالی دیتے۔ غصہ میں بس یہ فرماتے۔ اُسکو کیا ہوا ہے۔ اسکی پیشانی خاک آلود ہو۔ ایک بار لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ص آپ مشرکوں کے لئے بددعا کیجئے۔ فرمایا میں اس کام کو نہیں بیجا گیا ہوں۔ بلکہ میں تو رحمت کے لئے ہوں (مسلم)۔ نبی صلعم کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمگین تھے۔ آپ کو جب کوئی چیز ناپسند ہوتی تو صحابہ رآ آپ کے بتور سے بچان لیتے (متفق علیہ)۔

بی بی عائشہ رض فزاتی ہیں جیسے رسول اللہ ص صلعم کو اس طرح پریشانی ہوئے کبھی نہیں بکھا کہ آپکا منہ کھل جائے۔ اور کو نظر آئے لگے۔ پس آپ مسکرایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص صلعم تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی مانیئر نہیں فرماتے تھے۔ آپکی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ کوئی آنکھ نہ چاہتا۔ تو گن لینا۔ رسول اللہ ص جب گھر میں تشریف لاتے تو گھر والوں کی خدمت میں مشغول ہو جاتے۔ پھر نماز کے وقت تشریف لیجاتے۔ (بخاری)۔

رسول اللہ ص کو جب کسی دو کاموں میں اختیار دیا جاتا۔ تو آپ ان میں آسان ہی کام اختیار فرماتے۔ اور گناہ کا کام ہوتا تو سب سے زیادہ دور رہتے۔ اس لئے کبھی کسی سے اپنا رفاقتی بدلہ نہیں لیا۔ خدا کے مجرم کی مزا فرما دیکرتے (متفق علیہ)۔ رسول اللہ ص صلعم نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہ مارا۔ نہ غیر کو نہ اپنی بی بی کو۔ نہ عادی کو۔ اسکی راہ میں جہاد البتہ کیا۔ (مسلم)

انجیل متی کے پہلے باب کی غلطیاں

چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے مسلمانوں کی کئی بعض روایات ضعیفہ کے نہ ماننے پر مضحکہ کیا ہے۔ حالانکہ وہ روایات کلام الہی نہیں جو کالوچی من السماء اور قطعی سمجھی جاتی ہیں۔ اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ میں ڈاکٹر صاحب کو انجیل الہامی کتاب کی چند ایک غلطیاں بطور نمونہ دکھاؤں تاکہ ان کی ساری شیخی گری ہو جائے اور عشار بائبل کے نقشہ سے پوش میں آئیں اور سمجھ لیں کہ جب ہماری خاص کتاب مقدس میں میری کئی اغلاط موجود ہیں۔ تو ہم دوسروں کی معمولی روایات کیوں اعتراض کرتے ہیں جبکہ وہ لوگ خود بھی وقعت اور اعتبار کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

سود واضح ہو کہ انجیل متی کے پہلے باب ہی میں ہندو غلطیاں ہیں کہ ان کے لئے ایک علیحدہ کتاب تیار ہوتی ہے لیکن بطور مشترکہ نمونہ ازخود ارکے چند ایک غلطیاں ظاہر کی جاتی ہیں۔ چنانچہ منجملہ اول غلطی یہ ہے کہ متی باب ۷ میں لکھا ہے کہ سب پشتیں ابراہیم سے داؤد تک چمک چمک ہیں۔ اور داؤد سے اس وقت تک کہ بابل کو اٹھ کر چلے گئے چودہ میں ہے۔ اور بابل کو اٹھ جانے سے مسیح تک چودہ پشتیں ہیں۔ حالانکہ انجیل سے گن کر دیکھ لو۔ یہ بیسویں چودہ چودہ پشتوں کی سراسر غلطی ہے۔ کیونکہ اگر حضرت ابراہیم داؤد کو بھی شامل کریں۔ تب پہلی قسمت میں ۱۴ ہوتی ہیں اور دوسری قسمت میں بیسویں کو شامل کر لیں۔ تب چودہ پوری ہوتی ہیں لیکن تیسری قسمت میں سب نام حضرت عیسیٰ کو ملا کر صرف ۱۴ مرتبے ہیں۔

دوم یہ کہ دوسری قسمت میں جو حضرت سلیمان سے شروع اور یوحنا ختم ہوتی ہے متی ۱۴ پشتیں بتلایا ہے۔ حالانکہ اول تو اسے ۱۳ باب سے ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان سے بیسویں تک ۱۸ پشتیں ہوتی ہیں اسلئے باب میں بیسویں صاحب انبوس کی راہ سے کہتے ہیں کہ دین عیسوی میں تین اور ایک کو ایک ماننا پڑتا تھا۔ اب ۱۸ اور ۱۹ کو بھی ایک ہی کہنا

پڑا۔ کیونکہ کتب مقدس میں تو فطری کا امکان ہو نہیں سکتا۔ سوم یہ کہ متی ۱ باب ۸ میں غریب
کو برزخ نام کا بیٹا لکھتا ہے اور تین نام رکھے حالانکہ اس کے پرنے کا بیٹا ہے (ریجو تواریخ ۳
باب ۱۱) چہاں ہم یہ کہ متی ۱ باب ۸ میں یہوئینا کو یوسیا کا بیٹا لکھتا ہے حالانکہ وہ اسکا پوتا
تھا۔ اور یہاں بھی ایک نام رکھ دیا۔ پنجم یہ ہے کہ متی نے یہوئینا کے بہائی لکھے ہیں حالانکہ
عہد متیق کی کتابوں میں اسکا کوئی بہائی ثابت نہیں ہوتا۔ وہ اپنے باپ کا صرف اکلوتا بیٹا
نما (تواریخ ۵ باب ۱) ششم یہ کہ متی نے زور بابل کو شلتا شیل کا بیٹا لکھا ہے۔ حالانکہ وہ
اسکا عینجا اور فدا یا کا بیٹا تھا۔ ہفتم متی نے ایوہ کو زور بابل کا بیٹا لکھا ہے۔ حالانکہ اسکی
بیٹا نہ ہو، یہ کسی کا نام نہ تھا۔ ہشتم یہ کہ متی ۱ باب ۱ میں مسیح کو داؤد کی نسل سے لکھتا
ہے۔ لیکن لوقا ۱ باب ۳ میں مریم کو الیصابات کی رشتہ دار لکھا ہے جو زکریا کا بہن کی بی بی
اور عذرا کی بیٹیوں میں تھی (لوقا ۱ باب ۵) جس سے ظاہر ہے کہ مریم اور یوسف لیوہ کے
فرق سے تھے۔ جو کہ کھانت کے لئے مخصوص تہذیب گنتی ۱۰ باب ۲۰-۲۱) یسوع ۱۲-۱۳
باب ۱ اور عذرا جو وہاں کے فرقے سے تھے نہ کہ لیوہی کے فرقے سے اور ہر فرقہ کی لڑکی
اپنی ہی باپ کے فرقہ میں میا ہی جاتی تھی (شمار ۳۶ باب ۸-۹)۔

پس مسیح ۲ یا داؤد کی نسل سے نہ تھے تو متی نے غلط لکھا ہے۔ یا الیصابات
مریم کی رشتہ دار نہ تھی۔ تو لوقا نے غلط لکھا، تہم یہ کہ جب مسیح یوسف کے نطفہ سے ہی
نہ تھا۔ بلکہ کنواری مریم کے پیٹ سے برسات روح القدس پیدا ہوا۔ تو لوقا نے حضرت
مسیح کو متعلق ہی کیا تھا کہ انکا شجرہ لکھا گیا۔ ادغواہ عذرا جو یوسف کا بیٹا قرار دیا جا کر
داؤد کی نسل میں داخل کیا گیا۔ حالانکہ حضرت مسیح داؤد کی نسل ہونے سے بھی انکار ہی
میں زمتی ۲ باب ۴)۔

(۱۰) دہم یہ کہ الرومیت کے لئے نسب نامہ کا ان تعجب ہو۔ عبرانیوں کے خط ۵ و ۶ باب
میں حضرت مسیح کو ملک صدق (پیدائش ۴ باب ۱۸-۲۰) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے
جب ملک صدق کا باوجود انسانیت محض کوئی نسب نامہ نہیں ہے تو باوجود کامل انسان
یسوع کا نسب نامہ کیونکر جائز ہو گا۔

یہ چند غلطیوں اختصار کے طور پر پہلے باب متی کی بیان کی گئی۔ اگر مفصل بیان کر رہے
تو ایک کتاب تیار ہوتی ہے۔ انہیں غلطی کی طرف خیال کر کے ڈاکٹر احمد شاہ کی مولانا مولوی
علو الدین اپنی کتاب ہدایت السالکین مطبوعہ ۱۳۵۷ھ کے صفحہ ۷۷ میں لاجپور پکریان مبارک
سے ارشاد کرتے ہیں کہ یہ کچھ الہامی بات نہیں ہے۔ خاندانی نسب ناموں میں اور کچھ بائبل
میں لیکر نام لکھ دیئے۔

اگر کتاب ابواب متی پر یا کس کئے جائیں تو ان غلطی کا ایک طور جمع ہو جائے گا۔ ڈاکٹر احمد شاہ
کی غلطی یہ چند غلطیوں نقل کو سے گئے۔

متی ۳ باب میں حضرت عیسیٰ کو حضرت یحییٰ نے خوب پہچان لیا اور باتیں کر کے بتسما
دیا۔ اور متی ۱۱ باب ۲ و ۳ میں یحییٰ نے قید خانہ سے اپنے شاگردوں کو بھیجا تاکہ مسیح سے پوچھیں
کہ آئے والے تو یہ ہے یا کسی اور کی راؤ لیں متی ۱۱ باب ۹ میں۔ یہ سیاح کا غلط حوالہ سجائے
کر دیا دینا اور متی ۲۳ باب ۵۔ زکریا میں یہ بد (۲) تو اسے ۴ باب ۴ کی جگہ زکریا میں دیا یا د
کہا ہوتا۔ متی ۲ باب ۲۳ میں مسیح کا اگلی کتابوں میں ناصری کہلاانا۔ حالانکہ عہد عتیق میں کہیں
نہیں۔ انجیل متی کے یہ سب غلطیوں نمونہ از خروار ہیں۔ ایسا ہی انجیل لوقا کا یہ سب بالآخر
کریسٹ کے اگر کتابوں کے جیسے جیسے متون کتابیں جو کچھ چھاتی ہیں ان میں نہ سنا ہیں۔ انجیل لوقا کا آخری
باب (۱) اور اساول پوچھا۔ باب ۱ میں تثلیث کی آیت تراش کر شامل کتاب کر لیا۔ انجیل میں ۱۲۰ لاکھ
سہو کا تب کا پایا جانا۔ جن میں کسی ایک کی نسبت بوقرآن نہیں کہہ سکتے۔ کہ مسیح کون ہے۔ پھر
انہی میں کہ ہم سخت اختلافات و تقاضا ان باتوں کی طرف اگر شایق صاحب بنظر انصاف غور
کریں تو پھر ساری ہر اسلام کے بر خلاف دیکھنے کا نام نہ لیں۔ اور گہری کی فکر نہ جائے۔

عیسائیوں کے خدائے مہیا کیوں نہیں کیا

اول تو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ عیسائیوں کے خدا خدا کو مٹوئے یا نہ کیا ہو۔ نیز کہ انجیل میں
آن کے یہ یا ملازج کا ذکر نہ ہوتا۔ اس بات کا ثبوت نہیں کہ انہیں یہ کیا گیا ہی نہیں۔ انجیل میں

اس کے جواب میں میں ترکی بہ ترکی اسی قدر کہنا چاہتا ہوں کہ تمہارا جسے خدا کے شیعہ کا نام ہے نہ کرنا (بشرطیکہ تم ثابت کرو کہ وہ قوت مردی رکھتا تھا) کوئی تعریف کا موجب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بقول ڈاکٹر احمد شاہ صاحب زرہ غیبت عشق میں میں کام مصداق ہے۔ اس بچاے کو ساری عمر سر رکھنے تک کے لئے تو مگر بھی نہ ہی۔ غریب فدائی کا دعویٰ کو یہ ہے ایک خدا اس منہ سے نکل گیا جس کی وجہ سے یہودی مخالف ہو گئے۔ اس دعویٰ کو چھوڑنا سخت ہی۔ جان لالہ پڑ گئے۔ یہودی تنگ کرنے لگے۔ جسے کہ کوساری عمر رکھنے کے لئے مگر نہ ملی۔ اور ریسورٹ دے دیا وہ کیا کرتا۔ اسے بیوی رکھنے کا کیا ہوش تھا۔ علاوہ اس کے انجیل کے بیان کے موافق عورت خدمت کرنے والی تو موجود ہی تھیں۔ ہم بیاہ کر آیا نہ سرت تھی ہزار عسکت اور گسائیں بیاہ نہیں کرتے۔ عورتیں انکی پونجی خدمت کرتی رہتی ہیں۔

اجی تمہارا خدا خدا کا بیٹا بیاہ کیا کرتا۔ بیاہ کرتا تو مردوں کا کام ہے۔ اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرد اور عورتوں کے سردار تھے۔ جنہوں نے ملک کے دستور اور سنت انبیاء کے موافق ۴۔ ۵۔ ازدواج کے ساتھ بیاہ کیا۔ اور حسن معاشرت اور تہذیب منزل کا اعلیٰ نمونہ دیا۔ عادات معاملات، محاسن اخلاق، اشاعت دین۔ اثر تعلیم، جہاد، کفار ہر ایک امر میں آپ کا پایہ بلند بلکہ بلند ہے۔ جبکہ ایک شتم بھی جیسا یوں کے خدا اسے بیٹے کو تعیب نہیں۔

عیسائی قوم کا شیطان کو سجد کرنا

انجیل یہ حضرت مسیح کا قول ہے کہ تم دنیا میں دولت مت چھو کرو۔ بلکہ مال اپنے لئے آسمان پر جمع کرو (متی ۶ باب ۱۹) اور اپنا سارا مال محتاجوں کو دے دیا کرو (متی ۱۹ باب ۲۰) اور ان سے کہا سوئے کے ناکے میں داخل ہونا اس کے انسان ہے کہ کوئی دولت تو یہ آسمان کی بادشاہت میں داخل ہو اور نجات کا وارث ہو (متی ۱۹ باب ۲۴) حضرت مسیح نے ان کو الیہ راہ پر چلا کر دیکھو کہ دو تہمت آدمی نجات کا وارث ہو رہی نہیں کہ تم آقا و قیادے ساری دولتیں نہ ان کے ہاں یہ دیکھ کر باطن میں

میں صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ ہرگز ہرگز انسان کی بادشاہت میں داخل نہ ہونگے۔ کیونکہ یہ لوگ حضرت مسیحؑ کی مرضی اور نشان پر نہیں چلتے اور اس وجہ سے اس دن ڈاکٹر احمد شاہ جیسے تنہیرے یسوع کو کہیں گے کہ اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی۔ اور تیرے نام سے آدمیوں کو نہیں نکالا۔ اور تیرے نام سے بہت سی کرات نہیں ظاہر کیں۔ پر اس وقت یسوع انہیں صاف جواب دینگا کہ اے خداوند کا رو میرے پاس آؤ اور میرا دوسرا نام (متی ۷ باب ۲۸)۔

جس وقت پہاڑ پر شیطان خدا کے بیٹے یسوع کا امتحان لینے گیا ہے اور اس کو گرا کر کرنے کی فکر میں تھا۔ اس دن انیسویں صدی کو دنیا کی ساری بادشاہتیں اور شان و شوکت دکھائی تھی اور اس نے کہا یا تھا کہ اگر تو بچے سجد کرے تو میں یہ تمام دولتیں تجھ کو دیدیوں گی۔ جو حقیقت میں ایک بڑی پیشگوئی تھی۔ اور سب بات کو اٹھانے والا تھا کہ جب عیسائی قوم اس کو سجدہ کرے گی تو دنیا کی تمام دولتیں ان کو دیدی جائیں گی۔ اور وہ حقیقی خدا کو چھوڑ شیطان کی سادہ بھڑکیں گے۔ سو حقیقت میں ایسا ہی ہوا۔ جبکہ یسوعی قوم نے مسیح کے احکام کو چھوڑ دیا ہے اور شیطان کو سجدہ کر کے دولت کی غلام بن گئی ہے۔ نتیجے میں دنیا کی دولت کے ذخائر کھل گئے ہیں اور دولت اور شان و شوکت اور دنیا کی بادشاہت ان کے قبضہ میں آگئی ہے۔ لیکن آسمانی بادشاہت میں ان کا داخل ہونا اس سے بھی محال ہے کہ ایک اوٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔ مستحکم اور یقینی۔

انجیل کی تعلیم کا اثر

اگرچہ مصنف اُتھ کے سارے اقوال اور ساری مطلق ہی بالکل لایعنی اور مقابل حیرت ہے بسن سے تعجب انگیز لکھو و معقول ہے جو انہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں مدعی کیا ہے کہ اسلام کو اپنی اصل اسلام سے مخالفت کر کے کر سکتا ہے برخلاف دین عیسوی کے کہ جہاں تک اس کی پیروی کی جائے۔ جہاں تک اس کے حکام کو پہنچے۔ اصل میں ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ دینی اصطلاح کا منہج ہے۔

مالا لکڑہ مخروبی بانٹتے ہیں کہ عیسائیت میں نہ کچھ احکام ہیں نہ کوئی شریعت ہے۔ بلکہ عیسائی مذہب بے شریعت کے احکام ماننے والوں کو لعنتی قرار دیا ہے۔ نیکی کرنے پر انہی سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں تقویٰ طہارت کا اس مذہب میں نام نشان تک نہیں۔ پر لوگ منقولہ ”پاکو کی لئے سب کچھ پاک ہو“ کے موافق بزرگ عیسائی انسان کا گوہہ ہی کھا لیں تو ان کے لئے جائز ہے۔ خدا کے حلال، حرام سے ان کو کوئی تعلق نہیں اور بالکل انکی وحشیانہ زندگی ہو سکتی ہے۔

جہاں عیسائیت کا قدم پڑتا ہے۔ تقویٰ اور طہارت خدا ترسی اور اتفاقا کوسوں معدم جگہ لگتا ہے اور شرابخواری۔ زنا کاری وغیرہ کی کثرت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مشہور یا حدیسی ایڑک ٹیلر صاحب نے ہی اس امر کا بڑے زور سے اقرار کیا ہے کہ عیسائی مذہب کے لئے تین لعنتیں لازم ملزوم ہیں۔ یعنی جہاں عیسائی مذہب جاتا ہے۔ یہ تین لعنتیں لازم ملزوم ہوتی ہیں۔ شراب خواری۔ زنا کاری۔ اور قمار بازی جس ملک کے رہنے والوں نے کبھی شراب کا منہ تک نہ دیکھا ہو۔ عیسائیوں کی برکت سے وہاں بھی یہی اُم الحباثت موجود۔ جو شخص بڑا ہی محتاط ہوگا۔ وہ بھی ہمارے ہمارے کی گزری کے لئے ضرور خودی سے بچنے پنی لیتا ہوگا۔ یا عشا کی بجائی سے محفوظ رہتا ہوگا۔ پس عیسائی مذہب کو تہذیبی استگمی اور اصلاح سے تعلق ہی کیا ہے۔ ہم نے تو آج تک کبھی نہیں سنا کہ عیسائی تہذیب میں بھی حقیقی ہندوب۔ یا تقویٰ و طہارت یا زہد و آقا کا دخل ہو اور حقیقت میں جب مسیحؑ سے گناہ اٹھا چکا اور گناہوں کی سب سے بڑی گناہ چکا۔ تو اب گناہ سے بچنے اور تقویٰ اور طہارت کی عیسائیوں کو ضرورت ہی کیا ہے۔ جہاں سلام جاتا ہے۔ تقویٰ۔ طہارت۔ زہد۔ اتفاق۔ خدا ترسی۔ خدا پرستی ان لوگوں کی جز جز میں چھ جاتی ہے۔ جہاں عیسائیت کا قدم جاتا ہے۔ بدکاری۔ بد چلنی۔ شرابخواری۔ نافرمانی۔ قمار بازی۔ دنیا داری۔ شیطانی کام دست بستہ ہو کر آگے کھڑے کر جاتے ہیں۔ پس عیسائی مذہب کے اصلاح سے تعلق ہی کیا ہے۔ اصلاح کی اصلاح ہے۔ اعمال نیک۔ جب عیسائیوں میں اعمال نیک کی حاجت ہی نہیں۔ نہ انہی سے بچنے کی ضرورت جو تو اصلاح اور نیک۔ ایسی ہی نہ۔ ہی عیسائیوں کے لئے نیک۔

۵ ہوں دنیا کی دولت مندوں کو اقبال پر آپ کو گمشتہ ہو گیا۔ تو اس کے جواب میں میں عرض
 کرتا ہوں کہ ملک فارسی اور دنیا کی سیاست و مکرانی کی عقل الگ چیز ہے اور یہی اصطلاح نئی تہذیب
 سچا تقویٰ و جہالت ہر دگر۔ سا او ثقافت پرستوں آتش پرستوں اور بڑبڑیوں کی تہذیب کا انتظام
 و نظام سیا علی سوا علو و ہر اور سکتا ہو لیکن جس فرد میں گمان کو کوئی دقیقہ تہذیب کا ہی کچھ اثر ہو۔ لیکن سیاست
 تو ہر دنیا کی دولت مندوں و اقبال پر بڑھ گئیں تو یہ کہ اس کی تہذیب ہو گیا کہ اس کی تقویٰ و جہالت اور حقیقی تہذیب
 ہی کو بڑھ گئیں بلکہ دنیا کی دولت مندوں و اقبال ہی کو حقیقت کے قول کو یہ وجہ آسانی بادشاہت کے نصیب سے جو فائدہ
 ہو اور حقیقت نے منافع و فائدہ کو کہیں سے پہنچا ہوا کہ دولت مندوں کا آسانی بادشاہت میں داخل ہوا اس کی سچی
 ہو کہ کچھ اگر میں ارنے کا داخل ہو پس اس کی کہ بوجہ دولت دنیا فرست عوامی اور سنگ بنیاد کا موجب معلوم
 ہوتی ہو نہ کہ حصول مقصد اور حقیقی تہذیب کا باعث ہو۔ اگرچہ کچھ مسیح کی رہائی تعلیم پر گھنٹہ ہو تو اس کے جواب میں
 بڑی نقصان کو دیتا ہوں کہ شہر میں خداوند مسیح کی تعلیم کی اس قدر ناقص و مسطر کے برخلاف ہر دنیا کی اصطلاح
 تو ایک طرف و گائی کوئی شخص اس پر عمل ہی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ کچھ تہذیب کا کیا جاتا ہو۔ لیکن اصطلاح کی جڑ تہذیب
 تو دنیا کی بات تہذیب کے گجیاں عیسائی تہذیب کا مذہب آہر و اس تقویٰ و جہالت نہ پرستی و مذہب تہذیب کی یاد و عقبت
 بالکل کا نور ہو جائے کہ اس کو خداوند دنیا پرستی و شرارتی۔ نہ کاری و خداوند غفلت۔ عاقبت فراموشی اسوئے سے
 اس اصل میں کہ گویا بندہ ہوا ایک دفعہ ہی ٹوٹ گیا۔ چنانچہ یہ بات اس کو کہ سامنے ہو جو ہر اس پر لیل و گلو کی حالت
 نہیں اور دنیا پرستی اور شرارتی و غیر آری کیوں یہ تہذیب اس کے خاصہ ہی ہو کہ یہ کہ مسیح کی اس تہذیب و اسلامی تہذیب
 اور خوشی و غم کی نیا تعلیم کسی کی کر کے اور بڑائی کی ہو کہ کی ضرورت ہی میں ہو جتنی یہ پاکو کو لئے سب کے ہر
 ہر کو حرام حلال کی قید تہذیب عاقبتی ہو اور انسان شہر بہار ہو کہ پرورش بن جاتا ہو مسیح کو گناہ کی اُٹھالہ کو کا خیال
 دنیا کی طرف جھکنے اور بڑی بچنے ہی نہیں و تہذیب میں خدا کو ذرا بن گیا آسانی بادشاہت میں جو خاصہ ہی تہذیب
 ہو کہ یہ تقویٰ و جہالت اور اعمال حسنہ و غلو کی کیا ضرورت میں یقین نہ رہا ہوں کہ اس معصوم کے ہر ہر کے بعد ہر کسی
 شایق صاحب پائے ہر گز نہ نکالیں کہ عیسائیت ہی کچھ اصطلاح پائینی ہو سکتی ہے۔ یہی تہذیب میں جب انہیں کی
 حالت کی اصطلاح نہیں ہو سکو اور نہ قتل و شرارتی و بڑبڑیوں اور اخلاق شینہ سے بچنے کے لئے ہر گز کو کچھ
 اصطلاح لگایا اس سے کہتی ہو کہ اگر اصطلاح کی یہ غرض ہو کہ حضرت مسیح کی تعلیم بزرگ عمل لگایا جائے تو اس کو جواب میں
 یہی گزشتہ ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم ہو گیا یہی وہ کہ کسی حالت میں اور کسی وقت انتقام نہ لے و دشمنوں کا مقابلہ

براہین احمدیہ چہار جلد کامل

یہ ایک بڑی ضخیم کتاب ہے جسکی قیمت پہلو ڈیویشن پر ۵ روپے تھی اور پیرا بانی کی وجہ سے ۲ روپے ۵۰ گائی
 اور ایک سو پانچ سو تیس اس کتاب میں حضرت رسول کریم کی نبوت پر شہاد لایا لایا قاطع اور براہین ساطعہ لکھی گئی ہیں
 جسکو مانوس کسی مخالف کو قائل نہیں ہو سکتا۔ اس آریہ برتر و عید تائی سائن تہم دہریہ نظام کلی وغیرہ کے
 تمام انحرافات کا مفصل ذمہ ان شکن جواب دیالیا ہوا اور نیک کے تمام ذرا بیک مقابل اسلام کو ایک چمکتا ہوا
 زرب آجت کیا ہے۔ غرض کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد حال ہے کہ کوئی شخص اسلام کو خدا کی طرف
 ہٹو نہیں تال کرے باوجود بہت بڑے حجم کے قیمت صرف تین روپیہ کر ہی گئی ہے قیمت علیحدہ
 علیحدہ جلد اول ۸ جلد دوم ۱۲ جلد سوم ۱۲ جلد چہارم ۱۲

اردو لغات فیروزی

سنہری جلد حجم پورے ۳۰۰ صفحہ قریب ۱۰۰ ہزار الفاظ کی دکنشی
 قیمت مجلد صرف ۵ روپے

اگرچہ انگریزی زبان کی دکنش زبان موجود ہیں مگر فیلیں صاحب کی دکنشی فارسی صاحب کی دکنشی
 انیسویں کی بات ہے کہ اردو زبان میں اردو زبان کی اہمیت ہی بانی نہیں تائی مقصد و نیتی یہ ہے کہ متبعین کو کلامی
 کلموں قانونی اور غیر میں متحمل اور ایک محل لغات اور دیکھا ہو، نہ ہوا اجاگر تعجب بنا بریں نہ خیم (اردو لغات انگریزی
 دکنشوں کی طرز پر تیار کی گئی ہے جس پر زبان اردو کل الفاظ اصطلاحات ضرب الامثال محاورات قانونی الفاظ
 اصطلاحات ضرب الامثال محاورات قانونی الفاظ علمی اصطلاحات وغیرہ موجود ہیں دکنش انیسویں سرور
 مجسٹریٹوں سرور دیکھوں مختار اور تمام شائقین کی ضروریات کی تکفل ہو کر دکنش کیسیاں سرور
 کیسیاں پورا پورا حلقہ کے سکول کے لئے منگاہی ہیں کوئی سکول اور کوئی مدرس کوئی قانون دان بغیر اسکے
 نہیں رہنا چاہئے۔ اس کتاب کی نسبت اعلیٰ انگریزی رائیں جو ہیں صواب ہیں طبع ثانی میں کتاب
 اسے شائع کر کے شایع کیا جائیگی۔

کل خط و کتابت بنام منیجر الزوار اسلام سیالکوٹ کے ہونی چاہئے

اضلاع

عربہ قریباً پانچ چھ سال سے ظفر وال ضلع سیالکوٹ میں انجمن حمایت اسلام قائم ہے جہاں مینی و دنیاوی تعلیم پوجہ احسن ہوتی ہے اور کسی قدر یتیم بچے بھی وہاں تعلیم پاتے ہیں اسب صاحبوں کی فہمائش میں گزارش کی جاتی ہے کہ چند ماہوار سے انجمن مذکورہ کو مدد و بجز نواب والدین کے مستحق بنیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی

غلام قادر ساکن پنڈوریاں پوڑیاں چک نمبر ۴۲ ملک آباد

انوار اسلام

ماہواری رسالہ

۱۱۔ ان سالوں میں جو ان مہینہ سالہ الامام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت والا میں نہایت ارباب گذارش
 کیا تھی ہرگز آپ عید سائی نہ ہو دغہ اقوام کے عید اس پر دیکھیں یہ رسالہ شائع کیا گیا ہے اور حقیقت میں
 اہل اسلام کے لئے بڑی نعم و ندامت اور ذرا بستر کی جگہ تھی کہ اگر یہ اور عیسائیوں کے تو کسی وجہ سے
 دانا یا نہ حلیت باطل میں شایع ہوتی اور نہ سب حق یعنی اسلام کی طرف سے انکاء متقل جواب دینے والا
 ایک سالہ بھی نہ ہوتا یا میں نے یہ خدمت اسلام پر اٹھائی ہے، بیشک کسب صاحب جنگلہ انور
 خدا اور پیرا۔ رسول مقبول ہست و ابھی محبت ہے وہ اس سالہ کی ترقی کو اپنا ایمان سمجھیں
 اہل اربعہ دین ہی ذکر اسلام پڑے ملائے کے جن میں اور فلم جنگ کیا جائے سویا کہ میں وہ لوگ جو
 اہل مقدس جہاد میں شریک ہوں قیمت سالانہ جمعہ محصول اک محصلہ ہر مہینہ ہر چہ قیمت
 الملتقمس منیجر رسالہ انوار الاسلام سیالکوٹ

